سیرتِ

پیغمبرِ رحمت

صلی اللہ علیہ وسلم

جلد اول

از گدائے بے نوا

حافظ، قاری، مولانا ڈاکٹر محمد غوث ندوی

بانی و صدر دار العلوم الاسلامیہ بأمریکا (کیلیفورنیا، امریکہ)

سیرتِ شاہِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم

از گدائے بے نوا

حافظ، قاری، مولانا ڈاکٹر محمد غوث ندوی

بانی و صدر دار العلوم الاسلامیۃ بأمریکا (کیلیفورنیا، امریکہ)

(کتاب کے اہم خدوخال)

نام کتاب	"سیرت شہنشاہ کونین" (صلی اللہ علیہ وسلم)
نام مؤلف	حافظ وقاری مولانا ڈاکٹر محمد غوث ندوی
سن اشاعت	۱۴۱۷ھ ۱۹۹۶ء
تعداد اشاعت	ایک ہزار
سرورق	خطاط العصر عالی جناب محمد عبد السلام صاحب
مقام طباعت	اویس گرافکس - حیدرآباد
کمپیوٹر کتابت	جناب جلال الدین اکبر فون نمبر 4413850
-	17-1-181/M/35 - روبرو جامعہ عائشہ نسوان (نیو بلڈنگ)
-	دارالاب جنگ کالونی - مادناپیٹ - حیدرآباد ۵۹ (اے - پی) -
حقوق اشاعت	بحق مؤلف محفوظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاخِ گل

تسلسل	مضمون	صفحہ
(۱)	مقدمہ	۱
(۲)	ظہور قدسی	۷
(۳)	شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (تمہید)	۹
(۴)	شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (قرآن پاک کی روشنی میں)	۱۳
(۵)	پیغمبر اسلامؐ کی امتیازی خصوصیات (احادیث شریفہ کی روشنی میں)	۳۹
(۶)	خصائص وجود گرامی صلی اللہ علیہ وسلم (خصائص ذاتی)	۵۷
(۷)	تعدد ازواج	۶۴
(۸)	معجزات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	۶۶
(۹)	اسراء و معراج النبیؐ (بالاختصار)	۶۷
(۱۰)	اسمائے مبارکہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	۶۸
(۱۱)	اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۷۲
(۱۲)	طریقہ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	۸۴
(۱۳)	قیصر روم ہرقل اور ابوسفیان کا مکالمہ	۱۰۱
(۱۴)	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری !	۱۰۷
(۱۵)	محمدؐ کی ذات اخلاق کاملہ کا مجموعہ ہے	۱۱۸
(۱۶)	**وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین**	۱۲۱

تسلسل	مضمون	صفحہ
(۱۷)	رحمۃ للعالمینؐ کا دشمنوں سے پیار اور ان کے ساتھ عفو و درگزر	۱۲۶
(۱۸)	غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳۷
(۱۹)	خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (ختم نبوت)	۱۴۱
(۲۰)	پیغام محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم)	۱۴۶
(۲۱)	صلاۃ و سلام بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵۷
(۲۲)	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام	۱۶۳
(۲۳)	نعتیہ کلام بہ حضور سرور خیر الانامؐ	۱۶۵
(۲۴)	مقدمہ	۱۶۶
(۲۵)	نعتیہ کلام (عربی زبان میں)	۱۷۲
(۲۶)	قصیدہ بردہ (بانت سعاد)	۱۷۸
(۲۷)	قصیدہ بردہ (علامہ بوصیریؒ)	۱۹۹
(۲۸)	سید العرب والعجمؐ کے حضور میں فارسی شعراء کی نعت	۲۲۳
(۲۹)	اردو شعراء کا سرور کونینؐ کے حضور نذرانۂ عقیدت	۲۲۵
(۳۰)	دیگر منتخب نعتیں	۲۴۰
(۳۱)	نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب	۲۴۶
(۳۲)	نعتیہ کلام (از غوث ندوی)	۲۵۸
(۳۳)	انتخاب و جواہر از سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على رسوله الكريم ، وعلى وآله وأصحابه أجمعين ۔ أما بعد !

عالم تکلیف کا سب سے بڑا مقدم فرض اور سب سے بڑی مقدس خدمت یہ ہے کہ نفوس انسانی کے اخلاق کی اصلاح و تکمیل کی جائے ۔ یعنی پہلے ہر قسم کے فضائل اخلاق ، زہد و تقویٰ ، عصمت و عفاف ، احسان و کرم ، حلم و عفو ، عزم و ثبات ، ایثار و قربانی ، غیرت و استغناء کے اصول و فروع صحیح طریقہ سے قائم کئے جائیں ، اور پھر تمام عالم میں ان کی عملی تعلیم رائج کی جائے ۔ اس مقصد کے حصول کا عام طریقہ وعظ و پند ہے اور اس سے زیادہ متمدن طریقہ فن اخلاق میں اعلیٰ درجہ کی کتابیں لکھنا ہے اور لوگوں کو ان کی تعلیم دلانا ہے ۔ لیکن سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ کامل عملی طریقہ یہ ہے کہ ، نہ زبان سے کچھ کہا جائے ، نہ تحریری نقوش پیش کئے جائیں ، بلکہ فضائل اخلاق کا ایک پیکر مجسم سامنے آجائے ، جو خود ہمہ تن آئینۂ عمل ہو ، جس کی ہر جنبش لب ہزاروں تصنیفات کا کام دے ، اور جس کا ایک ایک اشارہ اوامر سلطانی بن جائے ، دنیا میں آج اخلاق حمیدہ کا جو سرمایہ ہے ، سب انہیں نفوس قدسیہ کا پرتو ہے دیگر اور اسباب صرف ایوان تمدن کے نقش و نگار ہیں ۔

دنیا میں بہت سارے پیغمبر آئے لیکن ان کا پیغام وقتی تھا ، وہ ایک خاص قوم

کے لئے آئے تھے اور ان کا پیغام بھی انہیں انسانوں تک محدود تھا، اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوے، تو ان پیغمبروں کی تعلیمات کو ان کی قوم نے بھلادیا، اگر بھلایا نہیں تو اس کو بری طرح خلط ملط کر دیا، ان کی تعلیمات پر دفا خفا میں ہیں۔ اب آخر میں دنیا ایک ایسی جامع و کامل ہستی کی تلاش میں تھی، جس میں سارے انبیاءؑ کی تعلیمات کا مجموعہ ہو، اور جو سارے فضائل اخلاق کا نمونہ ہو، غرض عالم انسان اپنی تکمیل کے لئے ایسی جامع ہستی کا محتاج رہا جو صاحب شمشیر و نگیں بھی ہو، اور گوشہ نشین بھی، بادشاہ کشور کشا بھی اور گدا بھی، فرمانروائے جہاں بھی اور سبحہ گرداں بھی، مستغنی وقانع بھی ہو اور غنی دریادل بھی، یہ جامع و کامل ہستی، یہ صحیفۂ یزدانی اور عالم کون کی آخری معراج محمد رسول اللہؐ کی ذات بابرکات ہے، اس لئے ارشاد فرمایا گیا " **الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** " سرور عالم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خاتم النبیین بنایا کہ اب تاقیام قیامت کوئی اور نبی نہ آئے گا۔ آپؐ کی ذات کو رحمت بنایا، اور آپؐ کی تعلیمات کو سارے عالم کے لئے فرض فرمایا۔ غرض اللہ رب العالمین نے آپؐ کو رحمۃ للعالمین بناکر آپؐ کو ذکر للعالمین عطا فرمایا۔

اس لئے اب یہ ضروری ہے کہ آپؐ کی زبان مبارک کا ایک ایک حرف، آپؐ کی زندگی کے حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا، آپ کے اقوال و افعال، وضع قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاق طبیعت، انداز گفتگو، طرز زندگی، طریق معاشرت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے بولنے کا ایک ایک طرز محفوظ ہو، اور اس کی حفاظت کے لئے ہر طرح کا غیبی سامان ہو، الحمدللہ یہ غیبی سامان اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مہیا فرمادیا کہ آپؐ کو نبی آخرالزماں بنایا پھر کوئی نبی قیامت تک نہ آئے گا۔ آپؐ پر جو وحی نازل فرمائی (قرآن مجید) اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے لی اور ارشاد فرمایا " **انانحن نزلنا الذکر وانا له**

لحافظون "۔ آپؐ کی ذات کو کامل نمونہ بنایا تو ارشاد ہوا۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ "آپؐ کی ذات کو سارے عالموں کے لئے رحمت بناکر اس طرح ارشاد فرمایا گیا "وما أرسلناک الا رحمۃ للعالمین "۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے پیغام کو بلند فرمایا، اور سارے عالموں کے لیے رہتی دنیا تک قابل عمل بنایا اور ارشاد فرمایا۔ "ان ھوالا ذکر للعالمین "۔

آپؐ سے پہلے جتنے نبی یا رسول آئے وہ ایک خاص قوم اور ایک خاص مدت کے لئے آئے، لیکن آپؐ سارے عالموں کے لئے اور قیام قیامت تک کے لئے آئے، ارشاد خداوندی ہے : "تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا "۔ آپ کی ذات کو فضائل اخلاق کا کامل و جامع نمونہ بنایا اور ارشاد ہوا۔ "انک لعلیٰ خلق عظیم "اور آخر میں آپ کی رفعت و شان کو سارے عالم میں آشکار افرمایا تو ارشاد ہوا "ورفعنالک ذکرک "۔

غرض حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت چونکہ آخری اور عمومی تھی، اس لئے بضرورت احوال، آپؐ کے تمام کمالات نبوت آپؐ کی زندگی میں عملاً پوری طرح جلوہ گر ہوے، اور آپؐ کی نبوت کے آفتاب عالم تاب کی ہر کرن دنیا کے لئے مشعل ہدایت بنی اور ظلمت کدۂ عالم کا ہر گوشہ آپؐ کے ہر قسم کے کمالات کے ظہور سے پرنور ہوا، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس طرح یہ ناکارہ گناہگار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے چند موتیوں کو چن کر یکجا جمع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، تاکہ سرکارؐ عالم کے نام لیواؤں میں اس کا بھی نام محفوظ ہوجائے اور اس کی مغفرت کا سامان ہوجائے۔ میرا یہ کام سیرت کے ان شہ پاروں کو یکجا کرنا ہے جو مختلف موقعوں پر سیرت طیبہ کے جلسوں میں بڑے شوق سے پڑھے اور سنے گئے، اور الحمدللہ ان مضامین نے سننے والوں پر ایک گہرا اثر چھوڑا ہے، اور مجھے یاد ہے کہ بعض لوگوں کی زندگیاں سیرت کی ان

موتیوں سے یکسر بدل گئیں اور مختلف گوشوں سے اصرار ہوا کہ ان مضامین کو جمع کر دیا جائے، چنانچہ توفیق ایزدی نے اب اس کی سعادت بخشی، اور وہ مقالات سیرت آج آپ کے سامنے زیور طباعت سے آراستہ ہیں۔

یہ چند مقالات سرور عالمؐ کی کامل سیرت نہیں، یہ صرف سیرت کے چند پہلو ہیں جو پیش کئے جارہے ہیں۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع سیرت کے لئے گزارش ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔(۱) شمائل ترمذی (۲) سیرۃ ابن ھشام (۳) سیرۃ النبیؐ از علامہ شبلیؒ اور مولانا سید سلیمان ندوی (۴) رحمۃ للعالمین از مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ (۵) رحمت عالم از مولانا سید سلیمان ندوی اور (۶) نبی رحمت از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ۔

احقر نے سیرت پاک سے جو موتی چنے ہیں، ان مقالوں کے عناوین یہ ہیں :

(۱) شرف المصطفیٰؐ (۲) اسمائے مبارکہؐ (۳) طریقۂ محمدیہؐ (۴) قیصر روم ہرقل اور ابو سفیان کا مکالمہ (۵) رحمۃ للعالمین کی ذات کامل اخلاق کا مجموعہ (۶) رحمۃ للعالمین کا دشمنوں سے پیار اور عفو و درگزر (۷) غزوات النبیؐ (۸) خاتم النبیینؐ (۹) نعتیہ کلام بحضور سرور خیرالانام (۱۰) نعت نبیؐ کا انتخاب (۱۱) نعتیہ کلام از غوث ندوی (احقر) (۱۲) انتخاب و جوہر از سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان مضامین کے علاوہ چند اور مضامین بھی بعد میں لکھے گئے تھے، ان کو بھی اس کتاب میں مختلف مناسبتوں سے آگے اور پیچھے شامل کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ ان مقالات سیرتؐ میں بعض صفحے من وعن نقل کئے گئے ہیں اور جن کتابوں سے یہ صفحات لئے گئے اور بار بار ان سے استفادہ کیا گیا ہے وہ حسب ذیل کتابیں ہیں۔

(۱) سیرۃ النبیؐ از علامہ شبلیؒ و مولانا سید سلیمان ندویؒ (۲) رحمۃ للعالمینؐ از مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ (۳) رحمت عالم از مولانا سید سلیمان ندوی اور (۴) نبی رحمت حضرت الاستاذ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ دامت برکاتہم، نیز نعتیہ کلام

کو آراستہ کرنے میں سب سے زیادہ مدد دو کتابوں سے حاصل ہوی، ایک "کاروان مدینہ" از محترم استاذ علامہ سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اور دوسری کتاب "عربی میں نعتیہ کلام" از مولانا عبد اللہ عباس ندوی مدظلہ۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو تادیر سلامت رکھے اور ان کے فیوض و برکات کو عام فرمائے۔ آمین۔

آخر میں، میں محترم مولانا محمد عمران اعظمی عمری صاحب مصحح دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ موصوف نے میرے مضامین سیرت کے ہر ورق کو طباعت کے مراحل میں دیکھا اور اس قابل بنایا کہ اب وہ زیور طباعت سے آراستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور میں ان تمام حضرات کا بھی ممنون کرم ہوں، جنہوں نے کسی بھی مرحلہ میں، اس کتاب کی طباعت میں میری مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر وافر عطا فرمائے۔ آمین۔

جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ کہ ہوگا تیرے ہی کرم سے ہوگا

ان مقالات سیرت کی ترتیب کا مقصد آپ حضرات کی کسی علمی ضرورت کی تکمیل نہیں ہے، بلکہ مقصود ہے تکمیل اپنی آرزو کی اور اظہار ہے اپنے حوصلہ کا، ایک روسیہ امتی سیرت نگاروں اور مداحان نبیؐ کی کفش برداری کے بہانے اس محفل میں در آئے، جہاں رسائی کی تمنا زندگی کا عزیز ترین سرمایہ ہے اور یہ کہ کسی نہ کسی بہانے بات ان کی ہوتی رہے، ذکر ان کا ہوتا رہے، اور کسی درجہ میں ہی وابستگی اس در دولت سے رہے۔

لاگ گر دل کو نہیں لطف نہیں جینے کا
الجھے سلجھے اسی کاکل کے گرفتار رہو

(خواجہ میر درد)

آخر میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اس گنہگار و عاصی کے لئے بھی دعائے خیر فرمائیں کہ اسلام کی حالت میں زندگی گزرے اور خاتمہ ایمان پر ہو (آمین) اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے اہل و عیال کو اور آپ کو ایمان و اسلام والی زندگی نصیب فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے اور روز محشر رحمت عالم کی شفاعت نصیب ہو اور چند کلمات جو سیرت پر لکھے گئے ہیں ان کو قبول فرمائے۔(آمین)

(محمد غوث ندوی)

(دار العلوم الاسلامیۃ بامریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ظہورِ قدسی

(ولادت باسعادتؐ)

چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں، چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سرو سامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔

لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے، جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دئے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخ کہن مدتہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کے لئے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا، کارکنانِ قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیمؑ، جمال یوسفؑ، معجز طرازی موسیٰؑ، جان نوازی مسیحؑ سب اس لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں ارز شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبح جان نواز، وہی ساعت ہمایوں، وہی دور فرخ فال ہے، ارباب سیر اپنے محدود پیرایہ بیاں میں لکھتے ہیں کہ "آج کی رات ایوان کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے، آتشکدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا" لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے۔

آتش فارس نہیں، بلکہ جحیم شر، آتشکدۂ کفر، آذر کدۂ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بتکدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا،

نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے ۔ توحید کا غلغلہ اٹھا ، چمنستانِ سعادت میں بہار آگئی ، آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں ، اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا۔

یعنی یتیم عبداللہ ، جگر گوشۂ آمنہ ، شاہ حرم ، حکمران عرب ، فرماں روائے عالم شہنشاہ کونین ، عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے ، عزت و اجلال ہوا ۔ **اللھم صل علیہ وعلی آلہ وأصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیراً۔**

تاریخ ولادت تحقیق کے مطابق ۹/ ربیع الاول (اور مشہور ۱۲/ ربیع الاول) روز دوشنبہ مطابق ۲۰/ اپریل ۵۷۱ء ہے۔

(" ظہور قدسی " کی مذکورہ عبارت سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم از حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ جلد اول سے ماخوذ ہے)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی خصائص محمدیؐ)

تمہید

شرف و خصائص وہ امور ہیں جو کسی کی ذات کے ساتھ خاص ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی چیزیں عطا کی گئی تھیں، جو اوروں کو نہیں ملی تھیں۔ یہ خصائص محمدیؐ دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو صرف آپؐ کے لئے مخصوص تھے، اور آپؐ کی امت میں سے کسی اور کے لئے نہ تھے۔ دوسرے وہ جو صرف آپؐ کو عطا ہوئے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مرحمت نہیں ہوئے، غرض پہلی خصوصیتیں امت کے مقابلہ میں، اور دوسری انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں تھیں، ہم نے پہلے کا نام "خصائص ذاتیؐ" اور دوسرے کا خصائص نبویؐ رکھا ہے۔

ارباب سیر نے ان خصائص کی مختلف تعداد متعین کی ہے۔ مثلاً حافظ ابو سعید نیشابوری نے آپؐ کے خصائص کی تعداد ساٹھ لکھی ہے، اور علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں سینکڑوں کی تعداد بتلائی ہے۔

محدثین نے خصائص ذاتی کو وسعت دی ہے کہ انہوں نے یہ اصول بنالیا ہے کہ حدیث قولی اور عملی میں اگر تصادم ہو تو حدیث قولی کو حدیث عملی پر ترجیح ہوگی، یعنی اگر ایک امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت ہے، اور اس کے مخالف دوسرا امر آپؐ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، تو عام اُمت کو آپؐ کے ذاتی عمل کی تقلید کے مقابلہ میں آپؐ کے قول کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عمل محض آپؐ کے لئے مخصوص، اور آپؐ کے خصائص ذاتی میں ہو، لیکن ظاہر ہے کہ انبیاء

علیہم السلام دنیا میں اپنی امت کے لئے نمونہ اور عملی مثال ہی بن کر آتے ہیں، خصوصاً حضرت مقتدائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان کے متعلق فرمان الٰہی نے اعلان کر دیا ہے :

" لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ " (اور تمہارے لئے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے)۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر خصائص ذاتی تھے، شریعت مطہرہ نے ان کو برملا واضح کر دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ صرف آپؐ کے ساتھ مخصوص ہیں، حضورؐ کے جو خصائص ذاتی ہیں، وہ چند محدود امور ہیں اور کتاب و سنت نے ان کا مخصوص ہونا عالم آشکارا کر دیا ہے۔

آنحضرتؐ کے خصائص ذاتی یہ ہیں :

(۱) نبوت اور لوازم نبوت (۲) امور متعلقہ نکاح اور ازواج کی تعداد (۳) نماز شبانہ میں پانچ کے علاوہ مزید کی فرضیت (۴) نماز چاشت اور قربانی (۵) عصر کے بعد نماز دوگانہ (۶) صوم وصال (۷) اور صدقہ وزکاۃ کھانے کی حرمت وغیرہ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص نبویؐ کو علمائے کرام نے بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، بعض نے ساٹھ کی تعداد بتلائی اور بعض نے سو سے زیادہ، اس اختلاف کی اہم وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیسیوں ایسی آیتیں ہیں، جن میں آپؐ کی شان و مرتبہ میں دیگر انبیاءؑ شامل نہ تھے، مثلاً آدمؑ صفی اللہ، نوح نجی اللہ، ابراھیمؑ خلیل اللہ، اسماعیلؑ ذبیح اللہ، موسیٰؑ کلیم اللہ، داؤدؑ خلیفۃ اللہ اور عیسیٰؑ روح اللہ و کلمۃ اللہ کے نام و صفات سے قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ لیکن آنحترمؐ کو مختلف اسماء و صفات عالیہ سے یاد کیا گیا ہے اور کسی اور نبیؐ و رسول کو یہ رتبہ و مقام نہیں دیا گیا، مثلاً : آپؐ خاتم النبیین ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں، آپؐ رؤوف رحیم ہیں اور آپؐ کو محمد رسول اللہ کہا گیا ہے اور آپؐ الرسول النبی الامی ہیں،

آپؐ کی شان میں "ورفعنا لک ذکرک" کا اعلان کیا گیا اور آپ کو سارے عالم کے لئے بھیجا گیا (وما أرسلناک الا کافۃ للناس)۔ آپؐ کو صاحب کوثر کا لقب دیا گیا (انا أعطیناک الکوثر) اور آپؐ کی ذات پر دین کو مکمل کیا گیا کہ "الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" یہ اور اس قسم کی بیسیوں آیتیں ہیں جن میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات نبوت کا اعلان ہے، اسی وجہ سے علمائے محققین نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق، ان خصائص کی مختلف تعداد بتلائی ہے۔ اور اس تعداد کے متعلق انہوں نے قرآن پاک سے دلائل پیش کئے ہیں، اور ان دلائل سے انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ان خصائص نبوت میں دیگر انبیاء کسی طرح شریک و سہیم نہ تھے۔

قرآن پاک کے مختلف خصائص نبوت کے علاوہ مختلف صحابہؓ کی روایات میں بعض خصائص نبوت کا ذکر ملتا ہے اور وہ یہ ہیں :

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں :

(۱) مجھے رعب اور دھاک کے ذریعہ سے فتح و نصرت دی گئی۔

(۲) میرے لئے تمام روئے زمین پاک اور سجدہ گاہ بنائی گئی۔

(۳) غنیمت کا مال میرے لئے حلال کیا گیا، اور مجھ سے پہلے کسی اور پیغمبر کے لئے حلال نہ تھا۔

(۴) مجھے شفاعت کا مرتبہ عنایت ہوا۔

(۵) مجھ سے پہلے انبیاء خاص اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے، اور میں تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں دو چیزوں کا اضافہ ہے اور

وہ یہ ہیں :

(۱) مجھے جوامع الکلم عنایت ہوئے۔

(۲) اور انبیاء کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہوا۔ احادیث کی دیگر روایتوں میں بعض اور خصائص بھی زبان اقدس سے بیان ہوئے ہیں، مثلاً یہ کہ "

"(۱) میرا معجزہ وحی (قرآن مجید) قیامت تک کے لئے ہے۔

(۲) میرے پیرو تمام انبیاءؑ کے پیروؤں سے زیادہ ہیں۔

(۳) درجنت سب سے پہلے میرے لئے کھولا جائے گا۔

(۴) مجھ کو فلاں فلاں سورتیں دی گئی ہیں، جو کسی اور کو نہیں ملیں۔

(۵) فلاں فلاں وقت کی نمازیں خاص میرے امت کے لئے فرض ہوئیں"۔

غرض اس طرح کی اور خصوصیات دیگر احادیث میں مذکور ہیں، قرآن پاک میں آپؐ کے شرف و خصائص کا بیسیوں جگہ ذکر ہے اور احادیث میں "تکمیل دین" اور "ختم نبوت" کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ بہرحال اجمال کو چھوڑ کر، ذیل میں ہم کو نمایاں خصوصیات پر قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں ایک تفصیلی نظر ڈالنا ہے۔

ہم پہلے بعض اہم خصائص نبویؐ کا استنباط قرآن پاک کی آیات بینات سے کرتے ہیں، اور اس کے بعد خصوصیات وجود گرامی پر لب کشائی کی جرأت کرتے ہیں، درمیان میں ذات والا صفات پر بعض امور کی توضیح و تشریح بھی کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ وسلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"شرف المصطفیٰ ﷺ"

یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات
(قرآن پاک کی روشنی میں)

خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا استنباط زیادہ تر آیات قرآنیہ سے کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی اپنے حبیب پاک کی خصوصیات کا زیادہ جاننے والا ہے۔ یہ آپؐ کی وہ خصوصیات ہیں، جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں تھیں جن کا نام ہم نے "خصائص نبوی" رکھا ہے۔ ان امتیازی خصوصیات کو پہلے ہم قرآن کی روشنی میں لکھتے ہیں۔

پہلی خصوصیت : "محمد رسول اللہ" ہے یعنی "محمد اللہ کے رسول ہیں"۔

اس آیت پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی بھی ہے اور حضور پاکؐ کا منصب بھی بتایا گیا ہے۔ ہر دو اعتبار سے یہ آیت خصوصیات نبویہؐ کی مظہر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان کے اظہار میں حضور پاکؐ کا نام اپنے اندر ایک خصوصیت رکھتا ہے۔

بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے نام اور معنی یہ ہیں :

آدمؑ کے معنی گندم گوں کے ہیں۔

نوحؑ کے معنی آرام ہیں۔

اسحاقؑ کا معنی ضاحک (ہنسنے والا)

یعقوبؑ کا معنی پیچھے آنے والا۔

موسیٰؑ پانی سے نکالا ہوا۔

یحییٰؑ عمر دراز

عیسیٰؑ کے معنی سرخ رنگ والے کے ہیں۔

ان انبیاءؑ کے اسماء گرامی کو دیکھو اور معنی پر غور کرو کہ وہ کسی طرح مسمی کی عظمت ذاتی یا نبوت کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں دیتے۔

مگر اسم "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خاص ہے، حضورؐ کا ذاتی نام محمد بھی ہے اور احمد بھی، اور یہ "حمد" سے بنے ہیں، اور حمد کے معنی ستائش ثنا و تکریم، رفعت شان، بلندی ذکر اور لزوم جود و عطا کے ہیں۔

سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدہ کا ایک مشہور شعر ہے :

وشق له من اسمه ليجله

فذو العرش محمود وهذا محمد

غرض آپؐ ملائکۂ مقربین میں بھی محمود ہیں، زمرۂ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں۔ اہل زمیں و اہل سماء میں بھی محمود ہیں۔ ہاں حضورؐ ہی "مقام محمود" والے ہیں۔ "لواء الحمد" قیامت میں حضورؐ ہی کو عطا ہوگا، اور اسی مناسبت سے حضورؐ کی امت کا نام "حمادون" ہے۔ "محمدؐ" کے معنی ہیں، وہ جس کی حمد و نعت جملہ اہل الارض والسماوات نے سب سے بڑھ کر کی ہے۔ اور "احمدؐ" وہ ہے جس نے رب السماوات والارض کی حمد و ثنا جملہ اہل الارض والسماوات سے بڑھ کر کی ہے۔

اسم پاک کے ساتھ رسول اللہؐ کا ذکر ہے، یعنی اس کی رسالت صرف منجانب اللہ ہے اور یہ رسالت قیامت تک ہے، وہ کسی دوسرے کا پیغام نہیں سناتا،

اس طرح (أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول) دال ہے کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی رسول کا ذکر آیا ہے اس سے صرف حضور پاکؐ ہی مراد ہیں، غرض حضورؐ ہی کو رب العالمین نے مطاع العالمین اور سید الانبیاء والامم مقرر فرمایا ہے۔

بایں ہمہ "محمد رسول اللہ" وہی عبداللہ کا فرزند آمنہ کا جایا، المکی المدنی الامی الہاشمی القرشی الکنانی العدنانی ہے، جو فخر اسماعیلؑ ذبیح اللہ، دعائے ابراھیمؑ خلیل اللہ اور بشارت عیسیٰؑ مسیح اللہ ہیں۔

آپ کی اطاعت سارے عالم پر تاقیامت فرض عین ہے، اور یہ بات حضورؐ کی نبوت کی اہم خصوصیت ہے۔

دوسری خصوصیت : "الرسول النبی الامی" ہے یعنی "آپ رسول نبی امی" ہیں

یہ بات محقق ہے کہ سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا "**الرسول النبی الأمی**" اور کسی نبی کا لقب نہ تھا، محقق علماء نے اسم امی کے متعلق جو پاکیزہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں :

(۱) امی، ام القریٰ کی طرف نسبت ہے، اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو ام القریٰ فرمایا ہے "**ولتنذر أم القریٰ ومن حولھا**" کہ آپ ام القریٰ اور اس کی آس پاس کی بستیوں کو ڈرائیں، لہذا ام القریٰ کی نسبت سے آپؐ کو امی کہنا نہایت درست ہے۔

(۲) امی، ام (ماں) کی طرف منسوب ہے، اس اعتبار سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ پاکیء فطرت و عصمت، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے جملہ عیوب و نقائص سے ایسے ہی پاک و صاف ہیں کہ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا شدہ بچہ ہوتا ہے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے انہیں معنی کے اشعار

حضورؐ کی شان میں پڑھے تھے، اور ان اشعار کو سن کر سرور عالمؐ بیحد مسرور ہوئے تھے

وہ اشعار یہ ہیں :

ومبرء من کل غبّر حیضة
وفساد مرضعة وداء مغیل

واذا نظرت الی أسرّة وجهه
برقت بروق العارض المتهلل

(ترجمہ) یعنی آپ حیض کی ساری باقیماندہ آلائشوں اور دودھ پلانے والی کے فساد اور دودھ کی ہر بیماری سے پاک وصاف ہیں۔

امی کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ ولادت کے بعد اکتساب علوم وفنون کی جانب آپؐ نے کوئی رغبت نہ کی، اس طرح حضورؐ کے لوح قلب پر تقریراً وتحریراً کسی ایک حرف کا نقش بھی نہ ثبت ہوا تھا۔

ملک عرب کی حالت بھی اس وقت یہی تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**هوالذی بعث فی الأمیین رسولا**" (اللہ وہ ہے جس نے امیوں کے اندر شاندار رسول کو مبعوث فرمایا)۔غرض "**الرسول النبی الامی**" حضور کا ایک بڑا معجزہ ہے۔

رسول کے معنی پیغام رساں کے ہیں اور نبی کا معنی ہے علوم عالیہ اور وقائع عظیمہ کی اطلاع اہل دنیا کو دینے والا، اور جب رسول اور نبی کی نسبت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے، تب اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نبی وہ ہے جو علوم عالیہ اور نوامیس ربانیہ کی اطلاع براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہو۔

نبی کو نباوۃ سے مشتق بتایا گیا ہے، اور نباوت کے معنی مقام مرتفع ہے اور

نبی وہ ہے جو اس مقام عالی پر فائز ہو، جہاں کوئی انسان محنت و ریاضت سے نہیں پہنچ سکتا، اس کو یہ مقام صرف اصطفائے ربانی سے حاصل ہوتا ہے۔

نبی امی کی شان دیکھو اور غور کرو کہ جو شخص دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں بنا، وہی شخص تمام دنیا کا استاد بنا ہوا ہے۔ وہ محاسن اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن، اقتصادیات، سیاسیات، عمرانیات کے درس دے رہا ہے، اور دماغ کو روشن کر رہا ہے، وہ قلب کو مجلی اور روح کو منور بنانے والی تعلیم دے رہا ہے، اس کی درس گاہ عالی کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے، وہاں داخلہ کی کوئی فیس نہیں ہے، وہاں ایک صحرانشین اور ایک شہری پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں، اور اپنی اپنی استعداد و قابلیت کے موافق مستفید ہو رہے ہیں۔ بایں ہمہ اس کا لقب امی ہے، لیکن دیکھو اس کو تعلیم دینے والا کون ہے۔

"علمنی ربی فأحسن تعلیمی وأدبنی ربی فأحسن تأدیبی"

ترجمہ : میرے رب نے مجھے تعلیم دی اور عمدہ تعلیم دی، میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور عمدہ ادب سکھایا۔ غرض اس کی تعلیم کا سرچشمہ رب العالمین ہے اس لئے قرآن کی تفسیر صد فی صد صحیح و درست ہے کہ **"ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم"**۔

(۳) لقب امی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ أبوالبشر آدمؑ سے لے کر مسیحؑ اللہ عیسیٰ بن مریم تک، جملہ انبیاء و مرسلین نے حضورؐ کی حمد و نعت عالیہ اور اوصاف حمیدہ بیان کئے ہیں۔ یعنی الف سے آدمؑ اور میم سے مسیحؑ مراد ہیں، اور یائے نسبت اس راز کو آشکارا کر رہی ہے۔

"امی گویا بزبان فصیح
از ألف آدم، و میم مسیح"

اب ہم قرآن پاک کی آیات سے آپؐ کا امی ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "امی" آپؐ کا اعزاز اور معجزہ ہے، کیوں کہ اس سے یہ بات واضح ہے کہ آپ کا معلم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، جیسے کہ ارشاد ہوا :

(۱) وعلمک مالم تکن تعلم

اللہ نے تجھے علم سکھلایا ان چیزوں کا جن کا تجھے علم نہ تھا۔

دنیا میں شاگرد کو تعلیم، قوت سماعت و بصارت یعنی حسیات کے ذریعہ دی جاتی ہے، لیکن انبیاء کے تعلیم کا مرکز قلب ہے، یعنی اللہ کے تعلیم دینے میں اور بندہ کے تعلیم دینے میں نمایاں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"سنقرئک فلا تنسیٰ" ہم تجھے پڑھائیں گے اور پھر تو نہ بھولے گا۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شاگردی میں لیا تو حضورؐ نے جملہ علوم و معارف اور حقائق و معانی کے دفتر کے دفتر کھول دئے۔ آیت اولیں پڑھیئے۔

اقرأ باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرأ وربک الاکرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم ○

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا مہربان ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

ارشاد ہوا "ألم نشرح لک صدرک" کیا ہم نے تیرے سینہ کو نہیں کھول دیا۔

"أفمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ"

"بھلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے، وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے"۔

"ووضعنا عنک وزرک" ہم نے تیرے بوجھ کو تجھ پر سے اتار دیا"۔

"وزر" بار گراں کو کہتے ہیں، حضرت موسیٰؑ پر جب نبوت کا بار گراں ڈالا گیا تو انہوں نے دعا کی : **رب اشرح لی صدری ○ ویسر لی أمری ○ واحلل عقدۃ من لسانی ○ یفقھوا قولی ○ واجعل لی وزیراً من أھلی ○ ھارون أخی ○** ("موسیٰ نے کہا اے رب، میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو آسان بنادے، اور میری زبان کے بندھن کو کھول دے کہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں، اور میرے کنبہ میں سے ایک کو میرا وزیر بنادے یعنی میرا بھائی ہارون" جو اس منصب کا شایان ہے)۔

غرض شرح صدر وہ مقام رفیع ہے جس کے لئے حضرت موسیٰؑ کو خود طلب کرنا پڑا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از سوال یہ عطیہ دیا گیا، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نبویہ کی ایک واضح دلیل ہے۔

تیسری خصوصیت نبوت ہے : "ورفعنالک ذکرک"۔

"اور ہم نے تیری خاطر تیرے نام کو بلند کیا"۔

بحر الکاہل کے مغربی کنارہ سے لے کر دریائے "ہوانگ ہو" کے مشرقی کنارہ تک کے رہنے والوں میں سے کون ہے، جس نے صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ اذان کی آواز نہ سنی ہو، جس نے رات کی خموشی میں "**أشھد أن لا الہ الا اللہ**" کے ساتھ "**أشھد أن محمداً رسول اللہ**" کی سریلی آواز کو جان بخش نہ پایا ہو۔

امام بغوی نے باسناد ثعلبی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے "**ورفعنا لک ذکرک**" کی حقیقت دریافت فرمائی، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتلایا کہ "**اذا ذکرتُ ذکرتَ معی**" (جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ تیرا بھی ذکر ہوگا)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد الٰہی میں

تلاوت، اذان، اقامت، تشہد و خطبہ مراد ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں۔

أغر عليه للنبوة خاتم
من الله مشهود يلوح ويشهد

وضم الاله اسم النبى مع اسمه
اذا قال فى الخمس المؤذن أشهد

وشق له من اسمه ليجله
فذو العرش محمود وهذا محمد

سبحان اللہ ! رفعت ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاسکتی ہے ہرگز نہیں، یہ اعلان صرف آپؐ کے نام ہی کا نہیں ہے بلکہ آپؐ کے کام کا اور آپؐ کے ہمہ گیر پیغام کا بھی اعلان ہے۔

"ورفعنالک ذکرک" والی شان دیکھئے :

بے شک یہ اعلیٰ خصوصیت ذکر صرف اس برگزیدہ ہستی کے نام کو حاصل ہے جس کی رفعت ذکر کا ذمہ دار خود رب العالمین ہے۔

اس لئے ارشاد ہوا "**لقدکان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ**" تم کو بہترین نمونہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات بابرکات ہی میں ملے گا" اور ارشاد ہوا" **وان لک لأجرا غیر ممنون ○ وانک لعلیٰ خلق عظیم** ○ (بے شک آپ کا اجر و ثواب نہ ختم ہونے والا ہے اور بلاشبہ آپ اخلاق کریمہ کی بلندیوں پر فائز ہیں)

کیا آپ نے کبھی غور فرمایا کہ اس کرۂ ارض پر ایک سکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا

جس وقت ہزاروں ، لاکھوں بلکہ کروڑوں مؤذن بیک وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توحید اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں ، اور یہ سلسلہ تاقیام قیامت جاری رہے گا۔ (ان شاءاللہ العزیز)

غرض مؤذنوں نے اذاں کیادی، خدا کی ساری خدائی میں اللہ کی توحید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ڈنکا بجادیا۔ اب اس آیت پر غور فرمائیے۔ " ورفعنالک ذکرک " (اور ہم نے بلند کر دیا آپؐ کی خاطر آپؐ کے ذکر کو) بے شک اس فضیلت علیا میں اور کوئی بھی بزرگوار حضورؐ کا سہیم ثابت نہ ہوا۔

بلغ العلی بکماله
کشف الدجی بجماله

حسنت جمیع خصاله
صلوا علیه وآله

اللهم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آله واصحابه أجمعین۔

آیئے اب ہم حضور اکرمؐ کی چند رفعت کمالات کو قرآن پاک کی روشنی میں دکھلاتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۱) "ماودعک ربک وماقلیٰ"۔

تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا، اور نہ تجھ سے ناراض ہوا۔

(۲) وللآخرة خیر لک من الأولیٰ۔

آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

(۳) ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔

تیرا رب تجھے اتنا کچھ دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

علمائے مفسرین کا اتفاق ہے کہ ابتدائے وحی کے بعد، کچھ دنوں کے لئے وحی رک گئی تھی۔ دراصل یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب صادق کی ترقی اور شوق کی زیادتی کے لئے تھا۔ زمان ہجر جب بڑھتا گیا تو اشتیاق صادق میں گوناگوں اضافہ ہوتا گیا۔

سرور عالمؐ کے دل میں خیالات کا ہجوم تھا کہ ابتداء تو اس دل ربانے کی ہے، اس نے خود اپنے پیام سے مجھے شاد کام فرمایا پھر اب یہ خاموشی کیسی، کیا مجھے اسی کیفیت میں، اسی تڑپ اور اسی سوز و گداز میں چھوڑ دیا جائے گا ؟ اور اس حالت کا خاتمہ آخر کب تک ہوگا۔ بالآخر انتظار کا زمانہ ختم ہوا۔ بارگاہ قدسی سے اعلان ہوا۔

والضحیٰ ، واللیل اذا سجیٰ ، ماودعک ربک وما قلیٰ ، وللآخرۃ خیر لک من الاُولیٰ ، ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔

"پیارے تودیع (چھوڑنا) کسے کہتے ہیں، قلی (ناراضی) کا ذکر کیا، جس مالک کی ربوبیت نے تجھے پالا پوسا ہے، جس نے از آدم تا ایں دم "**تقلبک فی الساجدین**" کے اطوار میں تیری نگہداشت فرمائی ہے، جس نے تیرے آبائے کرام اور امہات عظام کی ظہور و بطون کو پاک و طاہر رکھا ہے۔ جس نے ایام یتیمی میں تیری حفاظت در یتیم کی طرح کی ہے، جس نے کوہ حرا کو تیرے لئے طور بنا دیا ہے، جس نے تیرے پاک قلب کو "**نور علی نور**" کر دیا ہے، اس کی طرف سے "**وداع وقلی**" (چھوڑنا اور ناراض ہونا) ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر بارگاہ قدسی سے اعلان ہوتا ہے "**ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ**" اچھا اب ہم تمہیں ایک مژدہ روح پرور سے شاد کام کرتے ہیں یعنی اب آنے والا زمانہ گزرے ہوئے وقت سے خوش تر ہوگا۔

اقرأ باسم ربک الذی خلق ○ (اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا) تو یہ اس درسگاہ کی بسم اللہ اور ابتداء تھی، آئندہ معارف و حقائق کے

دروازے کھلے رہیں گے ، اور تم پر انوار و برکات کی بارش ہوگی اور تم پر نصرت و تائید کا نشان بلند ہوگا، فراوانی علوم اور کثرت مؤمنین کا نظارہ خوش آیند ہوگا۔ غرض یہ انتہاء بھی فضل و کمال اور عزت و اکرام پر ہوگی۔ پھر رب العالمین نے حضورؐ کے اصحاب کو بھی خلعت رضوان سے مشرف فرمایا۔ ارشاد ہوا :

"لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ"

(اللہ مومنوں سے رضامند ہوا، جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے)

رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوے)

ورضیت لکم الاسلام دینا (اور میں آپ کے لئے بحیثیت دین ، اسلام سے راضی ہوا) اس طرح رب العالمین کا وعدہ صادق پورا ہوا ، کہ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (تیرا رب تجھ کو وہ سب کچھ دے گا جس سے تو خوش ہوجائے گا)۔

غرض اس عزت افزائی کا مکمل نظارہ اہل لمان، یوم الدین کو ملاحظہ کریں گے جب کہ ان کے طلب و سوال اور وہم و گمان سے بھی سینکڑوں درجہ بڑھ کر انعامات کا نزول، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا۔ وماذلک علی اللہ بعزیز۔

چوتھی خصوصیت نبوتؐ : "وبالمؤمنین رؤوف رحیم" ہے۔ (اور وہ مومنوں پر بیحد مہربان (پیار کرنے والا) اور ان پر بار بار رحم کرنے والا ہے)

رؤوف کے معنی کامل العطوف (بیحد مہربان) اور رحیم کے معنی دائم الرحمۃ (ہمیشہ رحم کرنے والے کے) ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے "ان اللہ بالناس لرؤوف رحیم" اللہ تعالیٰ انسانوں پر بیحد مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے)۔

"رؤوف رحیم" کی شان دیکھئے :

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ امر نہایت شرف و عزت اور باعث تکریم ہے کہ یہ دو نام "رؤوف رحیم" جو اسی ترکیب کے ساتھ خود ذات باری تعالیٰ کے لئے استعمال ہوے ہیں، خود حضورؐ کے لئے بھی استعمال ہوے ہیں۔

یعنی خدائے محمود کی "رافت و رحمت" عوام الناس پر عام ہے اور حضورؐ کی "رافت و رحمت" مؤمنین کے لئے خاص ہے۔

حضرت حسانؓ کا شعر ہے :

وشق له من اسمه ليجله
فذو العرش محمود وهذا محمد

تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ حضورؐ کے اسی سے زیادہ ایسے اسماء گرامی ہیں جن کا توافق وتطابق اَسماء اللہ الحسنیٰ سے ہوتا ہے۔

غرض امت کے ساتھ سرور عالم کا یہ تعلق تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری ساری رات امت کے حق میں دعا فرماتے تھے، چھوٹے بچوں کو پیار کرتے، اور ان کو خود سلام کرتے، ان کے سر پر دست شفقت رکھتے، گلی میں کھیلتے ہوے بچوں کو اپنی سواری پر آگے پیچھے سوار کر لیتے، غلاموں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے، ان سب امور کا ظہور از راہ رأفت و رحمت ہوا کرتا، اور اس بلند ترین "رأفت و رحمت" کا ظہور حضور پاکؐ کے خصائص نبوت میں داخل ہے۔

"صلی اللہ علیہ وآلہ واُصحابہ وسلم"

پانچویں خصوصیت نبوت : "وما اُرسلناک الا کافة للناس" ہے (یعنی ہم نے تجھے جملہ نوع انسانی کے لئے بھیجا ہے)

یہ بات یاد رہے کہ حضرت آدمؑ تا عیسیٰؑ سارے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی

قوم کے لئے آئے تھے، اسی طرح ان کا پیغام بھی انہیں قوموں کے لئے تھا، وہ انبیاء و رسل علیہم السلام اس دنیا سے چلے گئے تو ان کا پیغام بھی ان قوموں کے ساتھ مٹ گیا اور کسی پیغمبرؑ نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ میں سارے عالم کے لئے آیا ہوں، یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ نے بھی یہی کہا ہم بنی اسرائیل کے لئے آئے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے " **واذ قال موسیٰ لقومه یٰقوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم** " یعنی موسیٰ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے ہی خطاب کیا ہے کہ تم مجھے کیوں ستا رہے ہو جب کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے جو کہا تھا وہ یہ ہے :

" **واذ قال عیسی ابن مریم یابنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم** "

کہ حضرت عیسیٰؑ نے بھی یہی فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم کے لئے تاقیام قیامت رسول بنا کر بھیجے گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے " **وما ارسلناک الا کافة للناس بشیراً ونذیراً** " ہم نے تجھے جملہ نوع انسانی کے لئے بھیجا ہے کہ آپ انہیں (انجام نیک کی) بشارت دیں اور (انجام بد) سے ڈرائیں۔

غرض جس طرح آپ رحمۃ للعالمین ہیں آپ کا پیغام بھی ساری کائنات کے لیے ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :

" **قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی له ملک السماوات والارض** " (اے نبی آپ سارے انسانوں سے کہہ دیجئے کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے)

غرض ! رب العالمین نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر آپ کو ذکر للعالمین (قرآن پاک) عطا فرمایا۔ " **صلی اللہ علیه وآله**

وأصحابه وسلم"

"وماأرسلناک الاکافة للناس" کی شان دیکھئے

کہ ان آیات بینات سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت روئے زمین کی ہر قوم اور ہر جنس کی طرف ہوی، کالے، گورے، رومی، حبشی، عرب، عجم ترک، تاتار، چینی، ہندی، سب آپؐ میں برابر کے حقدار ہیں، قرآن مجید نے کہا: "وماأرسلناک الاکافة للناس" (سبا) (یعنی اے محمدؐ! ہم نے تو آپ کو تمام انسانوں کے لیئے بھیجا ہے) دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے: تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً ○ (فرقان) (یعنی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر قرآن اتارا، تاکہ وہ تمام دنیا جہاں کو ہشیار کرے)

صحیحین میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ "مجھ سے پہلے نبی خاص اپنی قوم میں بھیجا جاتا تھا، اور میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں"۔ اس معنی کی بکثرت روایتیں حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی آئی ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام پیغمبروں کے حالات پڑھ جاؤ، ان سب کے پیروؤں کو ان کی زندگی میں خود انھیں کے قوم و ملک کے اندر محدود پاؤگے، لیکن آپؐ کے حلقہ بگوشوں میں خود آپؐ کی زندگی میں عرب کے علاوہ، سلمان عجمیؓ، صہیب رومیؓ، بلال حبشیؓ، سب کو پاؤگے، سلاطین عالم کے نام آپؐ کا دعوت نامہ بھی اسی تعمیم دعوت کی مستحکم عملی دلیل ہے۔

"صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم"

چھٹی خصوصیت نبوت: "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" ہے۔ خاتم یا خاتم کے معنی "ختم کرنے والا" اور "مہر لگانے والا" کے ہیں۔ چند احادیث سے ہم اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

(۱) "میری مثال اور دیگر انبیاء کی مثال ایک محل کی سی ہے، جسے خوب تر بنایا گیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی، دیکھنے والے آتے تھے، مکان کی عمدگی اور اس خالی جگہ کے متعلق تعجب ظاہر کرتے تھے، وہ میں ہوں جس نے اس خالی جگہ کو پر کر دیا ہے۔ میرے ذریعہ سے عمارت مکمل ہوی۔ اور میری ہی وجہ سے رسولوں کا سلسلہ ختم ہوا، اور وہ اینٹ میں ہوں، اور میں ہی خاتم الانبیاء ہوں

(۲) حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ : میرے کئی نام ہیں، میں محمدؐ ہوں، میں احمدؐ ہوں، میں ماحی ہوں، اللہ نے میرے ذریعہ سے کفر کو محو کیا، میں حاشر ہوں کہ لوگ قیامت میں میرے بعد اٹھائے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی اور نبی نہ ہوگا"۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " مجھے سب انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت ہے (یہ حضورؐ کی ذاتی فضیلت ہے) (۱) مجھے کلمات جامعہ عطا کئے گئے (۲) مجھے رعب اور دھاک سے مدد دی گئی، (۳) مال غنیمت ہم پر حلال کیا گیا (۴) روئے زمین کو ہمارے لئے مسجد اور سبب طہارت بنایا گیا (۵) مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا (۶) اور میری ذات پر انبیاء کا خاتمہ ہو گیا۔

(۴) حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا " لوگو یاد رکھو۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں"۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان الرسالۃ والنبوۃ قدانقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی" ۔(یعنی اب رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی، لہذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی"۔

(۶) حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں تیس شخص ایسے ہوں گے جو کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، **ولکن أنا خاتم النبیین لانبی بعدی ولا رسول بعدی** (لیکن میں نبیوں کو ختم کرنے والا "خاتم النبیین" ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میرے بعد کوئی رسول نہیں) غرض اس طرح بیسیوں احادیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ پر نبوت و رسالت کو ختم کیا گیا ہے۔

اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا کہ "**الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**"۔(یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل فرمادیا، نعمت کو اس امت پر عام فرمایا اور امت محمدیہ کے لئے اسلام سے بحیثیت دین کے راضی ہو گیا)۔

"**صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم**"

غرض یہ رعب و نصرت، یہ پیروؤں کی کثرت، یہ سجدہ گاہی عام، یہ اعجاز دوام، یہ جوامع الکلمی، یہ دعوت عمومی، یہ تکمیل دین، یہ آیات مبین، خود اس بات کے دلائل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس پر تمام پیغمبرانہ نعمتوں کا خاتمہ ہو گیا، اور نبوت و رسالت کا سلسلہ منتہی ہو گیا، اور اب دنیا کسی نئے آنے والے وجود سے مستغنی ہو گئی، اسی لئے قرآن پاک نے عہد نبوت کے سب سے بڑے مجمع حجۃ الوداع میں یہ اعلان عام کیا کہ "**الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم**

نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ) ۔(یعنی آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا")

یہ آیت جو نو ذی الحجہ ۱۰ھ کو نازل ہوی، اس بات کی بشارت تھی کہ نبوت جس کا مقصد دین کی عمارت میں کسی نہ کسی اینٹ کا اضافہ تھا، وہ آج تکمیل کو پہنچ گئی، لیکن اس سے پہلے ۵ھ میں بھی یہ بشارت ان الفاظ میں گوش گزار ہو چکی تھی کہ

"ماکان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین"

(احزاب) (یعنی "محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن خدا کے پیغمبر اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں")

"ختم" کے لغوی معنی کسی چیز کو اس طرح بند کرنے کے ہیں کہ نہ اس کے اندر کی چیز باہر نکل سکے، اور نہ باہر کی چیز اس کے اندر جاسکے ۔(لسان العرب) اسی مناسبت سے اس کا دوسرا معنی کسی شئے کو بند کر کے اس پر مہر لگادینے کا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے اندر سے نہ کوئی چیز باہر نکلی ہے، اور نہ کوئی باہر کی چیز اس کے اندر گئی ہے، اور چونکہ یہ عمل مہر سب سے آخر میں کیا جاتا ہے، اس لئے اس کے معنی انتہاء اور ختم کرنے کے آتے ہیں، قرآن مجید میں یہ معنی مستعمل ہوا ہے، مثلاً

"الیوم نختم علیٰ افواھھم" (یس) (آج قیامت کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگادیں گے (یعنی بند کر دیں گے کہ بول نہ سکیں)۔

یہاں ختم کے معنی بند کر دینے کے بالکل ظاہر ہیں۔

"ختم الله علی قلوبھم" (بقرہ) (خدا نے ان کافروں کے دلوں پر مہر لگادی ہے، یعنی ان کے دلوں کے دروازے بند کر دیئے ہیں)۔ کہ باہر سے جو نصیحت اور ہدایت کی باتیں وہ سنتے ہیں، وہ ان کے دلوں کے اندر نہیں گھستیں اور بے اثر

رہتی ہیں۔

"**وختم علیٰ سمعه وقلبه**" (جاثیہ) (اور خدا نے اس کے کان اور دل پر مہر لگادی، یعنی اس کے کان اور دل بند کر دئے)۔ کہ اس کے کان کے اندر دعوت رسول کی آواز، اور اس کے دل کے اندر اس آواز کا اثر نہیں جاتا۔

"**یسقون من رحیق مختوم**" (مطففین) (اہل جنت پلائے جائیں گے وہ شراب جس پر مہر لگی ہوگی)۔

یعنی وہ سربمہر بند ہوگی، جو اس بات کا ثبوت ہوگا کہ یہ خالص شراب ہے، یہ کھلی نہیں کہ اس کے اندر کی خوشبو باہر نکل گئی ہو، اور نہ اس کے اندر، باہر سے کوئی چیز کسی نے ملادی ہے جس سے اس کی تیزی کم ہو گئی ہو، اسی کے بعد یہ آیت ہے۔

"**ختامه مسک**" (مطففین) (اس کی مہر مشک ہوگی" یا" اس شراب کا آخر مشک ہوگا)

یعنی اس کا ہر گھونٹ پینے کے بعد مشک کی بو اس میں سے نکلے گی، یا یہ معنی کہ بوتل یا صراحی کا منہ انتہائی صفائی اور نزاہت کی غرض سے دنیا کی طرح مٹی، لاکھ یا موم کے بجائے مشک خالص سے بند ہوگا۔

غرض لفظ "ختم" کے عمومی اور مشترک معنی کسی چیز کے بند کرنے کے ہیں، لفظ "خاتم" کی دو قراءتیں ہیں۔ ایک قراءت خاتم (بکسر التاء) کی ہے، جس کے معنی ختم کرنے والے، اور بند کرنے والے کے ہوے، اور دوسری قراءت "خاتم" (بفتح التاء) کی ہے جس کا معنی ہے وہ جس کے ذریعے سے کوئی شئے بند کی جائے، اور اس پر مہر لگائی جائے تاکہ وہ کھولی نہ جاسکے اور نہ اس کے اندر کوئی چیز باہر سے جاسکے۔ الغرض دونوں حالتوں میں آیت پاک کا حاصل معنی ایک ہی ہوگا کہ "آپ کا وجود پیغمبروں کے سلسلہ کو بند کرنے والا، اور ان پر مہر لگادینے والا ہے کہ پھر آئندہ کوئی نیا شخص اس جماعت میں داخل نہ ہوسکے۔

اس آیت پاک کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے وہ ظاہری باپ نہیں ہیں جس کے رشتہ کی بناء پر وراثت اور حرمت نکاح وغیرہ کے احکام جاری ہوتے ہیں، بلکہ وہ روحانی باپ (رسول اللہ ہیں) اور سب سے آخری روحانی باپ (خاتم النبیین) ہیں، اس لئے باپ ہونے کے ظاہری احکام کے بغیر، آپ سے وہی پدرانہ محبت رکھنی چاہیئے، اور اسی طرح آپ کی پدرانہ اطاعت کرنی چاہیئے۔

احادیث صحیحہ میں لفظ "خاتم النبیین" کی تشریح بالکل صاف اور واضح ہے۔ مسند احمد میں حضرت ثوبانؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد تیس کے قریب جھوٹے نبی پیدا ہوں گے۔ "**وانی خاتم النبیین لانبی بعدی**" (بہ تحقیق میں نبیوں کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)۔ "**لانبی بعدی**"، "**خاتم النبیین**" کی تفسیر و تشریح صحیح مسلم اور نسائی میں ہے: **وختم بی النبیون** (اور انبیاء کو مجھ سے ختم کیا گیا)۔ سنن دارمی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا "**أنا خاتم النبیین ولا فخر**" میں پیغمبروں کا خاتم ہوں اور اس پر فخر نہیں")

آپؐ کا خاتم نبوت ہونا کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا، بلکہ یہ آپؐ کی وہ خصوصیت تھی، جو آپؐ کے لئے روز ازل سے مقرر ہو چکی تھی۔

"**انی عبداللہ وخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینہ**" (یعنی میں خدا کا بندہ اور خاتم انبیاء تھا، جب کہ آدم ہنوز اپنے عنصر خاکی میں پڑے تھے)۔ (کنزالعمال۔ فضائل)۔

حضرت علیؓ کو جب آپؐ نے اہل بیت کی نگرانی کے لئے مدینہ میں چھوڑ کر تبوک جانا چاہا اور حضرت علیؓ نے ہمرکاب نہ ہونے پر ملال خاطر ظاہر کیا تو آپ نے ان کو تسلی دی، اور فرمایا: "**ألا ترضیٰ أن تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا أنہ لانبی بعدی**" (کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میں اور مجھ میں وہ

نسبت ہو جو ہارون اور موسیٰ میں تھی، الا ایں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)

غرض ختم نبوت کے بعد اب جو نعمت اہل ایمان کے لئے باقی رہ گئی ہے وہ صرف دو ہیں، "رویائے صالحہ" اور "الہام" لیکن چونکہ نبی کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں، اور نہ اس کی سچائی کی کوئی قطعی شہادت موجود ہے، کہ اس سے کوئی احکام ثابت کر سکیں، بلکہ وہ صرف خوش خبریاں ہوتی ہیں یعنی امر غیب اور مستقبل کے کچھ اطلاعات اور مناظر۔

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے مرض الموت میں حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھایا، حضرت ابو بکرؓ امام تھے، اور صحابہ کرامؓ پیچھے صف بستہ تھے اس وقت یہ آخری اعلان فرمایا۔

یاأیھا الناس لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم أوتریٰ لہ ("اے لوگو! نبوت کی خوشخبریاں (غیبی ذرائع علم و خبر) میں سے اب کوئی چیز باقی نہیں رہی، لیکن ایک "رویائے صالحہ" جو مسلمان اپنے متعلق آپ دیکھے، یا کوئی دوسرا اس کے متعلق دیکھے")۔

اس سے صاف اور واضح ہو گیا کہ رویائے صالحہ شخصی احوال و مناظر سے متعلق ہے، وہ قطعاً احکام نہیں ہو سکتے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن مجلس نبوی میں خدام حاضر تھے، آپؐ نے فرمایا "**ان الرسالۃ والنبوۃ قدانقطعت فلا رسول بعدی ولانبی**" (رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا لہذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی)۔

غرض یہ تمام حدیثیں حقیقت میں اس آیت کی تفسیر ہیں "**الا ان أولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ الذین آمنوا وکانوا یتقون ○ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ**" (ہاں اولیاء اللہ کو کوئی خوف

اور نہ غم ہوگا، جو ایمان لائے اور تقویٰ کرتے رہے، اور ان کو دنیا و آخرت میں بشارت ہے)۔

صحابہؓ نے پوچھا کہ دنیا میں ان کے لئے بشارت کیا ہے؟ فرمایا "رویائے صالحہ" اس آیت پاک سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ ان مبشرات کے حصول کا ذریعہ "ایمان اور تقویٰ کی تکمیل" ہے، اور دوسری یہ کہ ایسے لوگوں کا نام، جن کو یہ مرتبہ حاصل ہوا "اولیاء اللہ" ہے اور اس لئے ان کے اس رتبہ کا نام "ولایت" ہے۔

کیونکہ اب ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہو چکا، دین کی تکمیل ہو چکی، دنیا میں خدا کا آخری پیغام (قرآن مجید) دعوت محمدؐ کے ذریعہ سامعہ نواز ہو چکا، معمار قدرت اپنی عمارت میں اس آخری پتھر کو اپنی جگہ پر رکھ کر اپنی تعمیر پوری کر چکا، درجہ بدرجہ ستاروں کے طلوع کے بعد، وہ خورشید انور طالع ہوا جس کے لئے غروب نہیں، اور طرح طرح کی بہاروں کے آنے کے بعد، باغ کائنات میں وہ سدا بہار موسم آگیا جس کے بعد پھر خزاں نہیں۔

"اللھم صل علی محمد وآلہ وأصحابہ وسلم"۔

ساتویں خصوصیت نبوت : "انا أعطیناک الکوثر" ہے۔ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں، کثرت بالائے کثرت، فراوانی بیش از فراوانی اور افزونی کے معنی میں "کوثر" کا اطلاق ہوتا ہے۔

سعید بن جبیر نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت کی ہے کہ کوثر کا معنی وہ خیر کثیر ہے، جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے، جو جنت میں ہے، سعیدؒ نے جواب دیا ہاں وہ جنت والی نہر بھی تو اسی خیر کثیر میں سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے

حضورؐ کو عطا فرمایا ہے"۔

یاد رہے "کوثر" یعنی اس خیر کثیر کے بارے میں بہت ساری باتیں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے چند اہم یہ ہیں :

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت جامعہ "کافۃ للناس"، دعوت کاملہ "تکمیل دین" اور ہدایت عامہ "اسوہ حسنہ" عطا کی گئی تھی، جو کسی نبیؑ و رسول کو نہیں دی گئی۔ اس لئے امت محمدیہ اسی نبوت کے ثمرات میں سے ہے۔

ارشاد خداوندی ہے "من یطع الرسول فقد اُطاع اللہ" (یعنی جس نے رسولؐ اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی)۔

اور اسی نبوت کے گلہائے رنگیں میں سے ہے کہ "وما اُرسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" (یعنی ہم نے جو رسول بھیجا ہے وہ اس لئے کہ اس کی اطاعت ہمارے اذن کے تحت کی جائے)۔

صاحب کوثر وہی ہیں جن کی اطاعت کا امر الٰہی جاری ہوا ہے۔

صاحب کوثر وہی ہیں جن کی اطاعت کو اطاعت خداوندی فرمایا گیا ہے۔

صاحب کوثر کی نبوت وہی نبوت ہے، جس کی قدامت تاریخ بشر سے پہلے کی ہے، اور جس کی نہایت، انتہائے عالم سے ملی ہوی ہے۔ رب العالمین کے کلام پر غور کرو "شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو" (یعنی اللہ کی شہادت ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں)۔ اور ارشاد ہوا "واللہ یعلم انک لرسولہ" (اور اللہ کی یہ بھی شہادت ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں)۔

جب رب العالمین خود یہ شہادت دے رہا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو نبوت محمدیہؐ اور رسالت مصطفویہؐ کے "خیر کثیر" ہونے میں کیا کلام رہ جاتا ہے ؟

(۲) کوثر سے مراد اسلام ہے، وہی اسلام جس کے سوا اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کے

حضور میں مقبول ہی نہیں ، "ان الدین عنداللہ الاسلام ، ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ "یہی اسلام سعادت دارین کا جامع اور فلاح ثقلین کا ذخیرہ ہے۔اور اسی اسلام کا اعلان سارے انبیاء کرام نے فرمایا ہے

(۳) کوثر سے مراد کثرت امت محمدیہ ہے ، جو حد و عدد کے احاطہ سے باہر ہے اور ہر آن و زمان ترقی پذیر ہے۔

(۴) کوثر سے مراد قرآن مجید اور فرقان حمید ہے :

یہ اللہ کی کتاب حقائق و معارف سے مملوء ہے ، اور یہ کتاب عظیم کوثر علوم ہے ، یہی کتاب مطلع انوار اور مخزن اسرار ہے ، قرآن پاک ہمارے آقا و مولا سید عالمؐ کا معجزہ ہے ، اور یہ معجزہ زندۂ جاوید اور ابدی ہے۔

(۵) اور کوثر سے مراد ، فضائل کثیرہ اور محامد جمیلہ ہیں ، آپ ہی سید کثیر الخیر ہیں ، آپ ہی سید ولد آدم ہیں ، آپ ہی یٰس و طٰہٰ ہیں آپ ہی مدثر و مزمل ہیں ، آپ ہی سراج منیر ہیں ، آپؐ ہی وہ عبد کامل ہیں کہ انسانیت کو تخت سیادت پر بٹھلایا۔الغرض عطیۂ کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے ، اور امید ہے کہ ہم گناہگاروں کو حضورؐ قیامت میں اپنے جمال مبارک سے شاد کام فرمائیں گے اور اپنے جام کوثر سے ہم عاصیوں کو سیراب فرمائیں گے۔

اللھم اجعلنا منھم (آمین)

آٹھویں خصوصیت نبوت : "وما أرسلناک الا رحمۃ للعالمین " ہے (یعنی ہم نے تجھے سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) رحمت کے معنی پیار ، ترس ، دیا ، ہمدردی ، غمگساری اور خبر گیری کے ہیں ، اب اندازہ کرو اس مقدس ہستی کا ، جس کو سب سے پیار ہے ، جو سب پر ترس کھاتا ہے ، جو ہر ایک کا ہمدرد و

غمگسار ہے جس کی محبت عام ہے، جس کے چشمۂ فیض سے سب سیراب ہوتے ہیں۔

رحمۃ للعالمین کی شان دیکھو کہ رب العالمین نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بناکر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ، جس طرح پروردگار کی الوہیت عام ہے اور اس کی ربوبیت سے کوئی چیز بھی لاتعلق نہیں رہ سکتی، اسی طرح رسول کریمؐ کی تعلیمات و تفہیمات سب کے فائدہ کے لئے ہیں، اور کوئی شئے بھی حضورؐ کی رحمت سے خود کو مستثنیٰ اور مستغنی ثابت نہیں کر سکتی۔

شاید کسی بے فکرے کا یہ کہہ دینا آسان ہو کہ اسے سورج اور گرمی کی احتیاج نہیں، لیکن ایک عالم اور سمجھدار کے لئے یہ کہنا سخت دشوار ہے کہ اسے تعلیمات محمدیؐ کی مطلقاً حاجت نہیں۔

دنیا اور دنیا کی قومیں غور کریں کہ نبوت محمدیہ کے بعد، کیونکر انہوں نے حضورؐ کی تعلیمات کا اقتباس بالواسطہ یا بلاواسطہ طریق سے کیا ہے، اور کیا کیا بھیس بدل کر اس خرمن حیات سے خوشہ چینی کی ہے۔

آؤ حضور کی سیرت پر غور کرو، اور حضورؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا مفہوم اس سیرت پاک سے سمجھنے کی سعی و کوشش کرو۔ آپؐ کی "رحمۃ للعالمین" کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) "رحمۃ للعالمین" وہ ہے، جس نے دشمن کو بھی دوست بنالینے کی تدبیر سکھائی۔ **ادفع بالتی ھی أحسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کأنہ ولی حمیم** ○ (یعنی برائی کی مدافعت خوبی و نیکی سے کرو، پھر تمہاری عداوت والا بھی، تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا)۔

(۲) "رحمۃ للعالمین" وہ ہے جس نے رہبانیت کو حرام قرار دیا۔ **ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبناھا علیھم** (یعنی رہبانیت لوگوں کی خود ساختہ اور من گھڑت ہے، اللہ نے تو اسے ان پر کبھی فرض نہیں کیا اور۔ **لا رھبانیۃ فی**

الاسلام (یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں) کے ارشاد سے انسانیت کو تمدن و ثقافت کا تاج پہنایا۔

(۳) "رحمۃ للعالمین" وہ ہے، جس کی نگاہ میں رومی، یونانی، مصری و سوڈانی، ہندی و چینی سب مساوی ہیں، جس کے دربار میں بلال حبشیؓ، فیروز خراسانیؒ، سلمان فارسیؓ، صہیب رومیؓ اور عدی طائیؓ پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔

(۴) "رحمۃ للعالمین" وہ ہے جس نے اقوام و ممالک عالم کو صحیح دین کی تعلیم سے روشناس فرمایا۔

"فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم" (یعنی اللہ کی پیدا کردہ فطرت جس پر انسانی سرشت بنائی گئی ہے، اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں، اسی کو دین قیم [یعنی فطری دین] کہتے ہیں۔

(۵) "رحمۃ للعالمین" وہ ہے جس نے عورت کو مقام بلند عطا فرمایا۔ اسلام سے قبل اسی عورت کو اناج، غلہ، روپیہ پیسہ کی طرح دان میں دیا جاتا تھا اور کہیں عورت کو بے روح بتلایا جاتا تھا یا کبھی عورت کو مجسم شیطان سے تعبیر کیا جاتا تھا اور کہیں اسے صرف اغراض شہوانی کا آلہ قرار دیا گیا تھا، اور اسی طرح اسے کہیں بے جان زمین کی طرح مردوں کا آلۂ کار بنا دیا گیا تھا۔ رحمت عالم نے آکر اعلان کیا "**ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف**" (یعنی جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے ہی معروف طریقہ پر عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں) اور فرمایا "**النساء شقائق الرجال**" (یعنی عورتیں مردوں ہی کا ایک جزء اور حصہ ہیں) اور فرمایا عورتیں مردوں کے لیے گل و ریحان ہیں) اور مردوں کو تنبیہ فرمائی کہ **فاتقوا اللہ فی النساء** (یعنی عورتوں کے معاملات میں تقوائے الٰہی سے کام لینا)۔

سرور دوعالمؐ نے اس مظلوم عورت کو جو تحت الثریٰ میں گری ہوی اور ظلم وجور کا شکار تھی، اٹھاکر آسمان کی بلندیوں پر پہنچایا، ارشاد ہوا کہ " **وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ** " (یعنی دنیا کی بہترین نعمت نیک عورت ہے) ۔ اور ماں کے مقام کو اوج ثریا کا رتبہ دیا کہ " **الجنۃ تحت أقدام الأمھات** " (یعنی جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے) "صلی اللہ علیہ وسلم"

(۶) " **رحمۃ للعالمین** " وہ ہے، جس نے انسانیت کے درجہ رفیع اور مقام بلند کو (دولت ولباس میں نہیں) بلکہ صرف ایمان وعمل صالح اور علم ومعرفت خداوندی میں رکھا " **یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین أوتوا العلم درجات** " (یعنی اللہ درجے بلند کرتا ہے، ان کے جو تم میں سے ایمان لاچکے ہیں، اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے) اور فضیلت علمی کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

" **فضل العالم علی العابد کفضلی علی أدناکم** " (یعنی عالم دین کی فضیلت عابد پر اتنی ہے، جتنی میری فضیلت ادنیٰ امتی پر ہے)

(۷) " **رحمۃ للعالمین** " وہ ہے، جس نے وراثت کی قدیم اور بری رسم کو توڑا (یعنی وہ رسم یہ تھی کہ میت کا ورثہ خاندان کے صرف ان لوگوں کو ملے گا جو تلوار اور نیزہ اٹھاسکتے ہیں، اور یہ کہ عورت اور معصوم بچے، بیٹی، بہن کا وراثت میں کوئی حق نہیں) ۔ سرور عالمؐ کے اعلان کے مطابق، ایک عورت کو باپ کی جائیداد سے بوجہ بیٹی ہونے کے، بھائی کی جائیداد سے بوجہ بہن ہونے کے، شوہر کی جائیداد سے بوجہ بیوی ہونے کے اور اولاد کی جائیداد سے بوجہ والدہ ہونے کے متعدد حصہ ملتا ہے اور اس قانون توریث کو بعد کی قوموں نے اپنایا۔

(۸) " **رحمۃ للعالمین** " وہ ہے، جس نے غلامی کے داغ کو مٹایا، اور غلام کو

حق مکاتبت بخشا اور اسلامی سلطنت کی آمدنی صدقات میں آٹھواں حصہ، غلامی کے مٹانے کے لئے مقرر فرمایا، اور آقاؤں سے کہا کہ "عتاق من النار" اس طرح غلام کو آقا کے برابر حقوق عطا فرما کر، آقا کو غلام کا مولیٰ اور غلام کو آقا کا مولیٰ ٹھیرایا۔ غرض اسلام نے چھوت چھات اونچ نیچ کے فرق کو مٹایا، اور کہا کہ سب کی جان و مال کی یکساں حرمت ہے، معاشرت و تمدن میں سب برابر ہیں، اور ادنیٰ سے ادنیٰ شخص قابلیت کی بنیاد پر سلطنت دنیوی اور امامت دینی کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔

اب اس دلچسپ و دل ربا مضمون کو ہم بایں الفاظ ختم کرتے ہیں کہ "رحمة للعالمین" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف خصوصیت ہی نہیں، بلکہ آپؐ کے لئے یہ بطور اسم اور علم کے استعمال ہوا ہے، یہ نام کسی غیر کا تجویز کردہ نہیں ماں باپ کا رکھا ہوا نہیں، کسی شاعر کے تخیل کا نتیجہ نہیں، اور کسی فدائی کا جوش محبت میں کہا ہوا فقرہ نہیں، بلکہ یہ ایک حقیقت ہے، اور اس حقیقت کا انکشاف حق سبحانہ وتعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ "وما ارسلناک الا رحمة للعالمین" اور "وبالمؤمنین رؤوف رحیم" غرض یہ ایک نوید و بشارت ہے جو ساری مخلوقات کو شیفتۂ احسانات الٰہیہ بناتی ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ أجمعین۔

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں، کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے، کہ یہ عالم پسند آیا

(ب) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات

(احادیث شریفہ کی روشنی میں)

(یعنی وہ خصوصیات جو صرف آپؐ کو عطا ہوئیں، اور دوسرے انبیاءؑ کو

مرحمت نہیں ہوئیں ۔اور ان امتیازی خصوصیات کو ہم "حدیث" کی روشنی میں لکھتے ہیں):

صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"أعطيت خمسا لم يعطهن أحد قبلي : نصرت بالرعب مسيرة شهر وجعلت لي الأرض مسجدا وطهورا , فأيما رجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل , وأحلت لي الغنائم ولا تحل لأحد من قبلي , وأعطيت الشفاعة , وكان النبي يبعث الى قومه خاصة وبعثت الى الناس عامة"

"مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں۔

(۱) ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر میرا رعب طاری ہوجاتا ہے۔

(۲) ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی ہے اور جو جہاں چاہے وقت ہونے پر نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۳) غنیمت کا مال میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے جو پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھا۔

(۴) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

(۵) پہلے نبی اپنی قوم کے لئے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کے لئے نبی بن کر آیا ہوں"۔

دوسری روایت میں ہے " فضلت على الأنبياء بست " اس میں "أعطيت جوامع الكلم" اور "ختم بي النبيون" کا اضافہ ہے (یعنی مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے، اور مجھ پر نبوت ختم کی گئی ہے)

اور ایک روایت میں "أعطيت مفاتيح خزائن الارض" کا ذکر ہے یعنی "ساری زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔حدیث کی تشریح حسب

ذیل ہے :

اول "نصرت بالرعب" ہے۔ یہ وہ نصرت الٰہیہ تھی جو رعب بن کر حضورؐ کی حشمت و عظمت کو دو بالا کر رہی تھی۔ نبوت و رسالت کے پورے عرصہ میں یہ رعب (وہیبت) کافروں و مشرکوں پر چھایا ہوا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے وہ دو قسم کے تھے، یا تو وہ بظاہر کمزور اور بے یار و مددگار تھے، اور ان کو دنیاوی طاقت کا کوئی حصہ عطا نہیں ہوا تھا، پیغمبروں کی بڑی تعداد ایسی ہی تھی۔ دوسرے وہ انبیاءؑ ہیں جن کو دنیا کی ظاہری طاقت بھی ملی تھی، اور وہ صرف چند ہیں۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ، مگر ان میں سے کسی کو بھی آپ کی طرح رعب و ہیبت کا انعام عطا نہیں ہوا تھا اور تاریخ اس بیان پر شاہد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز گو ایوبیؑ بیچارگی اور مسیحیؑ غربت سے ہوا مگر انجام موسوی طاقت، داؤدی سلطنت اور سلیمانی شان و شکوہ پر ہوا، اور ان سب کی طرح آپؐ کی بھی تمام تر قوت و طاقت، رعب و ہیبت، سب خدا کی راہ میں صرف ہوئی، اس سے گم گشتوں نے راستہ پایا، بھولوں نے یاد کیا، سننے والوں نے سنا، اور یہ اثر پیدا ہوا کہ آپؐ جس راستہ سے نکل جاتے، گناہگار اور مجرم سر اطاعت خم کر دیتے، اور اپنی سیاہ کاریوں پر ندامت کا اظہار کرتے تھے، متعدد احادیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے فتح و نصرت، رعب وہیبت کے ذریعہ بخشی گئی، یہاں تک کہ میری دھاک ایک مہینے کی مسافت تک کام کرتی ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں فنون جنگ پر بحث کرتے ہوئے نہایت خوبی سے بتایا ہے کہ لڑائیوں میں کسی ایک فریق کو جو فتح ہوتی ہے وہ اسی وقت ہوتی ہے، جب دوسرے فریق پر پہلے "خداداد" مرعوبیت چھاجاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو یہ شرف اس لئے عطا ہوا، تاکہ

مزید خون ریزی کے بغیر ملک میں امن و امان اور سکون و اطمینان پیدا ہو جائے اور صدائے حق کے لئے راستہ صاف ہو جائے، قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس وصف کے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا " **سألقی فی قلوب الذین کفروا الرعب** " (انفال) (عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا)۔

چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا، اور قرآن مجید نے شہادت دی " **فقذف فی قلوبھم الرعب** " (احزاب وحشر) (اور خدا نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا)۔ چنانچہ بڑے بڑے دل گردہ کے بہادر زہر میں تلواریں بجھا بجھا کر آئے، مگر روئے روشن پر نظر پڑی تو کانپ کر رہ گئے، بڑے بڑے سرکش قبائل آپؐ کا نام سن کر دم بخود ہو جاتے تھے، مدینہ کے آس پاس کے یہود جو بڑے بڑے قلعوں میں بیٹھ کر فرمانروائی کرتے تھے اور جن کو اپنی فوجی طاقت اور جنگی ساز و سامان پر ناز تھا، جب انہوں نے سرتابی کی، بے لڑے بھڑے آپؐ کے سامنے اطاعت کی گردن ڈال دی، خیبر کے قلعہ نشین یہودی سب سے زیادہ مضبوط تھے، جب ایک صبح کو ان کے قلعوں کے سامنے دفعتاً لشکر اسلام ظاہر ہوا تو ان کے منہ سے چیخ نکل گئی کہ " محمدؐ کا لشکر "۔ ابو سفیان جو بار بار ایک فریق مقابل کی حیثیت سے میدان جنگ میں فوجوں کے پرے لگاتا رہا، فتح مکہ کے دن جب حضرت عباسؓ اس کو لے کر اسلام کے موجزن دریا کا نظارہ دکھا رہے تھے اور رنگ رنگ کے علم نگاہوں کے سامنے سے گزر رہے تھے تو ہر نئے دستے اور نئے علم کو دیکھ کر کانپ کانپ جاتا تھا۔ بایں ہمہ اس مجسمۂ ہیبت کا حال کیا تھا، ناآشنا ڈرتے تھے، اور وہ ان کو تسکین دیتا تھا، بے خبر اس سے رعب کھاتے تھے، اور آگاہ پروانہ تھے کہ " **محمد رسول اللہ والذین معہ أشداء علی الکفار رحماء بینھم** (فتح) (محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کافروں پر بھاری، اور آپس میں رحم دل ہیں)۔

ایک بدوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جیسے ہی

چہرۂ مبارک پر نظر پڑی کانپ گیا، فرمایا : ڈرو نہیں، میں بادشاہ نہیں، میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں، جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔

حضرت مخرمہؓ صحابی نے اپنے بیٹے مسورؓ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانے میں ہیں، آپؐ کو آواز دو، وہ ہچکچانے لگے، باپ نے کہا۔ جان پدر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبار نہیں، یہ ہیبت، یہ وقار، یہ دبدبہ، یہ رعب، تیغ و سنان کی چمک، فوج و لشکر کے تلاطم، جلادوں کی صف بندی اور تیغ بکف سپاہیوں کی نمائش سے پیدا نہیں ہوا، بلکہ وہ خدائی رعب تھا، جو آپؐ کو عطا کیا گیا تھا۔

دوم : "سجدہ گاہ عام"

اسلام کے علاوہ جس قدر مذاہب ہیں، وہ مراسم عبادت کے ادا کرنے کے لیے چند چہار دیواریوں کے محتاج ہیں، گویا ان کا خدا انہیں کے اندر بستا ہے۔ یہود اپنے صومعوں اور قربان گاہوں سے باہر نہ خدا کو پکار سکتے ہیں اور نہ قربانی کے نذرانے پیش کر سکتے ہیں، عیسائی اپنے کنیسوں کے بغیر خدا کے آگے نہیں جھک سکتے، یہاں تک کہ بت پرست قومیں بھی اپنے بت خانوں ہی کی چہار دیواریوں کے اندر اپنے دیوتاؤں کو خوش کر سکتی ہیں، لیکن اسلام کے عالمگیر مذہب کا خدا اس آب و گل اور سنگ و خشت کی چہار دیواریوں میں محدود نہیں، وہ ہر جگہ ہے "**وھو معکم أینما کنتم**) اور ہر جگہ سے اس کو پکارا جا سکتا ہے، کوہ و صحرا، خشکی و تری، مسجد و محراب وہ ہر جگہ ہے، اور ہر جگہ اس کے سامنے سجدہ کیا جا سکتا ہے، وہ جس طرح مسجدوں کے اندر ہے، مسجدوں کے باہر بھی ہے، اس کی عبادت و قربانی مشرق و مغرب ہر جگہ گزاری جا سکتی ہے کہ "**أینما تولوا فثم وجه الله**" (تم جدھر منہ پھیرو ادھر ہی خدا کا منہ ہے)

ہر جا کنیم سجدہ بآں آستاں رسد

آپؐ نے ارشاد فرمایا، میرے لئے تمام روئے زمین سجدہ گاہ بنائی گئی ہے، یہ مسئلہ ہرچند ایک معمولی بات معلوم ہوتا ہے، مگر اس کے اندر وہ صداقت پنہاں ہے، جو اسلام کی عالمگیری اور اس کے آخری مذہب ہونے کا اعلان عام کرتی ہے۔

اس طرح حضورؐ کے لئے روئے زمین پاک و طہور بنائی گئی ہے اور اب یہ نعمت بھی صرف حضورؐ کی امت کے لئے خاص ہے۔ طہور سے مراد وضو ہے، اطراف بدن کا ہدایت شرعی کے مطابق دھونا وضو کہلاتا ہے، وضو نماز کے لئے شرط ہے۔ اگر یہ شرط پانی سے پوری نہ ہو تو مٹی سے پوری کی جائے گی، کیونکہ انسان مٹی ہی سے بنا ہے، مٹی ہی اس کی اصل ہے، بالآخر اس کو مٹی ہی بن جانا ہے۔ مٹی ہی مخلوقات کا گہوارہ ہے، اس مٹی ہی سے کائنات ارضی اپنی خوراک حاصل کرتی ہے، اس لئے اس مٹی ہی کو طہور بنادیا گیا ہے۔

الغرض یہ خصوصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے کہ حضورؐ نے تراب روئے زمین کو ہمارے لئے پاک بنادیا ہے، تاکہ بندہ اپنے پروردگار سے کبھی بھی دور و مہجور نہ ہونے پائے۔

سوم : حلت مغانم

پہلے انبیاء خصوصاً انبیاء بنی اسرائیل کی فتوحات میں جس قدر مغانم (مال غنیمت) حاصل ہوتے تھے ان کو نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سب سے پہلے غزوۂ بدر میں مال غنیمت حاصل ہوا، مال غنیمت جمع ہوا، اور تقسیم بھی کیا گیا، لیکن پھر بھی لشکر اسلام میں بعض نے "سابقہ امت کی نظیر پر" یہ خیال کیا کہ آیا یہ حلال بھی ہے کہ نہیں، یہ دار صل شبہ تھا جس کے ازالہ کے لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

"لولاکتاب من اللہ سبق لمسکم فی ماأخذتم عذاب عظیم ○ فکلوا

مما غنمتم حلالاً طیبا (اگر اللہ تعالیٰ کی طرف پہلے کتاب میں ایسا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے وصول کیا ہے، اس کے لئے تم پر بڑا عذاب ہوتا، اب تم غنیمت کو حلال و طیب سمجھ کر کھاؤ)۔

دوسری جگہ اس طرح ارشاد ہوا :

وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تأخذونھا فعجل لکم ھذہ وکف أیدی الناس عنکم ولتکون آیۃ للمؤمنین ویھدیکم صراطا مستقیما ○ وأخری لم تقدروا علیھا قد أحاط اللہ بھا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا ○ (فتح) (یعنی اللہ نے تم سے مغانم کثیرہ کا وعدہ کیا جن کو تم حاصل کروگے، لہذا تم کو (اس نے) یہ چیز جلد ہی دے دی، یعنی (خیبر) اور دشمنوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا، تاکہ مؤمنین کے لئے یہ ایک نشانی ہو، اور تم کو اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر چلائے گا، اور یہ دیگر مغانم پر تمہیں (اب) قدرت حاصل نہیں، جن کو اللہ نے احاطہ کر رکھا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے)۔

یہ مغانم کثیرہ ہی ہیں جو سلطنت ہائے ایران و روم پر فتوحات حاصل کرنے میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔ چونکہ یہ وعدہ مؤمنین کو مخاطب فرما کر کیا گیا تھا۔ اس لئے اس وعدہ کا ایفاء بھی خلافت راشدہ کے وقت میں ہوا۔ جب کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عالم بقاء کو سدھار گئے تھے۔

یاد رہے کہ یہی ایک وعدہ نہ تھا، بلکہ مؤمنین سے تین وعدے کئے گئے تھے۔ دوسرا وعدہ یہ تھا کہ دشمن کے ہاتھ تم سے دور رہیں گے۔ اس وعدہ کے مطابق خلافت راشدہ کے وقت کوئی دشمن اسلامی فوجوں پر غالب نہ آسکا۔

اور تیسرا وعدہ "صراط مستقیم" کا تھا، اور وہ بھی اپنی ظاہری و باطنی برکات کے ساتھ اسی طرح پورا ہوا، جس طرح پہلے دو وعدے پورے ہوئے، اس آیت مبارکہ سے مجاہدین عہد خلافت راشدہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ

حلت مغانم تاقیام قیامت باقی رہے گی۔

چہارم : عطائے منصب شفاعت

عرصۂ دار و گیر محشر میں جب جلال الٰہی کا آفتاب پوری تمازت پر ہوگا اور گنہگار انسانوں کو امن کا کوئی سایہ نہیں ملے گا، اس وقت سب سے پہلے فخر موجودات، باعث خلق کائنات، سید اولاد آدم، خاتم الانبیاء و رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں میں لوائے حمد لے کر، اور فرق مبارک پر تاج شفاعت رکھکر گنہگاروں کی دستگیری فرمائیں گے۔

لفظ "شفاعت" اصل لغت میں "شفع" سے نکلا ہے، جس کے معنے جوڑا بننے، ایک کے ساتھ دوسرے کے ہونے کے ہیں، چونکہ اصل میں شفاعت یہی ہے کہ کسی درخواست کنندہ اور عریضہ گزار کے ہم آہنگ ہو کر، کسی بڑے کے سامنے اس کی عرض و درخواست کو قبول کر لینے کی خواہش کا اظہار کیا جائے، آپؐ کی شفاعت بھی یہی ہوگی کہ آپ گنہگاروں کی زبان بن کر ان کی طرف سے خداوند ذوالجلال کے اذن سے، اس کے سامنے ان کی بخشائش و مغفرت کی درخواست پیش کریں گے۔ سورۂ اسراء میں ہے۔ "عسیٰ أن یبعثک ربک مقاما محمودا" (قریب ہے کہ خدا تجھے مقام محمود میں اٹھائے)۔

مقام محمود سے مراد "رتبۂ شفاعت" ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انسؓ نے شفاعت کے تمام واقعات بیان کر کے یہ آیت بالا تلاوت کی پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا "یہی وہ مقام محمود ہے" جس کا تمہارے پیغمبرؐ سے وعدہ کیا گیا ہے

بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز ہر امت اپنے اپنے پیغمبر کے پیچھے چلے گی، اور کہے گی کہ "اے وہ! خدا کی درگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے" یہاں تک کہ شفاعت کا معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گا

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ آپ کو "مقام محمود" میں اٹھائے گا۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعا مانگے کہ "اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ الخ" (یعنی اے خدا پوری دعا اور کھڑی ہونے والی نماز کے مالک! محمدؐ کو وسیلہ و فضیلت اور وہ مقام محمود عطا فرما، جس کا تو نے وعدہ فرمایا، تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت اترے گی)۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا "ہر نبی کو کوئی نہ کوئی مستجاب دعا دی گئی، میں نے اس دعا کو اپنی امت کے لئے چھپا رکھا ہے" پھر فرمایا "کہ مجھ کو دیگر انبیاء پر چند فضیلتیں عطا ہوئیں، ان میں سے ایک یہ کہ مجھے شفاعت عطا ہوئی"۔ یعنی شفاعت اولیں۔

غرض اس دن جب دنیا کی گنہگاریاں اپنی عریاں صورت میں نظر آئیں گی، اور آدم کی اولاد ترساں و لرزاں کسی شفیع کی تلاش میں ہوگی، کبھی آدم علیہ السلام کا سہارا ڈھونڈے گی، کبھی نوحؑ و ابراھیمؑ کو یاد کرے گی، کبھی موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی طرف پناہانہ لپکے گی، مگر ہر جگہ نفسی نفسی کی آواز ہوگی، بالآخر شفیع المذنبین سید الاولین والآخرین آگے بڑھیں گے اور تسکین کا پیام سنائیں گے۔

ارشاد خداوندی ہے "من ذاالذی یشفع عندہ الاباذنہ" (بقرہ) (یعنی کون ہے وہ جو اللہ کے پاس اس کے اذن کے بغیر شفاعت کرے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے کہ "یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لایتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا" (نبا) (اس دن سب فرشتے اور جبرئیل صف باندھے کھڑے ہوں گے، کوئی نہ بولے گا، مگر وہی ایک جس کو اذن ملے گا، اور جو ٹھیک ٹھیک بات کہے گا)۔

سبحان اللہ! وہ شفیع صرف ایک ہوگا، ہمارا ایمان و یقین ہے، اور یہ ایمان و یقین قرآن و حدیث پر مبنی ہے کہ وہ شفیع ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ " عسیٰ اَن یبعثک ربک مقاما محمودا " (اسراء) (تیرا رب تجھے مقامِ محمود پر ضرور کھڑا کرے گا)۔

غرض مقام محمود ہی مقام شفاعت ہے۔

اب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو، جو انہوں نے حضورؐ سے نقل کی ہے، یہاں من وعن نقل کرتے ہیں۔" جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا، تب ان کے دل میں یہ بات ڈالی جائے گی کہ ہم اگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی کو شفاعت کے لئے پیش کریں (تو خوب ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس جگہ سے نجات دے، تب لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آدمؑ آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا پھر جنت میں ٹھیرایا، پھر فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا اور اللہ نے جملہ اسماء کی تعلیم آپ کو دی ہے، لہذا آپ ہماری شفاعت کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہاں سے نجات دے۔ وہ کہیں گے کہ نہیں، میں نہیں کر سکتا، پھر وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کر کے کہیں گے کہ تم نوحؑ کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے پہلے رسول ہیں تب لوگ نوحؑ کے پاس جائیں گے۔ نوحؑ کہیں گے کہ نہیں، میں نہیں، اور وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کریں گے، اور فرمائیں گے کہ تم ابراھیمؑ کے پاس جاؤ، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے، وہ کہیں گے کہ نہیں، میں نہیں، وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کریں گے اور کہیں گے کہ تم موسیٰؑ کے پاس جاؤ جن سے اللہ نے کلام کیا ہے، اور توریت کتاب بھی عطا کی ہے، وہ کہیں گے کہ نہیں، میں نہیں، وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے، وہ کہیں گے کہ تم عیسیٰؑ روح اللہ کے پاس جاؤ، لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے نہیں، میں نہیں، تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اگلا

پچھلا سب کچھ معاف کر دیا ہے :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تب لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اذن حاصل کروں گا، مجھے اذن دیا جائے گا، پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھے دعا سکھلائے گا، وہ جو کچھ چاہے گا میری زبان سے کہلوائے گا۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا "**یامحمد ارفع رأسک قل تسمع ۔ سل تعط ۔ اشفع تشفع** (اے محمدؐ اپنا سر اٹھاؤ، بولو، تمہاری بات سنی جائے گی، مانگو، تم کو دیا جائے گا، شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول ہوگی) ۔ [التفات] حضورؐ عرض کریں گے، **الٰھی ! أمتی أمتی**، خداوندا میری امت، میری امت ۔ حکم ہوگا" جاؤ ۔ جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، اس کی نجات ہے " ۔ آپ خوش خوش جائیں گے، اور اس کی تعمیل کر کے اور پھر حمد و ثنا کر کے عرض پرداز ہوں گے، اور سجدہ میں گر پڑیں گے پھر صدائے غیب آئے گی کہ "اے محمدؐ سر اٹھاؤ، کہو سنا جائے گا، مانگو دیا جائے گا، شفاعت کرو، قبول ہوگی، عرض کریں گے "**الٰھی ! أمتی أمتی**"، حکم ہوگا" جاؤ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ بخشا جائے گا" حضورؐ جائیں گے اور اس کی تعمیل کر کے پھر واپس آکر عرض گزار ہوں گے، حمد و ثنا کریں گے اور سربسجود ہوں گے ۔ آواز آئے گی، جاؤ جس کے دل میں چھوٹی سے چھوٹی رائی کے برابر ایمان ہو، اس کو بھی دوزخ سے نکالو ۔ آپ پھر جا کر واپس آئیں گے اور گزارش کریں گے، اور حمد و ثنا کر کے سجدہ میں گر پڑیں گے، پھر ندا آئے گی ۔ "اے محمدؐ سر اٹھاؤ کہو، سنا جائے گا، مانگو، دیا جائے گا، شفاعت کرو، قبول ہوگی، عرض کریں گے "یا اللہ جس نے بھی تیری یکتائی کی گواہی دی، اس کی شفاعت کا اذن عطا ہو" ۔ صدا آئے گی اس کا اختیار تم کو نہیں، لیکن مجھے اپنی عزت و کبریائی اور اپنی عظمت و جبروت کی قسم ہے، میں دوزخ سے ہر اس شخص کو نکالوں گا جس نے مجھے ایک کہا، اور اپنے لئے دوسرا معبود نہیں بنایا، "**من قال لا الٰہ الا اللہ**

مخلصا دخل الجنة "(یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ کلمۂ توحید پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہوگا) کا اعلان ہوگا۔

کمزور انسانوں کو تسکین کا یہ پیام محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کس نے سنایا؟

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عصمتِ کاملہ اور شفاعت کبریٰ حاصل ہے، ہمارا ایمان و یقین ہے کہ حضورؐ ہی صاحبِ مقام محمود ہیں اور آپؐ ہی صاحبِ فضیلت اور صاحبِ وسیلہ ہیں، اور آپؐ ہی سید الاولین والآخرین اور شفیع المذنبین ہیں، اور شفاعت کبریٰ حضورؐ ہی کے لئے خاص ہے۔ اور "**آدم ومن دونه تحت لوائي ولواء الحمد بيدي**" حضورؐ ہی کا غایت کمال ہے۔

پنجم: جوامع الکلم

دنیا میں کئی آسمانی صحیفے آئے، مگر ان میں ایک کے سوا، وصف جامعیت سے سب محروم ہیں، توراۃ اقوام کی تاریخ احکام و قوانین کا مجموعہ ہے، عقیدۂ توحید و رسالت کے سوا وہ تمام دیگر ضروری عقائد سے، اور رسم قربانی کے علاوہ تمام دیگر مسائل عبادت سے، اور چند معمولی باتوں کو چھوڑ کر تمام دقائق اخلاق سے یکسر خالی ہے، زبور صرف دعاؤں اور مناجاتوں کا ذخیرہ ہے، سفر ایوبؑ میں صرف عقائد و تقدیر و رضا کی تعلیم ہے، امثال سلیمانؑ صرف مواعظ و حکم ہیں، دیگر انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفے صرف توبہ و ندامت، پیشینگوئی اور ماتم ہیں، انجیل کا صحیفہ، حضرت مسیحؑ کی سرگزشت اور اخلاقی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صحیفہ ملا وہ "جوامع الکلم" ہے، یعنی وہ تمام باتوں کا جامع ہے، وہ توراۃ بھی ہے، زبور بھی اور انجیل بھی، اور کچھ اس سے بھی زیادہ، اس لئے آپ نے اپنے خصائص میں ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے "جوامع الکلم" عطا ہوئے۔

بیہقی نے حضرت واثلہؓ بن اسقع سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے توراۃ کی جگہ "سبع طوال" (سات بڑی سورتیں) اور زبور کی جگہ "مئین" (تقریباً سو آیتوں والی سورتیں) انجیل کے قائم مقام "مثانی" (فاتحہ) دی گئیں، اور سور مفصلات زیادہ ملیں، اس لئے قرآن مجید، توراۃ زبور و انجیل کا جامع ہے، اور ان کے سوا کچھ اور بھی ہے، غرض اس میں دین کامل کے تمام عقائد، تمام مراسم عبادت ہیں، تمام معاملات کے احکام و قوانین ہیں۔ دیگر مذاہب میں عقائد و عبادات بھی ان کے صحیفوں کے رہین منت نہیں، لیکن اسلام قرآن سے باہر کچھ نہیں، باہر جو کچھ ہے وہ (احادیث) اس کی عملی توضیح و تفسیر ہے، اسی لئے اس کے پیرو "حسبنا کتاب اللہ (ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے) کا نعرہ فخر بلند کرتے ہیں۔

بعض علماء کرام نے جوامع الکلم سے "کلام قدسی" مراد لیا ہے، جسے ہم حدیث قدسی کہتے ہیں :

جب کوئی شخص احادیث پاک کا غور سے مطالعہ کرے گا تو اسے یقین ہوجائے گا کہ بے شک یہ کلام "کلام نبوت" ہے جو مختصر، سادہ، صاف اور پر صدق معانی کا خزینہ، اور ہدایت کا گنجینہ ہے، قرآن پاک کے جامع ہونے سے کسے انکار ہوسکتا ہے، وہ تو اللہ کا کلام ہے، لیکن حامل قرآن کو اللہ تعالیٰ نے "جوامع الکلم" کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے، احادیث پاک کے ان الفاظ پر غور کرو :

(۱) أيها الناس ! أفشوا السلام وأطعموا الطعام وصلوا الأرحام وصلوا بالليل والناس نيام، تدخلوا الجنة بسلام۔

(۲) ان أصدق الحديث كتاب الله، وأوثق العرىٰ كلمة التقوىٰ، وخير الملل ملة ابراهيم، وخير السنن سنة محمد صلى الله عليه وسلم، وخير الأمور عزائمها، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار۔

یہ حضور پاکؐ کی احادیث کے بعض شہ پارے ہیں، جن کو صرف اور صرف جوامع الکلم ہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

ششم : پیروؤں کی کثرت

دنیا میں لاکھوں پیغمبر آئے، مگر آج دنیا میں ان کی تعلیم و ہدایت کی کوئی یادگار باقی نہیں، یہاں تک کہ تاریخ کے اوراق میں بھی ان کا نام و نشان نہیں، وہ انبیاءؑ جن کے صرف حالات معلوم ہیں، ان کی نسبت یہ بھی معلوم ہے کہ ان کی آواز پر لبیک کہنے والے چند سے آگے نہیں بڑھ سکے، حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ایک ایک پیغمبر کا حال دیکھ جاؤ، حضرت موسیٰؑ کے سوا ایک بھی ایسا نہ ملے گا، جس کے ماننے والے سو بھی ہوں، حضرت موسیٰؑ کی کوششوں کی جولانگاہ صرف بنی اسرائیل کے چند ہزار نفوس ہیں، جو قدم قدم پر راہ حق سے ہٹ ہٹ جاتے ہیں، کہیں گئو سالے کو پوجتے ہیں، کہیں خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا اصرار کرتے ہیں، کہیں سرفروشی اور جان بازی سے گھبرا کر میدان جنگ میں جانے سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے معجزانہ کارنامے صرف اسی قدر اثر دکھاتے ہیں کہ چند دہائی انسان ان کی شیریں گفتاری کا دم بھرتے ہیں، مگر اس سے پہلے کہ مرغ بانگ دے، ابن آدم کو دشمنوں کے پنجہ میں اسیر کراتے ہیں، اور تین دفعہ اس کے پہچاننے سے منکر ہوتے ہیں۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے کہ مکہ کی گلیوں میں آپؐ نے تن تنہا بے یار و مددگار مسلمانان حق کو صدائے توحید دی، جواب میں ایک آواز بھی بلند نہ ہوئی، لیکن ۲۳ سال نہ گزرنے پائے تھے کہ ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ کلمۂ "لا الٰہ الا اللہ" سے پرشور ہو گیا، اور جب آپؐ نے اسی مکہ کی سرزمین کے لئے حجۃ الوداع کا اعلان کیا تو کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار جان نثار و فداکار دائیں بائیں کھڑے تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جس قدر میری نبوت کی سچائی کا اعتراف کیا گیا، کسی اور پیغمبر کی سچائی کا نہیں کیا گیا۔ کہ بعض انبیاء ایسے بھی ہیں جن کو سچا کہنے والا ان کی امت میں صرف ایک نکلا۔ صحیحین میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مجھ پر (عالم مثال میں) قومیں پیش کی گئیں، بعض پیغمبر ایسے تھے کہ ان کے پیچھے صرف ایک دو ہی آدمی تھے، بعض تنہا تھے، ان کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا، اتنے میں ایک بڑی بھیڑ نظر آئی، خیال ہوا کہ میری امت ہوگی، تو بتایا گیا کہ یہ موسیٰؑ اور ان کی قوم ہے، پھر کہا گیا کہ دوسرے کنارے کی طرف دیکھو، تو اتنا سواد عظیم نظر آیا کہ افق بھر گیا، پھر کہا گیا کہ اسی طرح ادھر دیکھو، تعداد کثیر دکھائی دی تو کہا گیا کہ یہ سب تیری امت ہیں۔ "**اللھم صل علی محمد و علی آلہ و أصحابہ و سلم**"۔

ہفتم : تکمیل دین

اسلام کا صحیفہ جب ایسا جامع ہے تو یقیناً وہ دین بھی جس کو لے کر وہ آیا کامل ہوگا، قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب عین مسلمانوں کے اجتماع عظیم کے دن (حجۃ الوداع) یہ اعلان عام کیا : "**الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**" (مائدہ) (یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور اسلام کو دین کی حیثیت سے میں نے تمہارے لئے پسند کیا)۔

اسلام قرآن مجید کے عقیدہ کے مطابق اس صحیح مذہب کا نام ہے، جو اپنے اپنے وقت میں ہر پیغمبر کو عطا ہوا، اور وہ عہد بعہد دنیا کی عمر کے ساتھ مختلف پیغمبروں کے ہاتھوں سے تکمیل کو پہنچتا رہا، یہاں تک کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کی تکمیل پر وہ اپنے معراج کمال کو پہنچ کر تمام ہو گیا، اور یہ منصب خاص صرف آپؐ کی ذات پاک کے لئے روز ازل سے مقدر ہو چکا تھا، آپؐ نے فرمایا :

أنا خاتم النبيين و آدم لمنجدل بين الماء والطين " (یعنی میں پیغمبر آخر تھا اور آدم ابھی آب وگل میں پڑے تھے) ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بلیغ تمثیل میں اسلام کی تکمیل دین کی تشریح فرمائی، ارشاد فرمایا۔ میری اور دوسرے انبیاء کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی، لوگ اس کے اندر جاتے ہیں اور اس کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں، لیکن دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے، تو میں وہ آخری اینٹ ہوں ۔ عمارت دین و نبوت ہے، اس کی ایک ایک اینٹ، ایک ایک پیغمبر کا وجود اور اس کا دین و شریعت ہے ۔ اور اس کی تکمیل کا آخری پتھر نبی امی علیہ الصلاۃ والسلام کا وجود اقدس ہے ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وأصحابہ أجمعین ۔

ہشتم : دائمی معجزہ "یعنی قرآن مجید"

وہ دین جو مختلف انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے دنیا میں آتا رہا، چونکہ وہ محدود زمانے کے لئے آیا کیا، اس لئے ان کے معجزے بھی محدود الوقت تھے، یعنی ایک خاص وقت میں پیدا ہوئے اور مٹ گئے ۔ اب عصائے موسیٰؑ ید بیضائے موسیٰؑ، ید داؤدؑ، تعبیر یوسفؑ، ناقۂ ھودؑ، نفس عیسیٰؑ کا کہاں پتہ ہے لیکن جو دین، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آیا، کامل تھا، اور قیامت تک کے لئے آیا تھا، بناء بریں اس کے لئے ایک دائمی اور مستقل معجزہ کی ضرورت تھی اور وہ خود صحیفۂ اسلام (قرآن مجید) ہے ۔

صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو وہ معجزہ ملا جس پر اس کی امت لمان لائی، لیکن جو معجزہ مجھے ملا وہ وحی ہے، جو خدا نے بھیجی، تو مجھے امید ہے کہ میرے پیرو تمام انبیاء سے زیادہ ہوں گے ۔ یہ خیال مبارک صرف اس لئے تھا کہ آپ کا معجزہ وحی قیامت تک کے لئے ہے، اس لئے اس کو دیکھنے والے اور اس پر لمان لانے والے سب سے زیادہ ہوں گے، دوسرے انبیاء علیہم السلام کے

صحیفے بجائے خود معجزہ نہ تھے، اسی لئے وہ تحریف و تغیر سے پاک نہیں رہے، اور قرآن مجید دین کا کامل صحیفہ، خاتم الانبیاء کی وحی اور دائمی معجزہ بن کر آیا، اسی لئے وہ ہمیشہ کے لئے اپنی حفاظت کا سامان اپنے ساتھ لایا۔ خود خدائے قدوس نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی کہ "انانحن نزلنا الذکر وانا له لحٰفظون" ہم نے ہی اس ذکر (قرآن پاک) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

نہم : فضائل اخروی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ وہ خصائص تھے، جو آپ کو پیغمبر، مبلغ دین صاحب مذہب اور پیشوائے امت ہونے کی حیثیت سے عطا ہوئے تھے۔ علاوہ بریں آپ کو آخرت کی دنیا میں بھی مزید فضائل عنایت ہوئے ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا : قیامت میں، میں پیغمبروں کا نمائندہ اور امام اور ان کی شفاعت کا پیروکار ہوں گا، اور اس پر فخر نہیں، پھر فرمایا : میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور اس پر فخر نہیں، اور میرے ہی ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا، اور اس پر فخر نہیں، اور قیامت کے دن آدمؑ اور تمام پیغمبر میرے پرچم کے نیچے ہوں گے، اور اس پر فخر نہیں، اور سب سے پہلے میں ہی قبر سے باہر آؤں گا۔ نیز ارشاد فرمایا : لوگ قبروں سے جب اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلا اٹھنے والا میں ہوں گا، اور جب وہ خدا کے سامنے حاضر ہوں گے، تو ان کی طرف سے بولنے والا میں ہوں گا، اور جب وہ ناامید ہوں گے، تو ان کو خوشخبری سنانے والا میں ہوں گا، اس دن خدا کی حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا"۔ قرآن مجید میں آپ کی اخروی زندگی کی بلندی اور آپ کے اجر و ثواب کے تسلسل کا ذکر آیا ہے، ارشاد خداوندی ہے : "وللآخرة خیر لک من الاولی ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (الضحیٰ) (یعنی آپ کی آخرت والی زندگی اولیٰ یعنی دنیاوی زندگی سے بہتر ہوگی، اور آپ کا پروردگار آپ کو وہ کچھ دے گا جس سے آپ راضی و خوش

ہوجائیں گے")۔اور ارشاد ہوا : "وان لک لاُجراً غیر ممنون" (اور آپ کی رضا کے لئے آپ کے اجر کو (ہم نے) نہ ختم ہونے والا بنایا")۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

"صلی اللہ علیہ وعلی وآلہ وأصحابہ وسلم"۔

• • •

خصائص وجود گرامی صلی اللہ علیہ وسلم

خصائص ذاتی

(یعنی وہ خصوصیات جو صرف آپؐ کے لئے تھیں، اور آپ کی امت میں سے کسی اور کے لئے نہ تھیں)

۱۔ پہلی خصوصیت ذاتی : "نبوت اور لوازم نبوت ہے"

سب سے پہلی چیز جو آپ کی ذات مبارک کے ساتھ مخصوص تھی اور جس کا کوئی حصہ افراد امت کو نہیں ملا، وہ نبوت اور اس کے لوازم، وحی تشریع یا اخبار الہیٰ، نزول جبریلؑ، نسخ احکام وغیرہ ہیں۔ یعنی آپؐ کے سوا کسی فرد امت پر وحی آئی اور نہ آسکتی ہے، نہ کسی کو کوئی شریعت پیش کرنے، اور نیا مذہبی قانون وضع کرنے کا اختیار ہے، نہ وہ بے گناہ اور معصوم ہے، نہ اللہ تعالیٰ سے سن کر وہ خبر دے سکتا ہے، نہ اس کے پاس قاصد الہیٰ آسکتا ہے، نہ وہ احکام شرعی کو منسوخ کر سکتا ہے وغیرہ، صرف دو چیزیں ایسی ہیں، جو افراد امت کے لئے باقی ہیں۔

اور وہ "رویائے صادقہ" اور "کشف والہام" ہیں۔

۲۔ نماز شبانہ

یہ حضورؐ کی دوسری خصوصیت ذاتی ہے۔

شروع میں جب نماز پنجگانہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، مسلمانوں پر رات کی نماز (تہجد) فرض تھی، اس کے بعد معراج میں جب پانچ وقت کی نماز فرض ہو گئی، تو تہجد کی نماز عام امت پر فرض نہیں رہی، بلکہ صرف مستحب رہ گئی، لیکن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ نماز شبانہ فرض مزید تھی، جس میں دیر تک کھڑے رہنے سے پائے مبارک میں ورم آجاتا تھا۔

سورۂ بنی اسرائیل (اسراء) جو معراج کی سورہ ہے، اس میں نماز پنجگانہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے : **ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک عسیٰ اُن یبعثک ربک مقاما محمودا** (اور رات کے حصہ میں بیدار ہو کر نماز پڑھ، یہ تیرے لئے مزید ہے، قریب ہے کہ تیرا پروردگار تجھ کو مقام محمود (مرتبۂ شفاعت) میں اٹھائے۔

۳۔ نماز چاشت اور قربانی

یہ آپؐ کی تیسری ذاتی خصوصیت ہے۔

اسی طرح چاشت (الضحیٰ) کے وقت نماز عام مسلمانوں کے لئے نفل ہے، مگر احادیث میں ہے کہ یہ نماز آپؐ پر بمنزلۂ فرض تھی، اور اسی کے ساتھ قربانی کا حکم بھی، اور یہ حدیثیں سورۂ کوثر کی تفسیریں ہیں : **انا اعطینٰک الکوثر ○ فصل لربک وانحر ○** (اے پیغمبر ہم نے تجھ کو کوثر (خیر کثیر) عطا کیا، تو (تو اس کے شکرانے میں) اپنے رب کی نماز (چاشت) پڑھ، اور قربانی کر)۔

۴۔ نماز عصر کے بعد نماز

یہ آپؐ کی چوتھی خصوصیت ذاتی تھی۔

عام امت کے لئے نماز عصر کے بعد سے غروب تک نماز پڑھنا ممنوع ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر عمر میں بعض ازواج مطہراتؓ نے عصر کے بعد نماز پڑھتے دیکھا ہے، دریافت کرنے پر فرمایا کہ ایک وفد کی ملاقات میں ظہر کے بعد کی دو رکعتیں مجھ سے رہ گئی تھیں، یہ میں اس کی قضا پڑھتا ہوں، عام امت کے لئے تو (سنت و نوافل کی) قضا واجب نہ تھی۔ اور اگر ہوتی بھی تو ایک دفعہ قضا پڑھ لینا کافی تھا۔ مگر آپؐ اپنے لئے ایک نماز سنت کے ترک کی تلافی کی شاید آخر عمر تک کوشش کرتے رہے۔

۵۔ صوم وصال

یہ حضورؐ کی پانچویں ذاتی خصوصیت ہے۔

یعنی کئی کئی دن کا متصل افطار کئے بغیر روزہ رکھنا، عام امت کے لئے ممنوع ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا روزہ رکھتے تھے اور بیچ میں افطار کے وقت کچھ کھاتے پیتے نہ تھے بعض صحابہؓ نے آپؐ کی پیروی میں اس طرح کا روزہ رکھنا چاہا، تو آپؐ نے روک دیا اور فرمایا" تم میں کون میری طرح ہے، مجھ کو تو میرا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے"۔

۶۔ صدقہ وزکاۃ کھانے کی حرمت

یہ سرور عالمؐ کی چھٹی ذاتی خصوصیت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیتؑ پر کئی کئی دن کے فاقے گزر جاتے تھے، عام مسلمان غربت اور تنگدستی کی حالت میں زکاۃ و صدقات کی مد سے فائدہ اٹھاتے تھے، مگر آپؐ نے اپنے اور اپنے خاندان کے لئے اس مد کی ہر شئے حرام کر دی، اور کبھی صدقہ کا مال ذاتی صرفہ میں لانا گوارا نہ فرمایا، یہاں تک کہ اگر حسنین رضی اللہ عنھما لڑکپن کے اقتضاء سے صدقہ و زکاۃ کی کوئی کھجور بھی اپنے منہ میں ڈال لیتے تھے، تو آپ اگلوا دیتے تھے کہ یہ لوگوں کے مال و دولت کا میل ہے، اس کا لینا اہل بیت نبوت کو روا نہیں، چنانچہ سادات کے لئے قیامت تک اس قسم کے صدقات کا لینا جائز نہیں۔

آپؐ کے پاس جب کوئی ناواقف شخص کوئی چیز لے کر جاتا تھا کہ آپؐ کی خدمت میں پیش کرے، تو آپؐ دریافت فرمالیا کرتے تھے، کہ یہ صدقہ ہے یا تحفہ ؟ اگر تحفہ کہتا تو قبول فرماتے اور اگر معلوم ہوتا کہ صدقہ ہے تو اجتناب فرماتے، اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین کی اس بدگمانی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ

کر دیا کہ پیغمبر اسلامؐ کے صدقہ و خیرات کی اس تاکید کا مقصود (نعوذ باللہ) اپنی اور اپنے خاندان کی دائمی پرورش کا سامان تھا۔

۷۔ امور متعلقۂ نکاح

یہ حضورؐ کی ساتویں خصوصیت ذاتی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے۔

مسئلۂ نکاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چند امور مخصوص کر دئے گئے ہیں، جن کی رخصت امت کے لئے نہیں ہے۔

(۱) عام مسلمان بشرط عدل صرف چار بیویاں ایک وقت میں رکھ سکتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار سے زیادہ رکھ سکتے تھے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کی رخصت تھی کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے مہر کے بغیر آپ کی زوجیت میں آنا چاہتی، اور آپ اس کو قبول کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے، گو کہ ایسا واقعہ نہیں ہوا، لیکن افراد امت کے لئے بغیر مہر، نکاح ممکن ہی نہیں۔

یہ دو رخصتیں تھیں، لیکن ان کے مقابلہ میں اس باب میں آپ پر کچھ قیدیں بھی تھیں، جو عام افراد امت پر نہیں ہیں۔ جس کی تصریح یہ ہے۔

(۳) آپ پر وہی عورتیں حلال تھیں، جن کو ادائے مہر یا بغیر مہر کے آپ اپنی زوجیت میں اب تک لے چکے تھے، اور رشتہ کی بہنوں میں سے صرف وہی عورتیں آپ کی زوجیت میں رہ سکتی تھیں، جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی، اور عام مسلمانوں پر اس کی قید نہ تھی۔

(۴) عام مسلمان اس وقت اہل کتاب کی عورتوں سے جنہوں نے گو اسلام قبول نہ کیا ہو نکاح کر سکتے تھے، مگر آپؐ کو اس کی اجازت نہ تھی۔

(۵) جو بیویاں آپؐ کے ساتھ تھیں، ان میں سے اب کسی کو نہ طلاق دے سکتے تھے،

اور نہ ان کے بعد آپ اور کسی سے اب نکاح کر سکتے تھے۔

(۶) آپؐ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ ان بیویوں میں سے چند کو اپنے قریب کر لیں، اور باقی کو پیچھے کر دیں، چنانچہ آپؐ نے چار کو، یعنی حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، زینبؓ اور ام سلمہؓ کو اپنے پاس رکھ لیا تھا، اور بقیہ کو شرف زوجیت بخشنے کے ساتھ اپنے سے علحدہ رکھا تھا، اور ان میں آپؐ ردو بدل بھی کر سکتے تھے۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو آپؐ کی وفات کے بعد کسی دوسرے کے نکاح میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ارشاد خداوندی ہے : **ولا أن تنكحوا أزواجه من بعده أبدا** (احزاب) (اور نہ یہ مناسب ہے کہ اپنے پیغمبر کی بیویوں سے (ان کی وفات کے بعد) کبھی نکاح کرو)۔

یہ تمام احکام سورۂ احزاب میں بتصریح مذکور ہیں، اور ان کے خاص وجوہ و مصالح ہیں۔اصل یہ ہے کہ عرب میں نکاح کی تعداد مقرر نہ تھی بلکہ بنی اسرائیل میں بھی اس کی تحدید نہ تھی، سابق انبیاء اور بزرگوں میں بعض ایسے بھی ہیں، جن کی متعدد بلکہ سینکڑوں بیویاں تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے عہد شباب میں یعنی ۲۵ سال سے ۵۰ سال کی عمر تک صرف ایک بی بی حضرت خدیجہؓ پر کفایت کی، حضرت خدیجہؓ کے بعد ایک ساتھ آپؐ نے دو نکاح کئے، حضرت سودہؓ سے جو کبیرالسن تھیں اور حضرت عائشہؓ سے جو صرف ۶ برس کی تھیں، اتنی چھوٹی لڑکی سے نکاح ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ صرف دو خاندانوں میں محبت اور یکجہتی کی ترقی ہی کے لئے ہو سکتا تھا۔مدینہ آکر آپؐ نے کئی نکاح کئے۔ان نکاحوں پر ایک عمیق نظر ڈالنے سے خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان میں دو قسم کی عورتیں تھیں، ایک وہ جو روسائے قبائل کی لڑکیاں تھیں اور جن سے نکاح کا مقصد اسلام کی بہتری کے لئے تعلقات کی توسیع اور اضافہ تھا۔حضرت عائشہؓ، صدیق

اکبرؓ، اور حضرت حفصہؓ، فاروق اعظمؓ کی صاحبزادیاں تھیں، حضرت ام حبیبہؓ، ابو سفیان رئیس بنی امیہ کی بیٹی تھیں، حضرت جویریہؓ قبیلۂ بنی مصطلق کی رئیسہ تھیں اور حضرت صفیہؓ رئیس خیبر کی دختر تھیں۔

ازواج مطہراتؓ میں دوسری وہ بیویاں تھیں، جن کا سن زیادہ تھا اور گویا اس طرح ان کی کفالت کا بار آپؐ نے اٹھایا تھا، چنانچہ حضرت سودہؓ، حضرت ام سلمہؓ حضرت میمونہؓ اور حضرت زینبؓ ام المساکین، یہ سب بیوائیں تھیں، اور ایک بیوی حضرت زینب بنت جحش تھیں، جو گویا بیوہ نہ تھیں لیکن مطلقہ تھیں، ان کے شوہر نے ان کو طلاق دے دی تھی۔

اس تفصیل سے آپؐ کی کثرت ازواج کے اسباب منکشف ہوئے ہوں گے۔

اس کی تصریح نہیں ملتی کہ سورۂ احزاب میں یہ مخصوص احکام کب نازل ہوئے۔ لیکن اس بناء پر کہ آپؐ نے سب سے آخری نکاح حضرت میمونہؓ سے ۷ھ میں ادائے عمرہ کے زمانہ میں کیا ہے اور اس کے بعد آپ کا کوئی نکاح ثابت نہیں، اس لئے ان احکام کے نزول کی تاریخ اسی ۷ھ کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ ۸ھ میں اسلام کی طاقت اپنے کمال کو پہنچ گئی تھی اور خیبر، طائف اور مکہ معظمہ فتح ہو چکے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تعلقات کے ذریعہ کسی نئے قبیلہ کو مطیع کرنے کی ضرورت نہ تھی اور غریب سن رسیدہ مسلمان بیواؤں کی کفالت کی حاجت نہ تھی۔

اس وضاحت کے بعد یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام نے ازواج مطہراتؓ کو وقار نبوت کے برقرار رکھنے اور ان کو تمام تر احکام اسلامی کی نشر و اشاعت میں مصروف رہنے کا حکم دے کر، ان کا دوسرا نکاح ناجائز قرار دیا، اور ان کو تمام مسلمانوں کی ماؤں کا رتبہ دیا " وأزواجه أمهاتهم " (احزاب) اب ایسی حالت میں چار سے زیادہ نکاح کرنے کی ممانعت کا حکم نازل ہوتا ہے۔ اور اب جناب رسالتمآبؐ کے لئے اس کے سوا چارہ کار کیا ہوتا کہ وہ اپنے کو موجودہ بیویوں تک محدود رکھیں، اگر ان میں

سے کچھ کو طلاق دے دی جائے، تو چونکہ وہ دوسرے مسلمانوں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔اس لئے یہ ان پر صریح ظلم ہوتا، بناء بریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موجودہ بیویوں کو اپنی زوجیت میں رکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔اور طلاق کی رخصت آپؐ سے سلب کر لی جاتی ہے، اور ان محدود ازواج میں سے بھی چند کو قریب رکھنے، اور بقیہ کو شرف زوجیت کے ساتھ علحدہ (ارجاء) کا حکم دیا جاتا ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار کو، یعنی حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، ام سلمہؓ اور زینبؓ کو اختیار کرتے ہیں اور حضرت سودہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ اور ام حبیبہؓ سے (ارجاء) کرتے ہیں۔

کتابیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے نکاح کی اجازت نہیں دی گئی کہ نبوت محمدیؐ پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے امور دین میں اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا اور نہ اس کو محرم راز ہونے کا شرف بخشا جاسکتا تھا۔

"اللھم صل علی محمد وعلی آله وأصحابه وأزواجه وذریاته وأهل بیته أجمعین"۔

• • •

تعدد ازواج

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا۔ آپؐ کی عمر شریف اس وقت ۲۵ سال تھی اور حضرت ام المؤمنین ۴۰ سال کی تھیں۔ اور آپؐ نے اس نیک خاتون کے ساتھ بغیر کسی دوسری شادی کے ۲۵ سال تک زندگی گزاری، جس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۵۰ سال تھی اور حضرت ام المؤمنین کی عمر ۶۵ سال۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہجرت سے تین سال قبل ہوا۔ اور آپ نے مزید دو سال تک دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔

اس کے بعد متعدد ضرورتوں کے پیش نظر آپؐ نے دس نکاح فرمائے، ان ضرورتوں میں چار صاحبزادیوں کی دیکھ بھال و تربیت بھی تھی، اور اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اصلاح بھی جس کا صنف نازک میں کرنا (جو امت کا نصف حصہ ہے) ضروری تھا۔ اور جملہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے بحسن و خوبی انجام دیا، اس کے علاوہ قبائل عرب کو آپس میں شیر و شکر کرنا بھی تھا۔ نیز بعض غم زدہ صحابیات کی دلجوئی بھی مقصود تھی۔ و نیز بعض جاہلی رسوم کو نیست و نابود کرنا بھی تھا، اور پھر آخری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت بھی تھی کہ آپ جتنی چاہیں شادیاں کر سکتے ہیں : **ترجی من تشاء منھن وتؤی الیک من تشاء**۔ چونکہ آپؐ نے سارے نکاح تبلیغ و دعوت کی غرض سے فرمائے تھے، اس میں نفس کا شائبہ بھی نہیں تھا (اگر ایسا ہوتا تو آپ عین جوانی میں مختلف نکاح فرما سکتے تھے اور وہ بھی باکرہ لڑکیوں سے جب کہ ان کی کوئی کمی نہیں تھی، اس کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا آپؐ کی تمام کی تمام ازواج مطہرات ثیبہ تھیں)، اس سے

پتہ چلا کہ آپؐ کا نکاح فرمانا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا جس سلسلہ میں آپؐ نے ساری زندگی وقف کر رکھی تھی، یعنی تبلیغ و دعوت اسلام ۔ چنانچہ جب اس کی ضرورت پوری ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مزید نکاح فرمانے اور تبدیل ازواج سے منع فرمادیا "**لایحل لک النساء من بعد ولا أن تبدل بھن من أزواج**"۔

بے شرم و شر پسند مستشرقین اب بھی سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور کریں تو حقیقت اَمر کو پاسکتے ہیں لیکن خدا کی لعنت و پھٹکار ہے ان پر جو صاحب **خلق عظیم** پر ایسی نازیبا باتیں کرتے ہیں جن سے انسانیت شرما جائے "**ورفعنالک ذکرک**"۔ "**ان شانئک ھوالأبتر**"

" مٹے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے "

بعد از خدا بزرگ توئی ، قصہ مختصر

مولای صل وسلم دائما أبدا

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

. . .

معجزات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہر نبی کو زمانہ اور وقت کے لحاظ سے معجزات عطا کئے جاتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضاء اور عصا دیا گیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیماریوں کو دور کرنے کے معجزہ کے علاوہ اور بھی چند معجزے دئے گئے تھے۔ اور وہ معجزات ان انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ختم ہو گئے۔

لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کو ایسے معجزات عطا فرمائے گئے کہ رہتی دنیا تک وہ باقی رہیں۔

(۱) آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جو مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور بندہ کو رب العالمین کی معرفت سکھاتا ہے۔

(۲) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت اور ان کی بہترین تربیت اور ان کی صلاحیتوں سے ساری اُمت کو رہتی دنیا تک سلسلہ بہ سلسلہ فائدہ کا پہنچنا یہ بہت بڑا معجزہ ہے جو کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا۔

(۳) ظاہری اور وقتی معجزوں کی ایک فہرست ہے جو بے حد و بے شمار ہے۔

(۴) معجزات کا ظہور آپ کے اس دنیا سے جانے کے بعد بھی برابر جاری و ساری ہے جیسے صاحب قصیدہ بردہ کا واقعہ اور دیگر واقعات بھی جن کی تاریخ گواہ ہے۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کل کی کل اس وقت سے اب تک معجزہ ہی معجزہ ہے، "صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین"۔

• • •

اسراء و معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(بالاختصار)

معراج کے معنی چڑھنے کے ہیں اور اسراء کے معنی رات کے وقت لے جانے کے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر اسراء و معراج رات کے وقت پیش آیا تھا اور دونوں اسفار ساتھ ساتھ ہوئے تھے۔ اور اس سفر کی نسبت ارشاد باری ہے: **سبحٰن الذی أسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الأقصی۔**

اسراء کے معنی رات کے وقت لے جانے کے ہیں، خالق کائنات رحمۃ للعالمین کو لے جارہا ہے۔ جب خدا کا لے جانا ثابت ہے تو اس کا جواب بھی واضح ہے، اور یہ کہ جب جبرئیل علیہ السلام ساتوں آسمانوں سے بیک چشم آسکتے ہیں تو کیا رحمۃ للعالمین یہاں سے ساتوں آسمانوں تک نہیں جاسکتے؟ حدیث میں ہے کہ ایک مقام سدرۃ المنتہیٰ کے قریب آیا جب جبرئیل امین نے کہا: یارسول اللہ! اس کے آگے میں ایک انچ نہیں جاسکتا۔ بس آپ ہی جاسکتے ہیں۔ براق کی سواری بھی نہیں تھی۔ آپ آتے رہے جاتے رہے۔ یہ ہماری کوتاہ نظری ہے کہ وجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ایسی باتیں سونچیں کہ یہ سب کیسے ہوا۔ نمازوں کے معاف کرانے کے سلسلہ میں کئی بار عرش معلی پر آنا جانا رہا وہاں کوئی ہم سفر نہ تھا۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا بجز رب العالمین اور رحمۃ للعالمین کے کوئی نہیں جان سکتا۔

ٹہر کے معراج کے سفر میں کہا یہ جبریل نے نبی سے
میری رسائی کی حد یہی ہے اب اس کے آگے حضور جائیں

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آلہ وصحبہ أجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسمائے مبارکہ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

از محمد غوث ندوی

خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(دار العلوم الاسلامیۃ بأمریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسمائے مبارکہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں

محمد احمد حامد محمود قاسم عاقب
فاتح شاہد حاشر رشید مشہود بشیر
نذیر داعی شافی ہادی مہدی ماحی
منجی نامی رسول نبی امی تہامی ہاشمی
ابطحی عزیز حریص علیکم رؤوف رحیم طہ
مجتبیٰ طس مرتضیٰ حم مصطفیٰ یس
اولی مزمل ولی مدثر متین مصدق
طیب ناصر منصور مصباح آمر حجازی
نزاری قرشی مضری نبی التوبہ حافظ کامل صادق
امین عبداللہ کلیم اللہ حبیب اللہ نجی اللہ صفی اللہ خاتم الانبیاء
حسیب مجیب شکور مقتصد رسول الرحمۃ قوی حفی
مامون معلوم حق مبین مطیع نبی الرحمہ یتیم
کریم مکرم مبشر مذکر مطہر قریب خلیل
اول آخر ظاہر باطن حکیم خاتم الرسل سید
سراج منیر محرم مدعو جواد خاتم عادل
شہیر شہید رسول الملاحم رسول الراحۃ

" وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین "

مذکورہ بالا اسماء گرامی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور و معروف ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، اور بعض وہ ہیں جن کا تذکرہ احادیث شریفہ میں آیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی اسماء گرامی قرآن و حدیث سے منقول ہیں، جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ ان تمام اسماء مبارکہ کی تشریح و توضیح کے لئے ایک بڑے دفتر کی ضرورت ہے، پھر مجھ جیسے بے بضاعت کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ، جن کا شہرہ قرآن پاک میں موجود ہو اور جو سارے عالم میں آشکارا ہو، جب کہ خدائے لایزال آپؐ کی شان میں " ورفعنالک ذکرک " فرما چکا ہو، اور آپؐ کے اخلاق کریمہ کی بلندی کے متعلق " وانک لعلی خلق عظیم " کی سند دے چکا ہو۔ اور جس کی اطاعت اپنی اطاعت بنا چکا ہو کہ " من یطع الرسول فقد أطاع اللہ " اور جس کی سیرت پاک کو کامل و اکمل بنا کر سارے عالم کے سامنے نمونہ ٹھیرا چکا ہو کہ " لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ " تو اس کی نعت و تعریف مجھ جیسے بے بضاعت سے کیسے ممکن ہو سکتی ہے، غرض " سفینہ چاہیئے اس بحر بے کراں کے لئے " بس آپؐ کی تعریف و نعت میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ لا یمکن الثناء کما کان حقہ۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

" وصلی اللہ علیہ وعلی وآلہ وأصحابہ وأزواجہ وأہل بیتہ أجمعین "۔

یہاں پر ہم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اسماء گرامی کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اور یہ ہم اس لئے کر رہے ہیں کہ شافع محشر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام و مداحین میں اس خاکپائے رسولؐ کا نام بھی شریک ہو جائے کہ کل قیامت کے دن سرکار دو عالمؐ اس کو اور اس کے اہل خانہ و متعلقین و احباب کو شفاعت سے سرفراز فرمائیں۔

اس موقع پر پہلے میں اللہ رب العزت کی شہادت اس کے بعد سرور کونینؐ کی شہادت دیتا ہوں کہ : **اُشھدأن لا الٰہ الا اللہ واُشھد أن محمدا عبدہ ورسولہ ، رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا ورسولا وبالقرآن اماما۔**

اس کے بعد ہم "اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے اس باب کو شروع کرتے ہیں۔

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے سید و آقا کا مقدس نام " محمد " ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ نام نامی اسم گرامی خداوند قدوس کی طرف سے " آیت عظیم " ہے کہ یہی امام الانبیاء اور سرتاج کائنات ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن پاک میں آپؐ کو " **محمد رسول اللہ** " (محمدؐ اللہ کے رسول ہیں) فرمایا ہے۔

(۱) آپؐ " محمدؐ " ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ آپؐ کا نعت گو، ثنا گستر اور مدح خواں ہے۔ آپؐ کے مقام شفاعت کی صفت " محمود " ہے، آپؐ کی امت " حمادون " کے لقب سے روشناس ہے۔ آپؐ کی لائی ہوئی کتاب کا افتتاح " **الحمد للہ رب العٰلمین** " سے ہوتا ہے۔

(۲) ہاں ! آپؐ ہی کا دوسرا نام " احمد " ہے، یہ بھی اسی سرچشمۂ " حمد " سے نکلا ہے۔ آپؐ " محمد " ہیں، کل کائنات آپؐ کی مداح ہے۔ اور آپؐ " احمد " ہیں۔ کہ کل کائنات سے بڑھ کر اپنے رب کے " حامد " ہیں۔

(۳) بے شک " محمد " صلی اللہ علیہ وسلم ہی " مطلوب " ہیں مگر طالبین سے کوئی احتیاج نہیں رکھتے۔

(۴) آپؐ " نبی " ہیں کہ آپؐ نے سارے عالم کو توحید کا پیغام پہنچایا۔

(۵) آپؐ " رسول " ہیں کہ آپؐ کی رسالت نے نوع بشر کو اتمام نعمت اور اکمال دین کے انعامات سے ممتاز فرمایا۔

(۶+۷) آپؐ " معلم " ہیں کہ آپؐ کے علم و فیضان سے سارا عالم مستفید ہوا۔ کیونکہ آپ کا معلم، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، آپؐ نے فرمایا " **علمنی ربی فاحسن تعلیمی ، أدبنی ربی فاحسن تأدیبی** "۔

(۸) آپؐ "امی" ہیں کہ ام القریٰ کی عزت اسی نسبت سے مقدس و محترم ہوی۔

(۹) آپؐ "برھان" (دلیل) ہیں کہ قرآن پاک نے آپؐ کو "قد جاءکم برھان من ربکم" فرمایا۔

(۱۰) آپؐ "بشر" ہیں، اور "انما انا بشر" کے لقب سے ممتاز ہو کر آدم علیہ السلام کو "ابو البشر" کے لقب سے افتخار بخشا۔

(۱۱) آپؐ "بشیر" ہیں کہ اللہ تعالی نے آپؐ کو "انا ارسلنک بالحق بشیرا" کے خطاب سے مخاطب فرمایا۔

(۱۲) آپؐ "مبشر" ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ نے اپنی قوم میں ان الفاظ کے ساتھ بشارت دی کہ "ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"۔

(۱۳) آپؐ "حلیم" ہیں کہ آپؐ نے وہ مصائب برداشت کئے کہ کوئی نبی و رسول اس قدر مصائب کو برداشت نہ کیا، آپؐ نے خود ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں مجھے اتنا دکھ دیا گیا کہ کسی اور کو نہیں دیا گیا، آپؐ دشمنوں کے ہاتھوں سے پتھر کھاتے اور ان پر جواہر لٹاتے تھے، گالیاں سن کر دعائیں دیتے تھے۔

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

(۱۴) آپؐ "خطیب" ہیں کہ فصاحت و بلاغت میں آپؐ کا کوئی ہمسر نہ تھا، آپؐ نے خود ارشاد فرمایا کہ "انا افصح منکم" (میں تم سب میں، سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوں)۔

(۱۵) آپؐ "خافض" ہیں کہ رب العزت نے آپؐ کو حکم دیا کہ "واخفض جناحک ولمن اتبعک من المؤمنین" اسی لئے آپؐ مؤمنین و مسلمین کی تربیت و نگہداشت اور حفاظت فرماتے تھے اور ان کے لئے اپنی

رحمت کو عام فرماتے تھے۔

(۱۶) آپؐ "داعی الی اللہ" ہیں، کہ قرآن پاک نے آپؐ کی شان میں "**وداعیا الی اللہ باذنہ**" فرمایا۔

(۱۷) آپؐ "سراج" ہیں کہ ہدایت و فیض کی روشنی سارے عالم نے آپؐ سے حاصل کی۔

(۱۸) اور آپؐ "منیر" ہیں کہ نور ہدایت کا سرچشمہ صرف آپؐ کی ذات سے نکلتا ہے۔

(۱۹) آپؐ سرتاپا "رحمت" ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قرآن پاک میں "**رحمۃ للعالمین**" فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات رب العالمین ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو "**رحمۃ للعالمین**" بنایا ہے اور جو پیغام آپؐ کو عطا ہوا اس کو "**ذکر للعالمین**" فرمایا اور خانہ کعبہ کو (جو شہر مکہ میں ہے) "**مبارکا وھدی للعالمین**" فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کو دیکھو کہ خود قرآن شریف کہتا ہے "**ان رحمتی وسعت کل شیء**" اور اب آپؐ کی صفت رحمت پر غور کرو کہ رب العالمین نے آپ کو "**رحمۃ للعالمین**" فرمایا۔ اس خطاب میں کتنی وسعت، کتنی برکت اور کتنا فیض موجود ہے کہ سارا عالم اس فیض سے مستفید ہو رہا ہے۔

(۲۰) آپؐ "سید" ہیں، سارے عالم کی سیادت و قیادت کے لئے آپؐ پیدا ہوئے۔

اے کہ بر تخت سیادت زازل جاداری
حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
یاصاحب الجمال ویاسیدالبشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۲۱) آپؐ "شاھد" ہیں کہ آپ نے سارے عالم میں توحید کی شہادت دی، اور فرمایا کہ "أشھدأن لاالٰہ الااللہ" خدا کی توحید کے اعلان کے ساتھ، رسالت کی شہادت "واشھدان محمدارسول اللہ" ہراذان و نماز اور خطبہ میں، ہر جگہ، ہر ساعت ہزاروں نہیں لاکھوں، لاکھوں نہیں کروڑوں انسان (یہ شہادت) دے رہے ہیں اور اس شان رفعت کا ذکر "ورفعنالک ذکرک سے آشکارا ہے۔

(۲۲) آپؐ "صاحب" ہیں کہ آپؐ کی صحبت سے صحابہ کرامؓ آسمان کے ستارے بن گئے، خود آپؐ نے صحابہؓ کی شان میں فرمایا "أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم" اور روئے زمین نے آپؐ کے صحبت یافتہ جیسے (صحابہؓ) کو آج تک نہ دیکھا تھا اور نہ دیکھ سکے گا۔

(۲۳) آپؐ "صادق" اور "امین" ہیں کہ جس کی صداقت و امانت کی داد اپنوں نے ہی نہیں بلکہ غیروں تک نے دی، اور یہ مشہور لقب "الصادق الامین" آپؐ کو عہد جوانی میں، نبوت سے بہت پہلے حاصل ہو چکا تھا۔

(۲۴) آپؐ "مصدوق" ہیں کہ آپؐ کی صداقت اور سچائی پر زمین و آسمان گواہ ہیں، حضرت عباسؓ بن مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ (جو قبل اسلام عیسائیوں کے مشہور پادری تھے) شرف صحبت کے بعد اپنے قصیدۂ نعتیہ میں فرماتے ہیں۔

فآمنت باللہ الذی أنا عبدہ
وخالفت من أمسی یرید الامکا
ووجھت وجھی نحومکۃ قاصدا
وبایعت بین الأخشبین المبارکا

نبی أتانا بعد عیسی بناطق
من الحق فیه الفضل ... کذالکا

(۲۵) آپؐ "طہ" ہیں کہ "زھرۃ الحیوٰۃ الدنیا" سے دور، زہد کی نعمت سے بھرپور "ورضی له قولا" کے لقب سے مشہور ہیں۔

(۲۶) آپؐ "طیب" ہیں کہ آپؐ کی اصل، آپؐ کی نسل، آپؐ کی ازواجؓ، آپؐ کی ذریت، آپؐ کا پیکر آپؐ کا عنصر سارے عیوب و نقائص سے پاک ہے، آپؐ زکی و طاہر ہیں اور طیبون آپؐ کے ثنا گستر ہیں۔ سیدنا حسانؓ فرماتے ہیں۔

صلی الا لٰه ومن یحف بعرشه
والطیبون علی المبارک أحمد

(۲۷) آپؐ "طاہر" ہیں کہ آپؐ کا حسب و نسب اعلیٰ و اشرف ہے، آبائے اولین جو آپؐ کے "نور" کے حامل تھے، گندگی و سفاحت سے پاک، عمود و نسب میں محترم اور اغیار کی غلامی سے پاک و مبرا تھے۔ آپؐ طاہر و مطہر ہیں، آپؐ نے ظاہر و باطن کی طہارت کی تعلیم دی۔ آپؐ کی پاک تعلیم سے آپؐ کے صحبت یافتہ (صحابہؓ) کو "رجال یحبون أن یتطهروا واللہ یحب المطّهرین" کا لقب عطا ہوا۔ اور آپ کے اعمال و افعال اور احکام کی غایت کو "تطهرهم وتزکیهم" (یعنی طہارت و پاکیزگی) ٹھیرایا گیا۔

(۲۸) آپؐ "عبداللہ" ہیں کہ آپؐ کی عبودیت نے انسانوں کو خلافت الہیٰ پر متمکن کر دیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عبد کامل بنایا ہے، کیونکہ عبودیت ہی کمال انسانیت ہے، آپؐ کی عبودیت وہ شجر طیبہ ہے، جس کے پھل نہایت شیریں ہیں۔ آپؐ کے تعلق سے قرآن پاک میں ارشاد ہوا کہ

(الف) تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا

(فرقان) کہ نزول قرآن کا سبب عبودیت کاملہ ہی ہے۔

(ب) **أليس الله بكاف عبده** (زمر) کہ کفایت و حفاظت کا سبب بھی عبودیت ہی ہے۔

(ج) **سبحان الذی أسریٰ بعبده لیلا** (بنی اسرائیل) معراج بھی عبودیت کاملہ ہی کا ثمر ہے۔

(د) **فأوحی الی عبده ما أوحیٰ** (نجم) عبد کامل ہی کو قربت الٰہیہ کا ثمر معراج میں عطا ہوا تھا، اور آپؐ تجلی الٰہیٰ اور دیدار الٰہیٰ سے مشرف ہوئے تھے

حضرت مسیحؑ نے گہوارہ میں "**انی عبدالله**" کہا تھا، لیکن حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے "**وانه لما قام عبدالله**" فرمایا، اس نسبت پر اور کہنے والے کی ذات پر غور کیجئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ "**عبدالله**" کہے وہ "عبد کامل" ہی ہو سکتا ہے، اس لئے حضور پاکؐ نے کلمۂ شہادت میں اس نسبت کو دہرایا ہے "**وأشهدأن محمدا عبده ورسوله**"۔ غرض "**وحده لاشریک له**" کے ساتھ "**عبده ورسوله**" کی شان کیا ہی خوب ہے۔

(۲۹) آپؐ سراپا "عفو" (معاف کرنے والے) تھے، آپؐ نے اپنوں اور بیگانوں کو ہمیشہ معاف کیا، مکہ کے ستمگروں کو جو مسلسل ۲۰ سال سے اسلام کی مخالفت کرتے رہے، اور ہر طرح کی گستاخیوں کے مرتکب ہوئے، فتح مکہ کے دن جو بظاہر ان کی گمراہیوں کی وجہ سے انتقام کا دن معلوم ہوتا تھا۔ لیکن "**رحمة للعٰلمین**" نے ان کی تمام تقصیروں کو معاف فرماتے ہوئے اعلان فرمایا "**لاتثریب علیکم الیوم یغفرالله لکم وهو أرحم الراحمین**"۔ حضرت حسانؓ فرماتے ہیں۔

عفو عن الزلات يقبل عذرهم
وان يحسنوا فالله بالخير أجود

دنیا کی تاریخ ایسے عفو و درگزر کے نظائر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(۳۰) آپؐ "قاسم" ہیں کہ "انما أنا قاسم والله يعطى" (یعنی دینے والا اللہ ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں) کے لقب سے سرفراز تھے، اور اللہ کے خزانوں کو تقسیم فرماتے رہے تھے کہ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کی چابیاں آپؐ کو عطا کی گئی تھیں)۔

(۳۱) آپؐ "مصطفیٰ" ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو "برگزیدہ" اور منتخب فرمایا تھا، جس طرح آپؐ کے آباء و اجداد کو منتخب فرمایا تھا "ان الله اصطفىٰ آدم ونوحا وآل ابراهيم وآل عمران على العٰلمين"۔ چنانچہ آپؐ "آل ابراهيم" سے نسبت رکھتے تھے، اور "ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم آياتك ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم۔ انك انت العزيز الحكيم" والی دعائے ابراہیم کے مصداق آپؐ ہی تھے۔

(۳۲) آپؐ "مطاع" ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کرنے والوں کی شناخت کے لئے یہ معیار مقرر فرمایا کہ "وما أرسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله اور آپؐ کی اطاعت کو خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا "ومن يطع الرسول فقد أطاع الله" اور اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا ذریعہ بھی صرف آپؐ کی اطاعت کو قرار دیا کہ "ان تطيعوه تهتدوا" (کہ اس کی اطاعت کروگے تو تم ہدایت یافتہ ہوجاؤ گے)۔ اور مقام محبوبیت بھی آپؐ ہی کی اطاعت میں ہے۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سراوست

پندار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز درپئے مصطفیٰ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا ، لوح و قلم تیرے ہیں

(۳۳) آپؐ "ماحی" ہیں، خود آپؐ نے ارشاد فرمایا "ان لی خمسة أسماء : أنا محمد وأنا أحمد وأناالماحی الذی یمحواللہ بی الکفر ، وأناالحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی یوم القیامة ، وأنا العاقب الذی لیس بعدی نبی" ۔
یعنی آپؐ محمد اور احمد ہیں، آپؐ ماحی ہیں کہ کفر و ضلالت کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ سے محو فرمایا، آپؐ حاشر ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قبر مبارک سے اٹھنے والے ہیں ، اور قیامت کا نظارہ کرنے والے ہیں ۔ آپؐ عاقب ہیں، جو سب سے پیچھے آنے والے ہیں پھر آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے)۔

(۳۴) آپؐ "نور" ہیں کہ آپؐ کے دین پر چلنے والے "فھو علی نور من ربہ" کی نورانی خلعت سے ممتاز ہیں، اور آپؐ کی لائی ہوئی کتاب کو بھی نور بتلایا گیا ہے کہ "واتبعوا النور الذی أنزل معہ" (کہ اتباع کیا اس نور ہدایت کا جو آپ کے ذات گرامی کے ساتھ اترا)۔
آپؐ کی ذات کو سورۂ مائدہ میں نور بتلایا گیا ہے۔ "قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین" ۔ (یعنی بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (محمدیؐ) اور واضح کتاب قرآن مجید آچکی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جب اس کائنات کی خلقت کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے نور محمدیؐ ہی کو پیدا فرمایا، ہمارے آقا

فرماتے ہیں "اول ماخلق اللہ نوری وخلق کل شیء من نوری" (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا پھر اس نور (محمدیؐ) سے ساری کائنات کی خلقت فرمائی)۔

حضرت کعب بن زھیرؓ قصیدہ "بانت سعاد" میں کہتے ہیں۔

ان الرسول لنور یستضاء به
وصارم من سیوف الهند مسلول

(بے شک محمدؐ ایک نور ہیں جس سے سارا عالم روشن ہے، اور وہ ایک ہندی کھلی تلوار ہیں جو بے نیام ہے)۔

(۳۵) آپؐ "مدثر" ہیں کہ کاشانہ عالم کو آپؐ نے درست و محکم بنادیا۔

(۳۶) آپؐ "مزمل" ہیں کہ قدرت ربانیہ نے تبتل کا نسخہ اس مزمل کو بتلایا، تو وہ کھڑا ہو گیا، اور ساری مخلوق کی رہنمائی اور عقدہ کشائی کی۔

(۳۷) آپؐ "رؤوف رحیم" ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں آپؐ کو "وبالمؤمنین رؤوف رحیم" فرمایا، اور اپنے مقدس اسماء حسنیٰ میں سے کئی ناموں کے ساتھ خصوصاً یہ دو اسماء عالیہ آپؐ کو عطا کئے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ "رؤوف رحیم بالعباد" ہے یعنی "ان اللہ بالناس لرؤوف رحیم" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم "رؤوف ورحیم بالمؤمنین" ہیں یعنی "وبالمؤمنین رؤوف رحیم"۔

(۳۸) آپؐ کی ذات سارے عالم کے لئے "مبارک" ہے۔ سیدنا حسانؓ کہتے ہیں۔

صلی الاٰله ومن یحف بعرشه
والطیبون علی المبارک أحمد

سیدنا عباسؓ بن مرداس (جو اسلام سے پہلے ایک راہب نصرانی تھے) اپنے نعتیہ قصیدہ میں فرماتے ہیں :

ووجهت وجهی نحو مکة قاصدا
وبایعت بین الأخشبین المبارکا

(۳۹) آپؐ "مھاجر" ہیں کہ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کے ساتھ گھر بار، خویش و اقارب، وطن و دیار کو ترک کیا، اس طرح صحابہ مہاجرین کی ہجرت حضورؐ کی ہجرت سے مقبول ربانی ہوی۔

(۴۰) آپؐ "ھادی" ہیں کہ آپؐ نے ہدایت اور دعوت الی الحق کے بہترین طریقوں کو جمع فرمادیا تھا، آپؐ کی کشادہ روئی، نرم خوئی، خلق عظیم، شیریں اور واضح بیانی نے سارے عالم کے دلوں کو "موہ" لیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کے ہدایت کے سرچشمہ کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح فرمایا ہے " **وانک لتھدی الی صراط مستقیم** "۔ (یعنی بلاشبہ تو سیدھی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے)۔ آپؐ کی ذات عالی سرتاپا نور ہدایت ہے۔ اس لئے ارشاد ربانی ہے " **لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ** " (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ۔ (ہدایت) ہے۔

ضرارؓ بن الخطاب الفھری نے فتح مکہ کے دن حضورؐ کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

یا نبی الھدیٰ الیک لجا
حیّ قریش ولات حین لجاء

اور نابغہ جعدی کا شعر ہے۔

أتيت رسول الله اذ جاء بالهدى
ويتلو كتابا كالمجرّة نيرا

(۴۱) آپؐ "یس" یعنی سید ہیں کہ آپؐ ہی سید ولد آدم ہیں، اور آپؐ ہی سارے عالم کے سرور ہیں، اور آپؐ کی یہ سروری اور بزرگی اللہ رب العلمین کے بعد صرف آپؐ ہی کو حاصل ہے :

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۴۲) آپؐ "خاتم النبیین" ہیں کہ آیت قرآنیہ میں "ولکن رسول الله وخاتم النبیین" آپؐ ہی کی شان میں فرمایا گیا ہے، دیکھو اس آیت میں کیسی برقی طاقت ہے کہ اس وقت سے اب تک اور تاقیام قیامت نبوت کے دروازوں پر قفل ڈال دیئے گئے۔

عباسؓ بن مرداس اسلمی فرماتے ہیں :

یاخاتم الأنبیاء انک مرسل
بالحق کل هدی السبیل هداکا

غرض ارشاد ہوا "لو لاک لما خلقت الأفلاک"۔ (اے پیارے اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا)۔

اب میں اس مضمون کو جو نہایت اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل واصحاب پر درود و سلام کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔ ان الله وملائکته یصلون علی النبی ، یاأیهاالذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسیلما۔

اللهم صل علی سیدنا محمد وعلی آله وأصحابه وأزواجه

وذریاتہ واُھل بیتہ أجمعین وبارک وسلم علیھم۔

درود اس پر کہ جن کا نام تسکین دل و جاں ہے
درود اس پر کہ جن کے خلق کی تفسیر قرآں ہے
(کان خلقہ القرآن)

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

صورت تری جامع کمالات بناکر
دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

دامان نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گلچین تو از تنگیٔ داماں گلہ دارد

• • •

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طریقۂ محمدیہ
(صلی اللہ علیہ وسلم)

از محمد غوث ندوی
(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دارالعلوم الاسلامیۃ بأمریکا)
کیلیفورنیا - امریکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طریقۂ محمدیہ
(صلی اللہ علیہ وسلم)

قاضی عیاضؒ نے کتاب الشفا فی بیان حقوق المصطفیٰؐ میں حسب ذیل حدیث بہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کی ہے، اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کی بخوبی توضیح ہوتی ہے۔ مصنف کا جو درجہ حدیث میں ہے اس سے اہل فن بخوبی واقف ہیں ان کی ثقاہت اور امانت، اس حدیث کے صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔

وہ حدیث شریف یہ ہے :

عن علی رضی اللہ عنہ قال : سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سنتہ فقال۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضورؐ کا طریقۂ سنت کیا ہے تو فرمایا :

۱- المعرفۃ رأس مالی	معرفت میرا رأس المال ہے۔
۲- والعقل أصل دینی	عقل میرے دین کی اصل ہے۔
۳- والحب أساسی	محبت میری بنیاد ہے۔
۴- والشوق مرکبی	شوق میری سواری ہے۔
۵- وذکر اللہ أنیسی	ذکر الہیٰ میرا مونس ہے۔
۶- والثقۃ کنزی	اعتماد میرا خزانہ ہے۔

۷- والحزن رفیقی	غم میرا رفیق ہے۔
۸- والعلم سلاحی	علم میرا ہتھیار ہے۔
۹- والصبر ردائی	صبر میرا لباس ہے۔
۱۰- والرضا غنیمتی	رضا میری غنیمت ہے۔
۱۱- والعجز فخری	عجز میرا فخر ہے۔
۱۲- والزھد حرفتی	زہد میرا پیشہ ہے۔
۱۳- والیقین قوتی	یقین میری روزی ہے۔
۱۴- والصدق شفیعی	صدق میرا ساتھی ہے۔
۱۵- والطاعة حسبی	طاعت میری کفایت ہے۔
۱۶- والجھاد خلقی	جہاد میرا خلق ہے۔
۱۷- وقرة عینی فی الصلاة	میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اب ہم اس حدیث کے ہر ایک ٹکڑے کی تشریح و توضیح کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(۱) **المعرفة رأس مالی** - (معرفت میری اصل پونجی ہے)۔

رأس المال اس رقم کو کہتے ہیں جس کے بغیر تجارت کا آغاز ہی نہیں ہو سکتا، یہ وہ مال ہے جس سے کہ تاجر اپنی تجارت کو شروع کیا کرتا ہے۔ حدیث بالا میں معرفت کو رأس المال فرمایا گیا ہے۔

معرفت، لغت میں شناخت کو کہتے ہیں، اور اصطلاح عرفاء میں اس کا استعمال "ہدایت" پر ہوتا ہے۔

معرفت، علم الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے کہ **فاعلموا انما أنزل بعلم الله** (جان لو کہ یہ اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے)

أنزله بعلمه (اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اپنے علم سے نازل فرمایا ہے)

قل رب زدنی علما (اے نبی کہہ دیجئے کہ اے رب مجھے علم میں بڑھا)

ان آیات شریفہ میں علم کو ذات باری تعالیٰ سے نسبت ہے اور یہی معرفت الٰہی ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ : **أنا أعرفکم باللہ وأشدکم لہ خشیۃ** (یعنی میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کا عرفان رکھتا ہوں، اور سب سے زیادہ اس کے سامنے خشیت والا ہوں)

عارف، ذات باری تعالیٰ اور صفات ہی پر ایمان رکھتا ہے، اور معرفت کا حصہ بقدر ظرف ہوتا ہے "**صراط الذین أنعمت علیھم**" کا اشارہ اسی راز کی طرف ہے۔

(۲) **والعقل أصل دینی** (یعنی میرے دین کی جڑ عقل پر ہے)

عقل اور عاقلین کی فضیلت آیات قرآنیہ سے ہویدا ہے۔

ولقد ترکنا آیۃ بینۃ لقوم یعقلون ○ (ہم نے اس کے روشن نشان چھوڑے ہیں، عقل والوں کے لئے)

ومایعقلھا الا العالمون ○ (ان باتوں کی عقل اہل علم کو ہی ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "**العقل أصل دینی**" اس دین کی منجانب اللہ ہونے پر دلیل حتمی ہے۔

(۳) **والحب أساسی** (یعنی محبت میری بنیاد ہے)

محبت الٰہی ہی اصل دین کی بنیاد ہے، قرآن پاک میں اثبات محبت پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا أشد حبا للہ ○ (یہ لوگ غیروں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے، مگر جو ایمان والے ہیں، وہ اللہ کی محبت میں بہت زیادہ محکم ہیں)

فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ (اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو (اسلام میں) لائے گا، جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا، اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہوں گے)

احادیث پاک میں بھی اس امر کی وضاحت آئی ہے :

ان أحب الاعمال الی اللہ الایمان باللہ ثم الجھاد (یعنی اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا عمل ایمان ہے پھر جہاد ہے)

أحب الأعمال الی اللہ الصلاۃ علی أول وقتھا (سب اعمال سے زیادہ پسندیدہ اللہ تعالیٰ کو وہ نماز ہے، جو اول وقت میں پڑھی جائے)

غرض اللہ کی محبت، عبادت میں ہے اور یہ عبودیت جملہ محاسن اعمال کا سرچشمہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی محبت کو خدائے پاک سے مانگا تھا : "**اللھم ارزقنی حبک وحب من یقربنی الی حبک**" غرض جس ایوان عظمت کی بنیاد "محبت" ہو، وہ عمارت کیا ہی خوب ہوگی، اور اس مکان کا مکیں کس عظمت کا مالک ہوگا۔

(۴) **والشوق مرکبی** (یعنی شوق میری سواری ہے)

قرآن مجید میں لفظ شوق نہیں آیا ہے، اس معنی میں "لقاء" کا لفظ مستعمل ہوا ہے، حدیث شریف میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ "**أسئلک لذۃ النظر الی وجھک والشوق الی لقائک**"۔ (تیرے چہرہ پر نگاہ ڈالنے کی لذت اور تیرے "لقاء" کے شوق کا سوال کرتا ہوں)۔

یاد رہے کہ مقدار شوق، مقدار محبت پر مبنی ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ سالک کے لئے شوق سے بڑھ کر اور کوئی سواری نہیں۔

یہ "شوق" وہی ہے جو گھاٹیوں کو پھاندتا ہے، اور امتحان کے خطرناک پل سے صاف گزرتا ہوا جنت اللقاء تک پہنچتا ہے۔

فطوبیٰ للمشتاقین وطوبیٰ للمحبین ○

(۵) **وذکر اللہ أنیسی** (یعنی اللہ کا ذکر میرا مونس ہے)

ذکر ہی اہل لسان کا زاد راہ ہے، جسے لے کر وہ سفر کیا کرتا ہے، ذکر ہی دلوں کی زندگی ہے، ذکر ہی وہ دوا ہے جس سے باطن کا روگ دور کیا جاتا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

فاذا مرضنا تداوینا بذکرکم
فنترک الذکر أحیانا فنتکس

(جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو تمہارے ذکر کو اپنی دوا بناتے ہیں۔ جب کبھی ذکر چھوٹ جاتا ہے تو ہم منہ کے بل گر پڑتے ہیں)

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے :

یاأیھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا ○ (اے لسان والو ! اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو)

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ○ (اللہ کا ذکر بہت کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ)

وأقم الصلوٰۃ لذکری ○ (نماز کو قائم کیا کر میرے ذکر [یاد] کے لئے)

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملائکۃ ، وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ۔

(یعنی جو لوگ اللہ کا ذکر کرنے کو بیٹھتے ہیں، فرشتے ان کے ارد گرد آجاتے ہیں (یعنی گھیر لیتے ہیں) رحمت ان پر چھا جاتی ہے، سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ

ان کا ذکر فرشتوں میں فرماتا ہے)

ایک اعرابی نے حضورؐ سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے ؟ فرمایا : أن تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللہ (جب تو دنیا چھوڑے تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہے)

ایک بار ارشاد فرمایا : لایزال لسانک رطبا من ذکر اللہ (تیری زبان برابر ذکر الہیٰ میں تروتازہ رہنی چاہیئے)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک بار حضورؐ ہم میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا : أیھاالناس ارتعوا فی ریاض الجنۃ (اے لوگو ! چمن ہائے بہشت کی سیر کرو)۔ تو لوگوں نے عرض کیا : یارسول اللہؐ ! چمن ہائے بہشت کسے کہتے ہیں۔ فرمایا :

مجالس الذکر (یعنی ذکر کی مجلسیں)

غرض ذکر کی چار قسمیں ہیں : (۱) ذکر اللسان (۲) ذکر القلب (۳) ذکر اللسان والقلب معا (۴) اور ذکر العمل۔

زبان کا ذکر، قلب کا ذکر، زبان و قلب دونوں کا ذکر اور عمل کے موقع پر یاد الہیٰ یعنی (ذکر اللہ)۔

مبارک ہے وہ انسان، جسے ذکر ربانی نے اپنا فریفتہ بنالیا ہے اور مبارک ہے وہ صاحب لمان، جس نے فنائے عالم کا سبق بقاء رب العالم سے سیکھ لیا ہے۔

(۶) والثقۃ کنزی (یعنی اعتماد الہیٰ میرا خزانہ ہے)۔

یاد رہے اعتماد ہی چشم توکل کی پتلی ہے۔ اعتماد ہی دائرۂ تفویض کا مرکز ہے اور اعتماد ہی قلب سلیم کا سواد ہے۔

اعتماد تمام نظام عالم پر چشم بصیرت کے کھولنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ انسان کو نظر آتا ہے کہ جمادات کا ذرہ ذرہ، نباتات کا پتہ پتہ، ارض و سماء کا ریزہ ریزہ،

اسی رب کائنات کے انعام سے فیض یاب ہو رہا ہے اور اسی کی دولت سے مالا مال ہے۔

پتا پتا ، بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

(۷) **والحزن رفیقی** (اور اندوہ دل میرا رفیق ہے)

حزن اس اندوہ قلب کو کہتے ہیں، جو کسی دوسرے کی بہتری و بہبودی کے متعلق دل ہی دل میں جوش مارتا ہوتا ہے، گو کہ لب خاموش ہوتے ہیں لیکن دل بے چین ہوتا ہے۔ کتاب اللہ میں الفاظ "حزن" کا استعمال انبیاء و اصفیاء کے لئے بہ کثرت استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فرمایا ہے :

"**ولا یحزنک قولھم**" (یسین) (ان کی باتوں سے اے نبی آپ کو حزن نہ ہو، یعنی آپ دل برداشتہ نہ ہوں)

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و رأفت نوع انسانی کے ساتھ بہت بڑھی ہوی تھی، اور حضورؐ ان نافرمانوں کے عواقب امور کا خیال کرتے ہوے اکثر اندوہ گیں رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو دلاسا دیا کہ اے حبیبؐ آپ ان کے تعلق سے دل برداشتہ نہ ہوں۔

غار ثور میں، ہجرت مدینہ کے وقت صدیق اکبرؓ فدائی سرور کونینؐ کافروں کی آمد کو دیکھ کر حضورؐ کے تعلق سے حزن و عشق میں بے تابانہ تڑپ رہے تھے کہ کوئی آپؐ کو نقصان نہ پہونچائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو "**لاتحزن ان اللہ معنا**" فرما کر تسلی دی۔ اس ارشاد میں ایک لطیف نکتہ یہ تھا کہ "**معیت ربانی**" میں، نبی پاکؐ کے ساتھ صدیق اکبرؓ بھی داخل و شامل تھے۔

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حزن ساری انسانیت کے لیے تا حیات

کبھی جدا نہ ہوا۔ بسا اوقات آپؐ تہجد میں سارا وقت امت کے لئے دعا کرنے میں وقف فرما دیتے تھے۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ "تہجد" میں صرف اس آیت کو دہراتے صبح فرما دی

"ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک أنت العزيز الحكيم"

(اگر تو ان کو عذاب دے گا تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو بخش دے گا تو، تو غالب اور حکمت والا ہے)

(۸) **والعلم سلاحی** (علم میرا ہتھیار ہے)

علم حاکم اور ھادی ہے، علم امام ہے، علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ علم ہی ہے جس کی طلب و درخواست کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے نبی پاکؐ کو سکھلایا ہے (**قل رب زدنی علما**) کہہ، اے اللہ مجھے علم میں بڑھا۔

غرض علم وہ ہے، جو ظلمات کو دور کر دیتا ہے اور طالب کو نور و ہدایت بخشتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا : **العلم حیاۃ الانسان** (علم انسان کی زندگی ہے) جس کے بغیر وہ راہ ہدایت نہیں پا سکتا۔

علم اللہ کا نور ہے امام شافعیؒ کے یہ اشعار اس باب میں بے حد مشہور ہیں۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی — فاوصانی الی ترک المعاصی

وقال العلم نور من اله — ونور الله لایعطی لعاصی

حضورؐ کا یہ فرمان "**العلم سلاحی**" اسی حقیقت کا مظہر ہے۔

(۹) **الصبر ردائی** (صبر میرا [شاندار] لباس ہے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

واستعینوا بالصبر والصلوۃ (صبر اور نماز سے اللہ کی مدد حاصل کرو)

اصبروا وصابروا (صبر کرو اور آپس میں صبر کی تعلیم دو)

وان تصبروا خیر لکم (اور صبر کرو تو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے)

وجعلنا منھم أئمة یھدون بأمرنا لما صبروا (ہم نے انھیں میں سے امام بنائے، جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، جبکہ انھوں نے "آزمائش کے موقع" پر صبر کیا)

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا : "الصبر والسماحة" صبر سے کام لو اور سیر چشمی اختیار کرو یعنی ہر مشکل موقع پر صبر اختیار کرو، نعمت پر شکر کیا کرو، اور انسانوں کے ساتھ سماحت، نرمی اور آسانی پیدا کرو، سرکشی و نفرت کو چھوڑ دو، بس یہی سیدھا رویہ ہے۔

ایک شاعر کا کیا ہی عمدہ شعر ہے۔

واذا عرتک بلیة فاصبر لھا ۔ صبر الکریم فانه بک أعلم

واذا شکوت الی ابن آدم انما ۔ تشکو الرحیم الی الذی لا یرحم

(یعنی جب تجھ پر بلا و مصیبت نازل ہو تو شریف آدمی کا صبر کر، کیونکہ رب العٰلمین تجھے بہتر جانتا ہے لیکن اگر تو اس کا شکوہ و شکایت ابن آدم سے کرے گا، تو تو رحمن و رحیم کا شکوہ اس سے کرتا ہے جو (خود) رحم کرنا نہیں جانتا)

اس لئے حضورؐ نے "الصبر ردائی" فرما کر صبر کو، تجمل و شان، شوکت و وقار کا خلعت عطا کیا۔

(۴) والرضا غنیمتی (رضائے الٰہی میری غنیمت ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

"ذاق طعم الایمان من رضی بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا" (یعنی ایمان کا ذائقہ اس شخص نے چکھا، جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے

دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا)

یعنی جس شخص میں یہ تین امور جمع ہو جائیں تو وہ صحیح مسلمان بنے گا یعنی (۱) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر رضامندی۔(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی اطاعت پر رضامندی۔(۳) اور دین الہیٰ پر رضامندی۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ "**الخیر کله فی الرضا فان استطعت أن ترضی والا فاصبر**" (رضا میں سراپا خیر ہے، اگر تم میں استطاعت ہے تو راضی رہا کرو ورنہ صبر کیا کرو)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا :

یاأیتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (اے اطمینان والے نفس، اپنے رب کی طرف رجوع کر راضی برضا ہو کر، پس تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا)

یہ وہ قول ہے جو دنیا سے رخصت ہوتے وقت بندۂ مومن سے کہا جائے گا، اور قیامت کے میدان میں بھی، اسی کلمہ سے مومن کو مسرور کیا جائے گا کہ "**اُلا تخافوا ولا تحزنوا وأبشروا بالجنة التی کنتم توعدون** ○

(۱۱) **والعجز فخری** (عاجزی میرا فخر ہے)

عجز کا معنی درماندگی ہے، اور کسی مفوضہ کام کو نہ کر سکنا ہے۔ لہذا عجز سے مراد بارگاہ رب العالمین میں عجز و درماندگی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں عاجزی وانکساری کے جذبات ہر جگہ نظر آتے ہیں۔یہاں بطور نمونہ حضور پاکؐ کی اس دعا کو ہم نقل کرتے ہیں، جس کو آپؐ نے طائف میں مانگا تھا، جب کہ اہل طائف نے آپؐ پر پتھروں کی بارش کر دی تھی جس کی وجہ سے آپؐ کے جسم اطہر سے خون بہہ رہا تھا، اور نعلین مبارک خون کی

وجہ سے جم گئے تھے، آپؐ پر بار بار غشی آجاتی تھی، اور آپؐ رہ رہ کر گر پڑتے تھے، اور آپؐ اہل طائف کے لئے زخم کھاکر پھول برسا رہے تھے اور فرماتے تھے، اے اللہ اہل طائف پر رحم فرما اور ان کو ہدایت پر جھکا۔ اس وقت آپ نے جو آہ و مناجات اپنے رب سے کی تھی وہ یہ ہے :

اللھم انک تریٰ مکانی وتسمع کلامی وتعلم سری وعلا نیتی ولایخفی علیک شییء من أمری وانا الرجل المشفق والمقر المعترف بذنبی وأنا المستغیث المستجیر ۔ أسالک مسئلة المسکین وأبتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وأدعوک دعاء الخائف الضریر ودعاء من خضعت لک رقبته وفاضت لک عبرته وذل لک جسمه ورغم لک أنفه أن لاتجعلنی بدعائک شقیا وکن بی رؤوفا رحیما یاخیر المسئولین ویاخیر المعطین ۔

یااللہ تو میری جگہ دیکھ رہا ہے، میرا کلام سن رہا ہے میری ظاہر و پنہاں کو خوب جانتا ہے۔ میری کوئی بات بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں تو ڈرنے والا ہوں، اپنی کمزوری کا اقرار و اعتراف کرتا ہوں، میں فریادی و پناہ کا خواہاں ہوں۔ تجھ سے مسکین بن کر سوال کرتا ہوں۔ گہنگار ذلیل کی طرح تیرے سامنے چلاتا ہوں۔ نابینا، خوفزدہ کی طرح مدد کی پکار کرتا ہوں، میری پکار اس شخص کی سی ہے، جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہو، جس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوں، جسم جھکا ہو اور ناک زمین پر رگڑ رہا ہو، اے پروردگار اور معبود برحق مجھے اپنی نعمت سے محروم نہ رکھنا، میرے ساتھ رأفت اور رحم کا برتاؤ کرنا۔ اے مالک تو سب سے بڑھ کر فریادرس ہے اور تو سب سے بڑھ کر جود و عطا کرنے والا ہے۔

(۱۲) **والزھد حرفتی** (زہد میرا پیشہ ہے)

زہد، اصل لغت میں عدم رغبت کو کہتے ہیں : سورۂ یوسفؑ میں ہے

"وکانوا فیہ من الزاھدین" (قافلہ والوں کے لئے یوسف کو اپنے پاس رکھنے کی رغبت نہ تھی) شیبی عزھید کے معنی ہیں، وہ چیز جو قابل التفات نہ ہو۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔

زھد کی تین اقسام ہیں :

(۱) حرام چیزوں کو چھوڑ دینا، یہ عوام الناس کا زہد ہے۔

(۲) حلال چیزوں میں سے زائد چیزوں کو چھوڑ دینا، یہ خواص کا زہد ہے۔

(۳) ہر اس چیز کو چھوڑ دینا جو توجہ الی اللہ سے روکنے والی ہو اور یہ عارفین باللہ کا زہد ہے۔

حرفۃ اس صنعت یا کسب کو کہتے ہیں، جسے انسان گزارہ کا ذریعہ بنائے۔ یہاں "الزھد حرفتی" کہ یہ معنی ہوں گے کہ ہر وہ چیز جو توجہ الی اللہ سے روکے اس کی طرف سے توجہ ہٹالی جائے اور یہی زہد کی بلند ترین صورت ہے اور حضورؐ نے اسی کو "الزھد حرفتی" فرمایا۔

(۱۳) والیقین قوتی (یقین میری روزی ہے)

یعنی ذات الہٰی کے یقین کامل سے میں غذا حاصل کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے :

وبالآخرۃ ھم یوقنون ○ (اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں)

وکانوا بآیٰتنا یوقنون ○ (اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں)

وفی الأرض آیات للموقنین ○ (اور یقین والوں کے لئے زمین میں نشانیاں موجود ہیں)

غرض یقین ہی اعمال قلب کی روح ہے۔ اور یقین ہی مقام صدیقیت ہے۔ اور یقین شکوک و اوہام کے حجاب کو چاک کر دیتا ہے۔ اور یقین کامل ہی کے ذریعہ حقائق اصلیہ اور معارف روحانیہ حاصل ہوتے ہیں۔

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

(۱۴) والصدق شفیعی (صدق میرا ساتھی ہے)

جب ایک شخص کے ساتھ اس کے اغراض و مقاصد میں متفق و متحد ہو کر دوسرا شخص شامل ہو جاتا ہے تو وہ پہلے شخص کا شفیع کہلاتا ہے۔

صدق ہر شئے کی اصلیت اور کمال قوت کو کہتے ہیں۔

عزم صادق اس ارادہ کو کہیں گے جو تام اور قوی ہو۔

اور خبر صادق وہی اطلاع ہے، جس میں اصلیت کے اجزاء کامل اور مکمل ہوں اور محبت صادق اسی محبت کو کہتے ہیں جو کامل اور اصلی ہو۔

قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا تلقین فرمائی گئی ہے۔

"رب أدخلنی مدخل صدق وأخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا ○

(اے رب مجھے خوبی کے ساتھ داخل کیجئے، اور مجھ کو خوبی کے ساتھ نکالیے، اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجئے جس کے ساتھ نصرت ہو)۔

اس دعا میں مدخل صدق (مدینہ میں خوبی کے ساتھ) داخل کرنے اور (مکہ سے خوبی کے ساتھ) مخرج صدق یعنی نکالنے کی دعا سکھلائی گئی ہے۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے : **واجعل لی لسان صدق فی الآخرین ○** (اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھئے یہاں لسان صدق سے مراد ثناء حسن ہے۔

(۱۵) والطاعة حسبی (طاعت کرنا میری کفایت ہے)

طاعت کے معنی انقیاد امر اور اتباع حکم ہے۔ اور حسب، وہ بزرگی ہے جو طاعت دین یا صفات حسنہ و اخلاق فاضلہ اور جود و سخا کی وجہ سے حاصل ہو۔

یہاں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بندگی و فرمانبرداری کو اپنے لئے باعث فخر قرار دیا ہے۔

صلح حدیبیہ میں آپؐ نے صحابہؓ کے سوال پر ارشاد فرمایا تھا کہ "اس صلح میں جو بھی باتیں طے پائی ہیں وہ مصلحت پر مبنی ہیں اور اس میں اطاعت و انقیاد الہیٰ کی پابندی کی گئی ہے۔ ارشاد ہوا "انی رسول اللہ ولست أعصیہ وھو ناصری" (میں اللہ کا رسول ہوں میں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا، اور وہی میرا مددگار ہے)

اللہ تعالیٰ نے اسی حسن عمل کا بدل، جنس عمل کی صورت میں حضورؐ کو عطا فرمایا اور حضورؐ کی اطاعت کو فرض عین قرار دیا۔ فرمایا "من یطع الرسول فقد أطاع اللہ" (جس نے رسول خدا کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی)۔

ان تطیعوہ تھتدوا (اے لوگو، اگر تم رسولؐ کی اطاعت کروگے تو ہدایت پالوگے)

(۱۹) والجھاد خلقی (جہاد میری خصلت ہے)

جہاد، پوری محنت، طاقت، توجہ اور کوشش سے کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اور خلق، طبیعت، جبلت اور پیدائشی خصلت کو کہتے ہیں۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ جھاد بالمال اور جھاد بالنفس۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وتجاھدون فی سبیل اللہ بأموالکم وأنفسکم (اور اللہ کی راہ میں مالوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ جہاد (جدوجہد) کرتے رہو)

کیونکہ مال و جان کی قربانی بے حد دشوار ہے، بعض لوگ ایسے ہیں کہ جان کے بچاؤ میں مال کی پروا نہیں کرتے اور اکثر ایسے ہیں جو مال کے لئے جان کو بھی ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں۔ اور جہاں (اللہ تعالیٰ کے لئے) جان اور مال دونوں کے نثار کرنے کا سوال ہو، وہاں پورا اترنا اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں ہی کا کام ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا کہ **وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ** (اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جدوجہد کرنے کا حق ہے)۔ اور سب سے بڑی جدوجہد "**کلمۃ اللہ ھی العلیا**" ہے حضور پاکؐ اور صحابہ کرامؓ نے اس "**حق جھادہ**" کا حق ادا کر دیا تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۱۷) **وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ** (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)

حج عمر میں ایک دفعہ فرض ہے، ادائے زکاۃ کے لئے سال میں ایک دن مقرر کر لینا کافی ہے، صوم رمضان گیارہ ماہ کے بعد آتے ہیں، نیز حج اور زکاۃ کے لئے صاحب مال ہونا ضروری ہے، اور حج کے لئے مال کے ساتھ صحت مند ہونا بھی لازم ہے۔ اور روزہ کے لئے بھی قوت و طاقت کا ہونا شرط ہے، اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو پھر روزہ کا فدیہ کافی ہے، اور وہ بھی بشرط استطاعت ہے۔ مگر نماز ہر مومن پر ہر حالت میں فرض ہے، اور دن میں پانچ دفعہ پڑھنا ضروری ہے۔ سات برس کے بچے کو نماز پر لگانے اور دس برس کے بچے کو ترک نماز پر تادیب کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا حضر، صحت ہو یا مرض، مفلسی ہو یا امیری، اسیری ہو یا آزادی، نوکری پر ہو یا گھر پر، فرض نماز کسی وقت اور کسی جگہ ساقط نہیں ہوتی۔ جب تک ہوش و حواس درست ہیں، نماز کی فرضیت قائم رہتی ہے۔ لمان کے بعد اعمال میں نماز سب سے پہلے فرض ہوتی ہے، اور سب سے آخر تک فرض رہتی ہے۔ نماز ہی کی بابت سب سے پہلے سوال بروز محشر ہوگا۔

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

غرض نماز دین کا ستون ہے، شوکت اسلام نماز ہے۔ اسلام کا خیمہ اسی چوب پر قائم ہے۔ مسجدوں کی تعمیر، اذانوں کا اعلان، خطیب اور اماموں کا تقرر سب کچھ نماز ہی کے لئے ہے۔ حفاظ قرآن کی عزت محراب مسجد سے آشکارا ہوتی ہے اور علمائے دین کی فضیلت منبر مسجد سے نمودار ہے۔

نماز ہی بندہ کے لئے بدن، لباس اور مقام کی پاکیزگی اور دل کو صاف و محلی رکھنے کا ذریعہ ہے۔ نماز ہی سحر خیزی سکھلاتی ہے۔ نماز ہی ہر انسان کو دربار الہیٰ میں حاضر ہونے کا اعزاز عطا کرتی ہے۔ نماز ہی انسان یعنی (عبد) اور معبود میں سرگوشی و ہم کلامی کا اعزاز بخشتی ہے، نماز ہی کمال عبودیت ہے، اور نماز ہی تکمیل انسانیت ہے نماز ہی عادات سیئہ کی سپر ہے۔ "ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" نماز ہی ذکر اکبر ہے "ولذکر اللہ اکبر" غرض جس دین میں نماز نہیں، وہ دین، دین ہی نہیں۔ اور نماز مؤمنین کی معراج ہے۔ "الصلوٰۃ معراج المؤمنین"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اپنی نورانیت میں سارے جہاں کی نمازوں سے اعلیٰ و برتر تھی۔ اس لئے ارشاد فرمایا کہ "قرۃ عینی فی الصلوٰۃ"۔ اس حدیث پاک سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو، اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہی کو بنانا چاہئے، جیسے کہ خود سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو "قرۃ عینی فی الصلوٰۃ" فرمایا ہے۔

وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ وأصحابہ وأزواجہ وذریتہ وأھل بیتہ أجمعین وبارک وسلم۔

• • •

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں)

قیصر روم ہرقل اور أبو سفیان کا مکالمہ

از محمد غوث ندوی

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دار العلوم الاسلامیۃ بأمریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

قیصر روم ہرقل اور ابو سفیان کا مکالمہ

دوستو اور عزیزو ! قیصر روم کے دربار میں قاصد نبویؐ پہنچا ہے، کفار قریش میں آنحضرتؐ کے سب سے بڑے حریف اور مقابل ابو سفیان جو چھ برس متواتر آپؐ کے مقابلہ میں فوجوں کے پرے جماتے رہے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق حال اور تفتیش کے لئے بلائے جاتے ہیں، موقع کی نزاکت پر غور کرو، ایک دشمن کی شہادت اپنے ایک ایسے دشمن کے حق میں ہے، جس کو وہ دل سے مٹا دینا چاہتا ہے، ایک ایسے باسروسامان بادشاہ کے دربار میں اس کی شہادت ہے کہ اگر اس کو راضی کر لیا جائے تو دم کے دم میں اس کی فوجیں مدینہ کی سمت بڑھ سکتی تھیں۔ اور بادشاہ کے سوالات پر غور کرو کہ وہ ایک ایسے دانشمند، واقف اور تجربہ کار شخص کے سوالات تھے، جو تاریخ مذاہب، انبیاء کے خصائص اور سیرت، ان کی قوموں کا ان سے معاملہ اور اللہ تعالیٰ کی سنت سے بخوبی واقف ہے، ابو سفیان نے بھی قدیم عربوں کی طرح اس شرم سے کہ لوگ ان کو غلط بیانی کرنے والا نہ کہیں، ان سوالات کا بالکل صحیح صحیح جواب دیا۔

سوال وجواب کو سنئیے :

ہرقل : ان کا نسب کیسا ہے ؟

ابو سفیان : وہ ہم میں عالی نسب سمجھے جاتے ہیں۔

ہرقل : کیا جو بات وہ کہتے ہیں ان سے پہلے بھی کسی نے کہی تھی۔

ابو سفیان : نہیں۔

ہرقل : اس خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے ؟

ابو سفیان : نہیں۔

ہرقل : کیا بااثر لوگوں نے ان کا اتباع کیا ہے یا کمزوروں نے ؟

ابو سفیان : کمزور لوگوں نے۔

ہرقل : ان کے پیرو بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں ؟

ابو سفیان : بڑھتے جا رہے ہیں۔

ہرقل : کیا کوئی اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد دین کو ناپسند کر کے پھر بھی جاتا ہے ؟

ابو سفیان : نہیں۔

ہرقل : کیا اس کے اس دعوے سے پہلے بھی تم نے کبھی اس پر جھوٹ کا تجربہ کیا ہے ؟

ابو سفیان : نہیں۔

ہرقل : کیا وہ عہد و قرار کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے ؟

ابو سفیان : ابھی تک تو نہیں کی، لیکن اب جو نیا معاہدۂ صلح ہے اس میں دیکھیں وہ عہد پر قائم رہتا ہے یا نہیں ؟

ہرقل : تم لوگوں نے اس سے کبھی جنگ بھی کی ؟

ابو سفیان : ہاں کی ہے۔

ہرقل : نتیجۂ جنگ کیا رہا ؟

ابو سفیان : جنگ کا پانسہ ہمارے اور ان کے درمیان پلٹتا رہتا ہے، کبھی ہم غالب آتے ہیں، کبھی وہ۔

ہرقل : وہ کیا تعلیم دیتا ہے۔

ابو سفیان : کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو، کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ نماز پڑھو، پاکدامنی اختیار کرو، سچ بولو، صلہ رحمی کرو۔

اب ہرقل کی دانشمندانہ گفتگو بھی سنو :

(۱) ہرقل نے مترجم سے کہا کہ ان سے کہو کہ ہم نے تم سے اس کے نسب کی بابت دریافت کیا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں شریف النسب ہے۔ پیغمبر ہمیشہ اچھے ہی خاندانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

(۲) میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا اس کے خاندان میں کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا، تو تم نے کہا کہ نہیں، اگر اس سے پہلے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ وہ اسی کی نقل کر رہا ہے۔

(۳) میں نے پوچھا کہ کیا اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے، تم نے کہا نہیں، اگر کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں کہتا کہ وہ اپنے خاندان کی بادشاہت کا طالب ہے

(۴) میں نے دریافت کیا کہ کیا تم اس کو اس دعوے سے پہلے بھی کبھی جھوٹا کہتے تھے تم نے کہا، نہیں، میں جانتا ہوں کہ یہ ناممکن تھا کہ وہ لوگوں سے تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ باندھے۔

(۵) میں نے تم سے دریافت کیا کہ شرفاء و بااثر لوگ اس کے متبع ہیں یا غریب اور کمزور، تم نے کہا کمزوروں نے ہی اس کی پیروی کی ہے، پیغمبروں کے ابتدائی پیرو ہمیشہ کمزور و غریب ہی لوگ ہوتے ہیں۔

(۶) میں نے تم سے دریافت کیا کہ اس کے پیرو بڑھتے جا رہے ہیں یا گھٹتے جا رہے ہیں، تم نے کہا کہ بڑھتے جا رہے ہیں، ایمان کا یہی معاملہ ہے کہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

(۷) میں نے تم سے پوچھا کہ کوئی اس کے دین سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے، تم نے کہا نہیں، ایمان کا حال یہی ہوتا ہے، جب دلوں کو اس کی چاشنی حاصل ہو جاتی ہے تو وہ نکلتا نہیں ہے۔

(۸) میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ عہد و پیمان کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے، تم نے

کہا نہیں، پیغمبر اسی طرح خلاف ورزی نہیں کرتے۔

(۹) میں نے تم سے دریافت کیا کہ وہ کیا سکھاتا ہے، تم نے بتایا کہ وہ تم کو یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، اور تم کو بتوں کی پوجا سے روکتا ہے، نماز، سچائی، پاکدامنی کی تعلیم دیتا ہے، اگر تمہارا کہنا سچ ہے تو عنقریب میری قلمرو تک اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ مجھ کو ضرور معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے، لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا، اگر میں وہاں جاسکتا تو ضرور اس کی ملاقات کے لئے جاتا، اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔

پھر ہرقل نے ارکان سلطنت اور اعیان قوم کو محل میں طلب کیا، اور دروازے بند کروادیئے، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر اس نے کہا: اے اہل روم کیا تم خیر وفلاح چاہتے ہو؟ اور چاہتے ہو کہ تمہارا ملک باقی رہے، اگر ایسا ہے تو تم اس نبی کے ہاتھ پر ایمان لے آؤ، حاضرین تیزی سے دروازوں کی طرف بھاگے تو ان کو بند پایا، جب ہرقل نے ان کی برہمی دیکھی، اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوگیا تو اس نے حکم دیا کہ ان کو واپس لاؤ، اور کہا کہ ابھی میں نے جو بات کہی تھی، وہ اس لئے کہی کہ اپنے دین پر تمہاری مضبوطی کا امتحان لوں، میں نے یہ دیکھ لیا، تو سب نے اس کے سامنے پیشانی ٹیک دی، اور اس سے خوش ہوگئے۔

غرض ہرقل نے سعادت ونجات کا یہ زریں موقع کھودیا، اور اس ابدی دولت پر فانی سلطنت کو ترجیح دی، جس کا انجام یہ ہوا کہ عہد فاروقیؓ میں "اس کو اس سے بھی ہاتھ دھونا پڑا"۔

دوستو! آپ نے ابھی ہرقل اور ابوسفیان کا مکالمہ پڑھا، کیا اس سے زیادہ نازک موقع کی شہادت سوائے سیرت محمدیؐ کے اور کہیں دستیاب ہوسکتی ہے، اس سے زیادہ آپ کی کاملیت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے۔

یہاں ایک نکتہ کی طرف آپ کی توجہ کو اور ملتفت کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لوگ ابتداء ایمان لائے، وہ دریا کے کنارے کے ماہی گیر نہ تھے، وہ مصر کی محکوم اور غلام قوم کے افراد نہ تھے، بلکہ ایک ایسی آزاد قوم کے افراد تھے جو اپنی عقل و دانش کے لحاظ سے ممتاز تھی، اور جس نے ابتدائے آفرینش سے آج تک کبھی کسی کی اطاعت نہیں کی تھی، وہ وہ لوگ تھے جن کی تجارتی کاروبار ایران، شام، مصر اور ایشیائے کوچک تک پھیلے ہوئے تھے، ان میں وہ لوگ بھی تھے جن کی دقیقہ سنجی، نکتہ رسی اور عقل و ذہانت کے ثبوت، مسائل اور احکام کی صورت میں آج بھی موجود ہیں، ان میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے بڑی بڑی فوجوں کا فاتحانہ مقابلہ کیا، اور دنیا کے مشہور سپہ سالاروں میں داخل ہوئے، ان میں وہ بھی تھے، جنھوں نے ملکوں پر فرمانروائیاں کیں، اور حکومت کے نظم و نسق کی بہترین قابلیت کا اظہار کیا، کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ ایسے پرزور قوی بازو، دانایان روزگار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حال چھپا رہ سکتا تھا، اور وہ دھوکا کھا سکتے تھے، بلکہ یہی وہ لوگ ہیں، جنھوں نے آپؐ کی ایک ایک جنبش کی نقل کی ہے اور جو آپؐ کے ایک ایک نقش قدم پر چلنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ یہ آپؐ کی کاملیت وجامعیت کی ناقابل تردید دلیل ہے۔

• • •

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آنچہ خوباں ہمہ دارند
تو تنہا داری!

"لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ"

از محمد غوث ندوی
خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(دار العلوم الاسلامیۃ بأمریکا)
کیلیفورنیا - امریکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

دنیا عجائبات قدرت سے معمور ہے!

ان میں جمادات بھی ہیں، نباتات بھی ہیں، حیوانات بھی ہیں اور انسان بھی۔

(۱) جمادات : احساس و ادراک سے خالی ہیں۔

(۲) نباتات : احساس کی غیر ارادی کیفیت ان میں پائی جاتی ہے

(۳) حیوانات : احساس کے ساتھ ساتھ محدود ارادہ کے بھی مالک ہیں۔

(۴) انسان : احساس، ادراک، علم و ارادہ پورے کمال کے ساتھ موجود ہے۔

یہی احساس ادراک اور علم و ارادہ انسان کی ذمہ داریوں کا اصلی سبب ہے، پھر انسان میں ہر قسم کے انسان ہیں، عقلمند و ہوشیار، پاگل و مجنون، عاقل و بالغ، ان میں کچھ وہ ہیں جو کم ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور کچھ زیادہ یا بہت زیادہ۔

پھر مخلوقات میں احساس، ادراک و ارادہ کی جتنی کمی ہوگی اتنی ہی قدرت الٰہی اس کی پرورش کے فرائض انجام دینے کے ذمہ داری اپنے اوپر لیتی ہے، پھر آہستہ آہستہ مخلوق پر ڈالتی ہے، مثلاً بہار، لعل و گہر، سمندر کی مچھلیوں، جنگل کے جانوروں کی پرورش کون سی قدرت کرتی ہے؟

پھر رزق کا معاملہ دیکھئے، جانوروں و حیوانوں کی کفالت خود فطرت نے بغیر محنت کے کر دی، وہ غذا کی پیداوار نہیں کرتے، بلکہ تلاش پر ان کو روزی مل جاتی ہے لیکن انسان محنت کرتا ہے اناج اگاتا ہے۔ سردی گرمی کا سامان کرتا ہے۔

پھر حیوانوں کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بچاؤ کے لئے کسی کو پنجہ، کسی کو

نکیلے دانت، کسی کو اڑنا، کسی کو تیرنا، کسی کو ڈسنا اور کسی کو ڈنک مارنا سکھایا، اور انسان ان تمام چیزوں سے محروم ہے۔ لیکن اللہ تعالی نے عقل، علم، ارادہ اور احساس کی قوت دے کر اس کو ان تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ وہ جنگل کے جانوروں، سمندر کی مچھلیوں اور اڑتے ہوئے پرندوں کو گرفتار کر لیتا ہے۔

اسی احساس، عقل و ارادہ کو ہم اسلام میں تکلیف کہتے ہیں۔ اور دوسری جگہ اس کو امانت بھی کہا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے : "**لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا لھا ماکسبت وعلیھا مااکتسبت**" دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے : "**انا عرضنا الأمانۃ علی السمٰوٰت والأرض والجبال فأبین أن یحملنھا وأشفقن منھا وحملھا الانسان**" میر تقی میر نے اسی طرف اشارہ کیا ہے :

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا

ساری انسانی کہانیاں، تمام آسمانی صحائف و کتب کیا ہیں ؟ انسانوں کے بننے بگڑنے کی حکایتیں اور داستانیں، ایک طرف شر و فساد ہے تو دوسری طرف ایمان و عمل صالح کی دعوت۔ کہ ظالم عادل بن جائے، شریر شریف بن جائے، بے ایمان ایمان دار بن جائے، آپ کے سامنے دنیا کے بادشاہوں، جنرلوں، فاتحوں کی داستانیں ہیں۔ دوسری طرف فرعون، شداد، نمرود، قارون، ابوجہل اور ابولہب کی زندگیاں ہیں۔ لیکن آپ بتائیں کیا انسان کی فلاح و سعادت کے لئے یہ زندگیاں ضامن ہو سکتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ : انسان کانوں سے نہیں آنکھوں سے بنتا ہے۔

غرض آج جہاں کہیں بھی نیکی کی روشنی اور اچھائی کا نور ہے وہ صرف ان بزرگوں کی تعلیم و ہدایت کا نتیجہ ہے جن کو ہم انبیاء علیہم السلام کے نام سے یاد کرتے

ہیں ۔ ہر قوم کے لئے ایک رہنما آیا " لکل قوم ھاد " آدم تا ایں دم ان میں سب سے اعلیٰ طبقہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا ہے ۔ جو جسموں پر ہی نہیں دلوں پر بھی حکمرانی کرتے ہیں ۔ اور وہ جسموں کی صفوں کو نہیں بلکہ گناہوں کی صفوں کو الٹ دیتے ہیں ۔ غرض ان کا فیض عام ہے ۔

انسانوں کی عمدہ معاشرت کے لئے تمام طبقۂ انسانی کی کاوشوں کا حصہ ہے ، ان میں ڈاکٹر بھی ہیں ، انجنیر بھی ، مزدور بھی ہیں صناع بھی ، یقیناً ہم ان سب کے شکر گزار ہیں ۔ لیکن ہم ان برگزیدہ ہستیوں کے سب سے زیادہ شکر گزار ہیں جنہوں نے ہماری اندرونی دنیا کو آباد کیا اور جن سے ہم کو نیکی و ہدایت ملی ، وہ صرف انبیاء علیہم السلام کا طبقہ ہے ۔ اور اس طبقہ میں صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی ساری انسانیت کے لئے نمونہ اور مثال ہے ۔ اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے :

" لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ "

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نمونہ عمل

عزیزو ! کسی آئیڈیل سیرت کے لئے جو انسانوں کے لئے نمونہ عمل ہو ، تین چیزیں ہو سکتی ہیں : (۱) سیرت کا تاریخی پہلو (۲) سیرت کا کامل و جامع پہلو اور (۳) سیرت کا عملی پہلو ۔

انسانی طبقوں میں صرف انبیاء علیہم السلام کی ذات نمونہ عمل ہے ۔ ہر نبی یوں تو کامل اور اکمل ہوتا ہے لیکن اس کو وقت اور زمانہ کے اعتبار سے ، ایک اعلیٰ صفت ودیعت کی جاتی ہے ، کسی میں صبر (جیسے حضرت ایوب علیہ السلام) کسی میں قربانی (جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام) کسی میں جوش توحید (جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام) کسی میں عفت و پاک دامنی (جیسے حضرت یوسف علیہ السلام) کسی میں

ولولۂ توحید (جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور کسی میں گرمی توحید وغیرہ (جیسے حضرت نوح علیہ السلام)۔

لیکن ضرورت تھی ایک ایسے رسول و رہنما کی جو اس سرے سے لے کر اس سرے تک پوری راہ کو اپنی ہدایات اور عملی مثالوں سے روشن کر دے۔ اور یہ آخری کڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تھی۔ ارشاد خداوندی ہے "یاایھاالنبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا ونذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا"۔ 33 : 45-46

آپؐ خدا کی ہدایت کے شاہد ہیں، نیکوکاروں کو فلاح و سعادت کی بشارت سنانے والے مبشر ہیں، بے خبر کو ہوشیار اور بیدار کرنے والے نذیر ہیں، بھٹکنے والے مسافروں کے لئے خدا کی طرف سے داعی ہیں، اور خود ہمہ تن نور و چراغ ہیں۔

آپؐ کی ذات، آپؐ کی زندگی راستہ کی روشنی ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ یہ اس لئے ہوا کہ آپ خاتم النبیین تھے، پھر کسی کو آپؐ کے بعد آنا نہیں تھا۔ کامل شریعت لائے تھے پھر کسی شریعت کی ضرورت نہیں تھی جس کو قیامت تک کے لئے زندہ رہنا تھا۔ اسی لئے آپؐ کی ذات بابرکات کو مجموعۂ کمال اور دولت بے زوال بنا کر بھیجا گیا۔

سیرت و نمونۂ حیات کے لئے جو انسانوں کے لیئے آئیڈیل اور قابل تقلید ہو متعدد شرطیں ہیں، ان میں سب سے پہلی شرط تاریخی پہلو ہے۔

تاریخی پہلو : یعنی وہ سیرت تاریخ اور روایت کے لحاظ سے مستند ہو، جو قصوں یا کہانیوں پر مبنی نہ ہو۔ آیئے اور دیکھئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک کامل انسان کی سیرت ہے، اس کو آپؐ تاریخی سند کے ساتھ دیکھیں۔ قرآن پاک میں ہے : "لقد لبثت فیکم عمرا افلا تعقلون"۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو من وعن تاریخی سند کے ساتھ محفوظ ہے۔

آپؐ کا بچپن اور جوانی : قوم میں آپؐ کی عزت و شہرت، آپؐ کی عائلی و ازدواجی زندگی اور اولاد، آپؐ کی نبوت و رسالت، دعوت و تبلیغ، ہجرت مدینہ، غزوات، صلح و جنگ، فاتح کی حیثیت سے مکہ میں آمد، آپؐ کا عفو و درگزر، مکارم اخلاق، رحمۃ للعالمین کے نقوش، حجۃالوداع، سفر آخرت اور آخری ایام، ایک ایک چیز سند کے ساتھ محفوظ ہے، سند میں قرآن پاک کو پیش کیا جاسکتا ہے "**کان خلقه القرآن**" اور احادیث میں آپؐ کے اقوال، اعمال اور افعال کا ہر پہلو موجود ہے۔ اور نہ صرف آپؐ کی جلوت والی زندگی محفوظ ہے بلکہ خلوت والی زندگی بھی، آپؐ کی زبان مبارک نے سب صحابہ کے سامنے اعلان فرمایا تھا (جب کہ بعض صحابہ نے دریافت فرمایا تھا کہ یارسول اللہ! آپ کبھی خوشی کی حالت میں ہوتے ہیں اور کبھی غضب کی حالت میں، کیا ہم آپ کی ہر بات سند کے طور پر لکھ لیا کریں؟) ارشاد ہوتا ہے : ہاں! (آپؐ نے اپنی لسان مبارک کو پکڑ کر فرمایا کہ) یہ کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتی۔ لکھ لو اور دوسروں تک پہونچادو۔ اور خلوت والی زندگی میں ازواج مطہراتؓ کو ارشاد فرمایا کہ میری نجی زندگی کا ہر پہلو آشکارا کردو ، تاکہ رہتی دنیا تک نمونہ عمل رہے۔

عزیزو! ہم تمام انبیاء علیہم السلام کا احترام کرتے ہیں، ان کے پیغمبر ہونے پر یقین رکھتے ہیں، ہم نے "**تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض**" کی صدا سنی اور قرآن میں پڑھی، آپؐ کا ختم نبوت ہونے کے ناطے سارے عالم کے لئے کامل و جامع ہونا ضروری تھا۔ اور یہ شرف دیگر کو نہیں تھا اس لئے اس کی وہاں ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ دوسرے نبی ایک خاص قوم اور ایک خاص زمانہ کے لئے آئے تھے، اس لئے اس وقت تک وہ نمونہ دیتے رہے اور اس زمانہ کے بعد وہ اس دنیا سے رحلت فرماگئے

اور ان کی قومیں بھی بتدریج مفقود ہو گئیں۔

اس دنیا میں ایک اندازہ کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) پیغمبر آئے۔ صحیح تعداد تو بس اللہ ہی جانتا ہے۔ آپ سچ بتائیں ان میں سے کتنوں کے نام ہم جانتے ہیں ؟ اور جتنوں کے نام ہم جانتے ہیں ان میں سے کتنوں کے احوال سے ہم واقف ہیں ؟

سامی قوم میں سینکڑوں نبی آئے، حضرت نوح، ابراہیم، ہود، صالح، اسماعیل اسحاق، یعقوب، یوسف علیہم السلام وغیرہ، لیکن ان کے حالات زندگی اور سیرت کے صرف کچھ حصوں کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے الا ایں کہ قرآن شریف نے کچھ کے احوال مختصراً بیان فرمائے ہیں۔ تاریخ اس تعلق سے خاموش ہے۔

پھر ایک بار عرض کر دوں کہ سارے انبیاء علیہم السلام کامل و اکمل تھے، ان کی سیرتیں ان کی امت کے لئے قابل نمونہ تھیں۔ لیکن ان کی سیرت کے صرف کچھ ہی پہلو ہم کو قرآن کریم میں ملتے ہیں۔

سیرت پاک کا دوسرا پہلو کاملیت و جامعیت ہے

کاملیت سے مراد یہ ہے کہ سیرت کا ہر پہلو کامل ہو، کوئی بھی حصہ پردہ راز میں نہ ہو۔ جامعیت سے مراد تمام طبقۂ انسانیت کی ہدایت اور روشنی کے لئے جن نمونوں کی ضرورت ہو، وہ کسی ایک ذات میں موجود ہوں۔

اس نقطۂ نظر سے بھی ہم اگر دیکھیں تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت والے نبی ہی میں یہ شان نظر آئے گی۔

آئیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کاملیت و جامعیت کے کچھ پہلو تاریخی سند کے ساتھ دیکھیں۔ سیرت کی کاملیت و جامعیت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ ہیں اخلاق و عادات اور زندگی کے طور و طریق۔

مذہب نام ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجالانے کا، اور ایمان و اعمال صالحہ والی زندگانی کا۔

ایمان کا تعلق دل سے ہے، عمل کا تعلق جسم اور مال و دولت سے ہے۔ عمل کے تین حصے ہیں :

عبادات : جن کا تعلق خدا سے ہے۔ یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ۔

معاملات : جن کا تعلق بندوں سے ہے۔ یعنی قانون و احکامات۔

اخلاقیات : یعنی انسان کے باہمی تعلقات اور آداب معاشرت۔

اسلام کی تکمیل چار چیزوں سے کی گئی ہے۔ یعنی اعتقادات و عبادات، معاملات اور اخلاق، اور اگر ہم ان تعلیمات کے وسیع دفتر کو مختصر دو لفظوں میں ادا کرنا چاہیں تو ایمان اور عمل صالح سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت و کاملیت کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ" آپ کی زندگی کا ہر پہلو خواہ وہ عبادات والا ہو یا معاملات والا کامل و جامع ہے۔ اور حضور کی ذات والا صفات، مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجی گئی ہے، جیسے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "بعثت لأتمم مکارم الأخلاق" اور دوسری بات جو سیرت مبارکہ کے تعلق سے حجت کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے وہ ہے جس کو حضرت أم المؤمنین صدیقہ بنت صدیق عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دریافت فرمانے پر فرمایا تھا " حضور کی کامل و جامع سیرت اور اخلاق قرآن مجید ہے "کان خلقہ القرآن"۔

مثالی زندگی کا آخری پہلو عملیت ہے

حضرات ! نیکیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک سلبی (ذاتی) دوسری ایجابی

(متعدی) ۔ یعنی اگر کوئی شخص پہاڑ پر جا کر بیٹھ گیا تو یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ گناہ سے بچ گیا ۔ یہ سلبی تعریف ہوئی ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایجابی پہلو کیا ہے ؟ یعنی کیا آپ نے غریبوں کی مدد کی ؟ محتاجوں کو کھانا کھلایا ؟ کمزوروں کی حمایت کی ؟ ظالموں کے سامنے حق گوئی سے کام لیا ؟ گرتوں کو سنبھالا ؟ گمراہوں کو راستہ دکھلایا ؟ غرض ایک کامل اور عملی سیرت میں ہم کو صلح و جنگ ، فقر و فاقہ ، ازدواج و تجرد ، خلوت و جلوت اور ہر وہ عملی پہلو جو زندگی گزارنے کے لئے ہر طبقۂ انسانی کے لئے ضروری ہے اور اس معیار پر بھی جب ہم نگہ ڈالتے ہیں تو سیرت محمدی علی صاحبہا أفضل الصلاۃ والسلام کے سوا دوسری سیرت میں یہ عملی پہلو نہیں دیکھتے ۔

"اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین" ۔

غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر پہلو کامل و جامع ہے اور ساری انسانیت کے لئے نمونہ عمل بنایا گیا ہے ۔ اسی لئے ارشاد ہوا ہے کہ **"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"** اور اسی کاملیت و جامعیت کی وجہ سے اعلان ہوا : **"الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"** ۔

صورت تری جامع کمالات بنا کر
دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

اور اسی لئے ارشاد ہوا ہے کہ : **"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"** ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور اسی لئے حکم خداوندی ہے کہ : "أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول لعلکم ترحمون"۔

عزیزو ! صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرت میں ہم کو نجات مل سکتی ہے جو کامل و مکمل ہے، بقول شاعر۔

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

"صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ وأصحابہ أجمعین"۔

(ایک تقریر)

• • •

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"انک لعلیٰ خلق عظیم"

(بے شک آپ اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، اخلاق کاملہ کا مجموعہ ہے

از محمد غوث ندوی
(خاکپائے رسول أکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دار العلوم الاسلامیۃ بأمریکا)
کیلیفورنیا - امریکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اخلاق کاملہ کا مجموعہ ہے

دوستو ! آئیے ہم آپ کو رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے کچھ پہلو دکھلاتے ہیں :

" ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے ۔ اگر تم دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو ، اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو ، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو ، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو ، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو ، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کے درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو ، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ ، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو ، اگر تنہائی و بیکسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے ، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو ، اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جد و جہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر

اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم و نسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچے ہو تو حلیمہ سعدیہؓ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصرہ کے سالار کاروان کی مثالیں ڈھونڈو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو، جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو، جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستگی و اصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔ اس لئے طبقۂ انسانی کے ہر طالب علم اور نور لمانی کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہؐ کی سیرت ہے، اس کے سامنے نوح، ابراہیم، ایوب و یونس، موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں۔ گویا تمام دوسرے انبیاء کرام کی سیرتیں ایک ہی جنس کی اشیاء کی دوکانیں ہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکٹ) ہے، جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شئے کے طلب گار کے لئے بہترین سامان موجود ہے۔ (ماخوذ خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندویؒ)

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ارشاد خداوندی ہے : "انک لعلیٰ خلق عظیم" (بے شک آپ اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو) "ورفعنالک ذکرک" (ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا)۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا : بعثت لأتمم مکارم الأخلاق (میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں)۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

. . .

وماأرسلناک الا رحمۃ للعٰلمین

چھٹی صدی عیسوی میں پوری نوع انسانی خود کشی پر آمادہ و کمربستہ تھی، جیسے اس نے خود کشی کرنے کی قسم کھا رکھی ہو۔ قرآن مجید نے اس کی تصویر کچھ اس طرح کھینچی ہے : " **واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذکنتم أعداء فألف بین قلوبکم فأصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فأنقذکم منھا**"۔

حدیث شریف میں ہے : میری دعوت وہدایت کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے آگ لگائی اس میں پروانے جو آگ میں گرا کرتے ہیں گرنے لگے۔ اسی طرح تم آگ میں کودنا چاہتے تھے اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو بچاتا ہوں۔

دراصل تمدن کا بگاڑ خطرناک طریقہ پر ہو گیا تھا۔ پوری انسانیت پر جنون کا دورہ پڑ گیا تھا۔ ایک کمزور سا مریض اگر پاگل ہو جاتا ہے تو محلہ کی نیند حرام کر دیتا ہے اور سارا محلہ ایک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آپ غور کیجئے کہ جب نوع انسانی ساری کی ساری پاگل و مجنون ہو جائے اور انسانیت کا مزاج خراب ہو جائے تو اس کا کیا علاج ہے ؟

زمانہ جاہلیت میں تمدن صرف بگڑا ہی نہیں تھا، بلکہ اس کے معاشرے میں تعفن پیدا ہو گیا تھا، اور اس میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ غرض انسان انسان نہیں رہا تھا، بلکہ انسانیت کا مقدمہ اپنی آخری مرحلہ میں خدا کی عدالت میں پیش تھا، اور خود انسان اپنے خلاف گواہی دے چکا تھا۔ اس حالت میں اللہ سبحانہ وتعالی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ارشاد ہوا " **وماارسلناک الا رحمۃ للعالمین** " اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت

رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی بعثت کا دور، بلکہ قیامت تک کا پورا دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و دعوت اور مساعی جمیلہ کے حساب میں ہے، آپؐ کے احسانات عظیمہ کی بڑی فہرست ہے جو قیامت تک بھی گنوائی نہیں جا سکتی۔ تاہم، ہم یہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے چند عظیم الشان احسانات کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا احسان، انسانی دنیا پر یہ ہے کہ آپؐ نے دنیا کو عقیدۂ توحید کی نعمت عطا فرمائی۔

وہ انسان جس کو شاعری و فلسفہ و سیاست پر فخر ہے۔ جس نے دنیا میں محیر العقول کارنامے انجام دئے ہیں وہ اپنی ہی بنائی ہوئی چیزوں کے سامنے جھکتا تھا۔ اس سے ڈرتا تھا اور خوشامد کرتا تھا۔ وہ اونچے پہاڑوں، سرسبز درختوں، جانوروں، ارواح و شیاطین اور قدرت کے مظاہر کو ہی نہیں بلکہ کیڑے مکوڑوں تک کو سجدہ کرتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یکلخت عقیدۂ توحید کے ذریعہ وہاں سے نکالا اور خالق کائنات کے سامنے لا کھڑا کیا، اور ان کو معرفت خدا عطا کی۔ اب وہ بجز خدا کے ہر ایک سے نڈر ہو گیا، نئے حوصلہ و امید کے ساتھ خدا سے وابستہ ہو گیا اور سارے عالم میں خدائے واحد کی عبادت ہونے لگی۔ اس طرح محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ احسان عظیم یعنی توحید کی نعمت دنیا کو عطا کی گئی۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا عظیم احسان وحدت انسانیت کا تصور ہے، یعنی انسانی مساوات جو آپؐ نے عطا فرمائی ہے۔

انسان قوموں، برادریوں، ذات پات، اعلیٰ و ادنیٰ طبقہ میں بٹا ہوا تھا، اور ان کے درمیان انسانوں اور جانوروں، آقاؤں اور غلاموں، عبد و معبود کا سا فرق تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں بعد یہ انقلاب انگیز نعرہ بلند فرمایا "ایھا الناس ! ان ربکم واحد و ان اُباکم واحد ، کلکم من آدم و آدم من تراب " " ان اکرمکم عنداللہ أتقاکم " " ولیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقویٰ " یہ وہ الفاظ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عظیم الشان مجمع میں ارشاد فرمائے تھے، ان میں دو وحدتوں کا اعلان فرمایا، ایک وحدت رب دوسری وحدت اَب۔ یعنی نوع انسانی کے خالق کی وحدت اور نسل انسانی کے بانی اور مورث کی وحدت، قرآن پاک نے اعلان فرمایا ہے : "یاأیھا الناس انا خلقناکم من ذکر وأنثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ أتقاکم "۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا احسان عظیم احترام انسانیت اور انسان کی قدر و قیمت ہے۔ اسلام سے قبل انسان سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں تھا۔ بلکہ انسانوں کے خون اور گوشت کے چڑھاوے ذلیل چیزوں کے لئے چڑھائے جاتے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کے دل و دماغ پر یہ نقش بٹھایا کہ انسان اس کائنات کا سب سے زیادہ قیمتی، قابل احترام، لائق محبت اور مستحق حفاظت وجود ہے۔ آپ نے انسان کا رتبہ اتنا بلند کر دیا کہ اس سے اوپر صرف خالق کائنات ہی کی ہستی رہ جاتی ہے، قرآن کریم نے اعلان کیا کہ وہ خلیفۃ اللہ (خدا کا نائب) ہے، ساری دنیا اور سارا کارخانہ عالم اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے " انی جاعل فی الأرض خلیفۃ " " ھوالذی خلق لکم مافی الأرض جمیعا " اور وہ اشرف المخلوقات ہے اور اس بزم عالم کا صدر نشین ہے۔ "کنتم خیر أمۃ أخرجت

للناس "" ولقد کرمنا بنی آدم و حملنٰھم فی البر والبحر ورزقنٰھم من الطیبٰت وفضلنٰھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا "۔ حدیث شریف میں انسان کی عزت افزائی کے الفاظ اس طرح بیان فرمائے گئے ہیں "الخلق عیال اللہ" ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں انسان کا کیا حال رہا ہوگا ؟ ایک انسان کی ادنیٰ خواہش کی قیمت ہزاروں انسانوں سے زیادہ تھی۔ بادشاہ اٹھتے تھے اور ملکوں کا صفایا کر دیتے تھے۔ سکندر اٹھا اور جیسے کبڈی کھیلتا ہے قتل و غارت گری کرتا ہوا ہندوستان تک چلا آیا، سیزر اٹھا انسانوں کا شکار اس طرح کھیلنا شروع کیا جیسے جنگلی جانوروں کا شکار کھیلا جاتا ہے۔ چنگیز و ہلاکو اٹھے گاجر مولی جیسا معاملہ انسانوں کی لاشوں کے ساتھ کئے۔ پچاس سال قبل دو عظیم جنگیں ہوئیں جس میں ۸۵ ملین انسان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے یہ صرف قومی تکبر، سیاسی انانیت، اقتدار کی ہوس اور تجارتی منڈیوں پر قبضہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اور یہی کچھ ڈیڑھ سال قبل مشرق وسطی میں ہوا کہ وہاں کے انسانوں کے خون کے قیمت پٹرول کی قیمت سے سستی نظر آنے لگی تھی۔

ابھی تک آدمی صید زبون شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوع انساں کا شکاری ہے
(اقبال)

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا احسان عظیم فطرت انسانی سے بد گمانی اور خدا کی رحمت سے مایوسی کو ختم کرنا ہے۔

قدیم مذاہب نے جیسے ہندوستان کے مذاہب ہیں تناسخ اور آواگون کے فلسفہ کو ایجاد کیا تھا کہ وہ اپنے عمل کی وجہ سے دوسرا جنم لینے پر مجبور ہے اور اس کو یہ سزا بھگتنی ہوگی۔ اور بدلی ہوئی عیسائیت نے انسان کو پیدائشی گنہگار قرار دیا جس کی وجہ

سے انسان اپنی ذات اور وجود سے بد گمان اور رحمت خدا سے مایوس ہو گیا تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری قوت و طاقت سے اعلان فرمایا کہ انسان کی فطرت ایک سادہ تختی کے مانند ہے جس پر پہلے سے کوئی تحریر نہیں ہے۔ اس پر بہتر سے بہتر تحریر لکھی جا سکتی ہے۔ انسان اپنی زندگانی کا خود آغاز کرتا ہے۔ اور اپنے اچھے یا برے عمل سے اپنی دنیا و عاقبت بناتا یا بگاڑتا ہے۔ وہ کسی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار یا جواب دہ نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اعلان فرمادیا کہ "آخرت میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ اس کے حصہ میں اس کی کوشش اور نتائج آنے والے ہیں۔ انسان کا نتیجہ ضرور ظاہر ہوگا۔ اور اس کو اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔ **ألا تزر وازرة وزر أخرى ○ وأن ليس للانسان الا ماسعى ○ وان سعيه سوف يرىٰ ○ ثم يجزاه الجزاء الأوفى** ○ اس اعلان کے بعد انسان کا اپنی فطرت اور اپنی صلاحیتوں پر اعتماد بحال ہو گیا۔ اور وہ نئے عزم و یقین اور نئے ولولہ اور جوش کے ساتھ اپنی انسانیت کی تقدیر چمکانے اور اپنی قسمت اور قوت آزمانے کے لئے سرگرم عمل ہو گیا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں، لغزشوں اور غلطیوں کو ایک عارضی حالت قرار دیا، جس میں انسان کبھی کبھی اپنی نادانی کوتاہ نظری اور نفس و شیطان کی ترغیب کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی فطری صلاحیت خیر پسندی اور اعتراف قصور و ندامت سے خدا کے سامنے رو دھو کر اپنے قصور کو معاف کرا لیتا ہے اس طرح آئندہ سے ایسی غلطی نہ کرنے کا عزم و ارادہ کرنے کو انسان کی شرافت اور آدم کی میراث قرار دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکستہ دل انسانوں اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے اللہ کے بندوں کے لئے توبہ کا ایسا دروازہ کھولا اور اس زور و شور سے تبلیغ فرمائی کہ آپؐ کے پاک ناموں میں **نبی التوبة** (توبہ کا پیغمبر) بھی ہے۔

قرآن مجید میں رحمت کی وسعت کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے "قل یاعبادی الذین اُسرفوا علی اُنفسھم ! لاتقنطو امن رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھوالغفور الرحیم" نیک سیرت انسانوں کا ذکر اس طرح شروع کیا گیا ہے : " التائبون العابدون الحامدون " اور فرمایا " ورحمتی وسعت کل شیء " اور حدیث قدسی میں ارشاد ہے "ان رحمتی سبقت غضبی " میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں احسان عظیم دین و دنیا کی وحدت کا تصور ہے یعنی نتائج کا انحصار انسان کی ذہنی کیفیت اور عمل کے محرکات اور مقصد پر ہے جس کو اسلام دین و شریعت کی زبان میں نیت کے سادہ لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور کہتا ہے "انما الاعمال بالنیات " اس کے نزدیک نہ کوئی چیز دنیا ہے اور نہ ہی کوئی چیز دین ۔ ہر عمل نیت پر تولا جاتا ہے کہ یہ اگر اخلاص رضائے الہیٰ کے لئے ہے تو بس دین ہے ورنہ پھر وہ دنیا ہے۔ بس اسلام کے نزدیک رضائے الہیٰ کے جذبہ سے دنیا کا بڑا سے بڑا کام ،یہاں تک کہ حکومت و سیاست اور دنیا کی نعمتوں سے تمتع اور حصول معاش کی جدوجہد ، عائلی و ازدواجی زندگی ، سب کے سب اعلیٰ درجہ کی عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔

اس کے برخلاف بڑی سے بڑی عبادت اور دینی کام جو رضائے الہیٰ کے جذبہ سے خالی ہو حتی کہ فرض نمازیں ، ہجرت و جہاد و قربانی ، ذکر و تسبیح خالص دنیا ہے اور اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ہے۔ گمراہ قوموں نے دین و دنیا کی تقسیم کی ہے اور اگر آج جو بھی اس پر قائم ہیں گمراہی میں مبتلا ہیں۔

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے انسانوں کو ان دو متحارب کیمپوں سے نکال کر حسن عمل ، خدمت خلق اور حصول رضائے الہی کے ایک محاذ پر کھڑا کر دیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے پیار اور ان کے ساتھ عفو و درگزر

از محمد غوث ندوی

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دار العلوم الاسلامیۃ بامریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے پیار اور ان کے ساتھ عفو و درگزر

تمہید : اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

وما أرسلناک الا رحمۃ للعٰلمین " اے نبی ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

دوستو ! آپ لوگوں نے دشمنوں سے پیار کرنے کا وعظ سنا ہوگا، لیکن اس کی عملی مثال نہیں دیکھی ہوگی، آؤ مدینہ کی سرکار میں آپ کو دکھاؤں، مکہ کے حالات چھوڑتا ہوں کہ میرے نزدیک محکومی بیکسی اور معذوری، عفو و درگزر اور رحم کے ہم معنی نہیں ہیں، آنحترم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ والی زندگی میں غلبہ حاصل نہ تھا، کیونکہ غلبہ پاکر معاف کرنا ہی اصل معافی ہے، اسی لئے ہم ہجرت کے حالات سے اس باب کو شروع کرتے ہیں کہ اسلام کا غلبہ ہجرت کے بعد ہی سے شروع ہوتا ہے۔

(۱) ہجرت کے وقت قریش کے رئیس یہ منادی کراتے ہیں کہ جو محمدؐ کا سر قلم کر لائے گا اس کو سو اونٹ بطور انعام دئے جائیں گے، سراقہ بن جعشم اس انعام کے لالچ میں مسلح ہو کر آپؐ کے تعاقب میں گھوڑا ڈالتا ہے، قریب پہنچ جاتا ہے، حضرت ابو بکرؓ گھبرا جاتے ہیں، حضورؐ دعا کرتے ہیں، تین دفعہ گھوڑے کے پاؤں دھنس جاتے ہیں، سراقہ تیر کے پانسے نکال کر فال دیکھتا ہے، ہر دفعہ جواب آتا ہے کہ ان کا پیچھا نہ کرو، نفسیاتی حیثیت سے سراقہ مرعوب ہو چکتا ہے واپسی کا عزم کر لیتا ہے، حضورؐ کو آواز دیتا ہے اور خط امان کی درخواست کرتا ہے کہ حضورؐ کو خدا قریش پر غالب کرے تو مجھ سے باز پرس نہ ہو، آپؐ یہ امان

نامہ لکھوا کر اس کے حوالہ کرتے ہیں، فتح مکہ کے بعد وہ اسلام لاتا ہے، تاہم آپؐ اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ سراقہ! تمہارے اس دن کی جرم کی اب کیا سزا ہو۔

(۲) ابو سفیان کون ہے؟ وہ جو بدر، احد، خندق وغیرہ کی لڑائیوں کا سرغنہ تھا، جس نے کتنے مسلمانوں کو تہہ تیغ کرایا، جس نے کتنی دفعہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کیا، جو ہر قدم پر اسلام کا سخت ترین دشمن ثابت ہوا، لیکن فتح مکہ سے پہلے جب حضرت عباسؓ کے ساتھ آپؐ کے سامنے آتا ہے، گو کہ اس کا جرم اس کے قتل کا مشورہ دیتا ہے، مگر رحمت عالمؐ کا عفو عام ابو سفیان سے کہتا ہے کہ ڈر کا مقام نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقام کے جذبہ سے بالاتر ہیں، پھر حضورؐ نہ صرف اس کو معاف فرماتے ہیں، بلکہ یہ ارشاد بھی فرماتے ہیں، "من دخل دار أبی سفیان کان آمنا" (جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو بھی امن ہے)۔

(۳) ھند ابو سفیان کی بیوی، وہ ہند جو احد کے معرکہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گا گا کر قریش کے سپاہیوں کا دل بڑھاتی ہے، وہ جو حضورؐ کے سب سے محبوب چچا اور اسلام کے ہیرو حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ بے ادبی کرتی ہے، ان کے سینہ کو چاک کرتی ہے، ان کا کان، ناک کاٹ کر ہار بناتی ہے، کلیجہ کو نکال کر چبانا چاہتی ہے، لڑائی کے بعد آپؐ اس منظر کو دیکھ کر بیتاب ہو جاتے ہیں، وہ فتح مکہ کے دن نقاب پوش سامنے آتی ہے، اور یہاں بھی گستاخی سے باز نہیں آتی، لیکن حضورؐ پھر بھی تعرض نہیں فرماتے، اور یہ بھی نہیں پوچھتے کہ تم نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ عفو عام کی اس معجزانہ مثال کو دیکھ کر وہ پکار اٹھتی ہے "اے محمدؐ آج سے پہلے تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی خیمہ سے مجھے نفرت نہ تھی، لیکن آج تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی کا خیمہ مجھے محبوب نہیں ہے"۔

(۴) وحشی، حضرت حمزہؓ کا قاتل، فتح طائف کے بعد بھاگ کر کہیں چلا جاتا ہے اور جب

وہ مقام بھی فتح ہو جاتا ہے، تو کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ملتی، لوگ کہتے ہیں : وحشی ! ابھی تم نے محمدؐ کو پہچانا نہیں، تمہارے لئے خود محمدؐ کے آستانہ سے بڑھ کر کوئی دوسری جائے امن نہیں ہے، وحشی خدمت اقدسؐ میں حاضر ہو جاتا ہے، حضورؐ اس کو دیکھتے ہیں، آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں، پیارے چچا کا منظر سامنے آجاتا ہے، آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں، قاتل سامنے موجود ہے، مگر صرف یہ ارشاد ہوتا ہے : وحشی جاؤ، میرے سامنے نہ آیا کرو کہ چچا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

(۵) عکرمہ، اسلام، مسلمانوں اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن یعنی ابو جہل کے بیٹے تھے، جس نے آپؐ کو سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، وہ خود بھی اسلام کے خلاف لڑائیاں لڑ چکے تھے، مکہ جب فتح ہوا تو ان کو اپنے اور اپنے خاندان کے تمام جرم یاد تھے، وہ بھاگ کر یمن چلے گئے، ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان چکی تھیں، وہ خود یمن گئیں، عکرمہ کو تسکین دی، اور ان کو لے کر مدینہ آئیں۔ حضورؐ کو ان کی آمد کی خبر ہوتی ہے، تو ان کے خیر مقدم کے لئے اس تیزی سے اٹھتے ہیں کہ جسم مبارک پر چادر تک نہیں رہتی، پھر جوش مسرت میں فرماتے ہیں "مرحبا بالراکب المهاجر" اے مہاجر سوار تمہارا آنا مبارک ہو، غور کرو یہ مبارک باد کس کو دی جا رہی ہے، یہ خوشی کس کے آنے پر ہے اور یہ معافی نامہ کس کو عطا ہو رہا ہے ؟ اس کو جس کے باپ نے آپؐ کو مکہ میں سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، جس نے آپؐ کے جسم مبارک پر نجاست ڈلوائی، جس نے بحالت نماز آپؐ پر حملہ کرنا چاہا، جس نے آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر آپ کو پھانسی دینی چاہی، جس نے دار الندوہ میں آپؐ کے قتل کا مشورہ دیا، جس نے بدر کا معرکہ برپا کیا، اور ہر قسم کی صلح کی تدبیر کو برہم کیا، اللہ اللہ آج اسی کی جسمانی یادگار کی آمد پر یہ مسرت و شادمانی ہے۔

(۶) ہبار بن الاسود وہ شخص ہے، جو ایک حیثیت سے حضرتؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاتل ہے، اور کئی شرارتوں کا مرتکب ہو چکا ہے، مکہ کی فتح کے موقع پر اس کا خون ہدر کیا جاتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ بھاگ کر ایران چلا جائے، لیکن پھر کچھ سوچ کر سیدھا در دولتؐ پر حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے، یا رسول اللہ ! میں بھاگ کر ایران چلا جانا چاہتا تھا، لیکن پھر مجھے حضور کا رحم و کرم اور عفو و حلم یاد آیا، میں حاضر ہوں، میرے جرائم کی جو اطلاعیں آپؐ کو ملی ہیں، وہ سب درست ہیں، اتنا سنتے ہی آپؐ کی رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

(۷) عمیر بن وھب بدر کے بعد ایک قریشی کی سازش سے اپنی تلوار زہر میں بجھا کر مدینہ آتا ہے، اور اس تاک میں رہتا ہے کہ موقع پا کر نعوذ باللہ آپؐ کا کام تمام کر دے، کہ ناگاہ وہ گرفتار ہو جاتا ہے، آپؐ کے پاس لایا جاتا ہے، اس کا گناہ ثابت ہو جاتا ہے، مگر وہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رہا کر دیا جاتا ہے۔

(۸) صفوان بن امیہ یعنی وہ رئیس جس نے عمیر کو آپؐ کے قتل کے لیے بھیجا تھا، اور جس نے عمیر سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم اس مہم میں مارے گئے تو تمہارے اہل و عیال اور قرضہ کا میں ذمہ دار ہوں، فتح مکہ کے بعد وہ ڈر کر جدہ بھاگ جاتا ہے کہ سمندر کے راستہ سے یمن چلا جائے، وہی عمیر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آکر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ! صفوان اپنے قبیلہ کا رئیس ڈر کی وجہ سے بھاگ گیا ہے کہ اپنے کو سمندر میں ڈال دے، ارشاد ہوتا ہے، اس کو امان ہے، عمیر دوبارہ گزارش کرتے ہیں کہ اس امان کی کوئی نشانی مرحمت ہو کہ اس کو یقین آئے، آپؐ اپنا عمامہ اٹھا کر دے دیتے ہیں، عمیر یہ عمامہ لے کر صفوان کے پاس پہنچتے ہیں۔ صفوان کہتا ہے : مجھے محمدؐ کے پاس جانے میں اپنی جان کا خطرہ ہے، وہ عمیر جو زہر میں تلوار بجھا کر "محمد رسول اللہؐ" کو مارنے

گئے تھے، صفوان سے کہتے ہیں : اے صفوان ! ابھی تم کو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و عفو کا حال معلوم نہیں ہے، صفوان آستانہ نبویؐ پر حاضر ہوتا ہے، اور کہتا ہے کہ " مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم نے مجھے امان دی ہے، کیا یہ سچ ہے " ارشاد ہوتا ہے کہ سچ ہے، تو وہ کہتا ہے، لیکن میں تمہارا دین ابھی قبول نہیں کروں گا، مجھے دو مہینے کی مہلت دو، آپؐ فرماتے ہیں : تمہیں دو نہیں چار مہینے کی مہلت ہے۔ لیکن ابھی یہ مہلت ختم بھی نہیں ہو پاتی کہ دفعتاً اس کے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے، اور وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔

(۹) آپؐ خیبر جاتے ہیں، جو یہودی قوت کا سب سے بڑا مرکز ہے، لڑائیاں ہوتی ہیں، شہر فتح ہوتا ہے، ایک یہودیہ دعوت کرتی ہے، آپ بلا پس و پیش منظور فرماتے ہیں، یہودیہ جو گوشت پیش کرتی ہے، اس میں زہر ملا ہوتا ہے، آپ گوشت کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہیں کہ آپؐ کو اطلاع ہو جاتی ہے، یہودیہ بلائی جاتی ہے، وہ اپنے قصور کا اعتراف کرتی ہے، لیکن رحمت عالمؐ کے دربار سے اس کو کوئی سزا نہیں ملتی، حالانکہ اس زہر کا اثر آپؐ کو اس کے بعد عمر بھر محسوس ہوتا رہا۔

(۱۰) غزوۂ نجد کی واپسی کے وقت آپؐ تنہا ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں، دوپہر کا وقت ہے، آپؐ کی تلوار درخت سے لٹک رہی ہے، صحابہؓ ادھر ادھر درختوں کے سایہ میں لیٹے ہیں، کوئی پاس نہیں ہے، ایک بدو تاک میں رہتا ہے، وہ اس وقت سیدھا آپ کے پاس آتا ہے، درخت سے آپ کی تلوار اتارتا ہے، پھر نیام سے باہر کھینچتا ہے کہ آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے، وہ تلوار بلند کر کے پوچھتا ہے : محمدؐ بتاؤ اب کون تم کو مجھ سے بچا سکتا ہے ؟ ایک پراطمینان صدا آتی ہے کہ " اللہ " اس غیر متوقع جواب کو سن کر وہ مرعوب ہو جاتا ہے اور تلوار ہاتھ سے گر جاتی ہے، اور آخر میں آپؐ اس سے کوئی تعرض نہیں فرماتے ہیں۔

(۱۱) ایک دفعہ ایک کافر گرفتار ہو کر آتا ہے کہ یہ آدمی قتل کے لئے آپ کی گھات میں تھا، وہ سامنے پہنچتا ہے، تو آپؐ کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے، آپؐ اس کو تسلی دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھ کو قتل کرنا چاہتے بھی تو ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔

(۱۲) غزوۂ مکہ میں اسی (۸۰) آدمیوں کا دستہ گرفتار ہوا جو جبل تنعیم میں اتر کر آپؐ کو قتل کرنا چاہتا تھا، آپؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا : ان کو چھوڑ دو۔

(۱۳) دوستو ! طائف کو جانتے ہو، وہ طائف جس نے مکہ کے عہد ستم میں آپؐ کو پناہ نہیں دی، جس نے آپؐ کی بات بھی سننی نہیں چاہی، جہاں کے رئیس عبد یا لیل کے خاندان نے آپؐ سے استہزاء کیا، بازاریوں کو اشارہ کیا کہ وہ آپ کی ہنسی اڑائیں، شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، اور دو رویہ کھڑے ہوگئے، اور جب آپ بیچ سے گزرے تو دونوں طرف سے پتھر برسائے، یہاں تک کہ پائے مبارک زخمی ہوگئے، دونوں جوتیاں خون سے بھر گئیں، جب آپ تھک کر بیٹھ جاتے تو یہ شریر آپؐ کا بازو پکڑ کر اٹھا دیتے، اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن اس قدر تکلیف پہنچی تھی کہ نو برس کے بعد جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ تمام عمر میں آپ پر سب سے زیادہ سخت دن کون سا آیا، تو رحمت عالمؐ نے اسی طائف کا حوالہ دیا۔

اب ۸ھ میں مسلمانوں کی فوج اسی طائف کا محاصرہ کرتی ہے، ایک مدت تک محاصرہ جاری رہتا ہے، قلعہ نہیں فتح ہوتا، بہت سے مسلمان شہید ہوتے ہیں، آپؐ واپسی کا ارادہ کرتے ہیں، پرجوش مسلمان نہیں مانتے، طائف پر بددعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں، آپ ہاتھ اٹھاتے ہیں، مگر کیا فرماتے ہیں، "خداوندا ! طائف کو ہدایت کر اور اس کو اسلام کے آستانہ پر جھکا" اللہ اللہ !

یہ کس شہر کے حق میں دعائے خیر ہے، وہی شہر جس نے آپؐ پر پتھر برسائے تھے آپؐ کو زخمی کیا تھا اور آپؐ کو پناہ دینے سے انکار کیا تھا، ہاں وہی شہر طائف کے لئے رحمت عالمؐ کی یہ دعائے خیر ہے۔

(۱۴) احد کے غزوہ میں دشمن حملہ کرتے ہیں، مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں، آپؐ نرغۂ اعداء میں ہوتے ہیں، آپ پر پتھر، تیر اور تلوار کے وار ہو رہے ہیں، دندانِ مبارک شہید ہوتا ہے، خود کی کڑیاں سر مبارک میں گڑ جاتی ہیں، چہرۂ مبارک خون سے رنگین ہوتا ہے، اس حالت میں بھی آپ کی زبان پر یہ الفاظ آتے ہیں "وہ قوم کیسے نجات پائے گی جو اپنے پیغمبر کے قتل کے درپے ہے، خداوندا! میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ جانتی نہیں ہے"۔ دوستو! یہ شاعرانہ فقرہ نہیں بلکہ عمل کا شاندار نمونہ ہے۔

(۱۵) وہی عبد یالیل جس کے خاندان نے طائف میں آپ کے ساتھ یہ مظالم کئے تھے، جب طائف کا وفد لے کر مدینہ آتا ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنی مقدس مسجد میں خیمہ گاڑ کر اتارتے ہیں، ہر نماز عشاء کے بعد اس کی ملاقات کو جاتے ہیں، اور اپنی رنج بھری مکہ کی داستان سناتے ہیں، کس کو؟ اس کو جس نے آپ پر پتھر برسائے تھے، اور آپ کو ذلیل کیا تھا، اللہ اللہ! اس رحمت عالمؐ پر صدقہ دوستو! یہ ہے "تو اپنے دشمن کو پیار کر اور معاف کر"۔

(۱۶) مکہ جب فتح ہوا تو حرم کے صحن میں، کس حرم کے صحن میں؟ جہاں آپؐ کو گالیاں دی گئیں، آپؐ پر نجاستیں پھینکی گئیں، آپؐ کے قتل کی تجویز منظور ہوئی، قریش کے تمام سردار مفتوحانہ کھڑے تھے، ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں لڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، وہ بھی تھے جو آپؐ کو جھٹلایا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپؐ کی ہجویں کہا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپؐ کو گالیاں دیا

کرتے تھے، وہ بھی تھے جو خود اس پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیوں کا حوصلہ رکھتے تھے، وہ بھی تھے جنھوں نے آپؐ پر پتھر پھینکے تھے، آپؐ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے آپؐ پر تلواریں چلائی تھیں، وہ بھی تھے جنھوں نے آپؐ کے عزیزوں کا ناحق خون کیا تھا، ان کے سینے چاک کئے تھے، اور ان کے دل و جگر کے ٹکڑے کئے تھے، وہ بھی تھے، جو غریب اور بیکس مسلمانوں کو ستاتے تھے، ان کے سینوں پر اپنی جفاکاری کی آتشیں مہریں لگاتے تھے، ان کو جلتی ریتوں پر لٹاتے تھے، دہکتے کوئلوں سے ان کے جسم کو داغتے تھے، نیزوں کی انی سے ان کے بدن کو چھیدتے تھے، غرض آج یہ سب مجرم سرنگوں سامنے تھے، پیچھے دس ہزار خون آشام تلواریں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارہ کی منتظر تھیں، دفعتاً زبان مبارک کھلتی ہے، سوال ہوتا ہے : قریش بتاؤ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں ؟ جواب ملتا ہے، "محمدؐ ! تو ہمارا شریف بھائی، اور شریف بھتیجا ہے" ۔ارشاد ہوتا ہے : آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے ظالم بھائیوں سے کہا تھا کہ "**لا تثریب علیکم الیوم**" آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، "**اذھبوا فأنتم الطلقاء**" جاؤ تم سب آزاد ہو۔

دوستو ! یہ ہے دشمنوں کو پیار کرنا اور معاف کرنا، یہ ہے اسلام کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ اور عملی تعلیم جو صرف خوش بیانیوں اور شیریں زبانیوں تک محدود نہیں، بلکہ دنیا میں واقعہ اور عمل بن کر ظاہر ہوی ہے۔

یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ، دوسرے مذاہب اپنے پیغمبروں اور رہنماؤں کے میٹھے میٹھے الفاظ کی طرف دنیا کو بلاتے ہیں اور بار بار انھیں دہراتے ہیں کہ ان کے سوا ان کے پاس کوئی چیز نہیں، اور اسلام اپنے پیغمبر کے صرف الفاظ نہیں، بلکہ عمل اور

سنت کی دعوت دیتا ہے ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت ارشاد فرمایا تھا :

"**ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وسنتی**" (میں تم میں دو مرکز ثقل چھوڑ جاتا ہوں ، خدا کی کتاب اور اپنا عملی راستہ) ۔یہی دونوں مرکز ثقل اب تک قائم ہیں ، اور قیامت تک قائم رہیں گے ۔اسی لئے اسلام کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے پیغمبر کی سنت کی پیروی کی دعوت دیتا ہے ۔ارشاد باری تعالی ہے :

"**لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ**" (لوگو ! تمہارے لئے خدا کے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے) دوستو ! یہ ہے "رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے پیار اور ان کے ساتھ عفو و درگزر ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللھم صل علی محمد وعلی آلہ وأصحابہ وأزواجہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا ۔

(استفادہ از خطبات مدراس علامہ سید سلیمان ندویؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از محمد غوث ندوی

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دار العلوم الاسلامیۃ بأمریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت مدینہ کے بعد ۳ ہجری سے ۹ ہجری تک تقریباً سات سالوں میں ۲۷ غزوات ہوئے ۔ ان غزوات میں دو بدو جو لڑائیاں ہوئیں وہ نو ہیں ۔ اور بقیہ ۱۸ غزوات میں لڑائی نہیں ہوئی ۔ یاد رہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جس جنگ میں شریک ہوئے اس کو "غزوۃ" کہتے ہیں، اور وہ ۲۷ غزوات ہیں ۔ اور وہ حسب ذیل ہیں :

(۱) غزوۃ ودان اوأبواء (۲) غزوۃ بواط (۳) غزوۃ صفوان (۴) غزوۃ العشیرۃ (۵) غزوۃ بدرالکبریٰ (۶) غزوۃ قینقاع (۷) غزوۃ السویق (۸) غزوۃ قرقرۃ (۹) غزوۃ غطفان (۱۰) غزوۃ أحد (۱۱) غزوۃ حمراء الاسد (۱۲) غزوۃ بنی نضیر (۱۳) غزوۃ بدرالاخری (۱۴) غزوۃ دومۃ الجندل (۱۵) غزوۃ بنی المصطلق (۱۶) غزوۃ الاحزاب (۱۷) غزوۃ بنی قریظۃ (۱۸) غزوۃ بنی لحیان (۱۹) غزوۃ ذی فروۃ (۲۰) صلح الحدیبیۃ (۲۱) غزوۃ خیبر (۲۲) غزوۃ وادی القری (۲۳) غزوۃ ذات الرقاع (۲۴) فتح مکۃ (۲۵) غزوۃ حنین (۲۶) غزوۃ الطائف (۲۷) غزوۃ تبوک

جن غزوات میں جنگیں ہوئیں وہ یہ ہیں :

(۱) غزوۃ بدر الکبریٰ (۲) غزوۃ أحد (۳) غزوۃ الاحزاب (۴) غزوۃ بنی قریظۃ (۵) غزوۃ بنی المصطلق (۶) غزوۃ خیبر (۷) فتح مکۃ (۸) غزوۃ حنین (۹) غزوۃ الطائف

(نوٹ : ان غزوات کی تفصیل کے لئے میری مطبوعہ عربی کتاب "غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ضوء القرآن والاحادیث" ملاحظہ فرمائیں ۔

یاد رہے کہ ان نو غزوات میں جو سات سال میں پیش آئے جب کہ یہ ساری ہی جنگیں دفاعی تھیں۔ان نو جنگوں میں کل (۴۱۸) ایک ہزار اٹھارہ آدمی مارے گئے، ان میں مسلمان شہداء کی تعداد (۴۱۸) چار سو اٹھارہ ہے اور کفار و مشرکین اور منافقین کی تعداد (۶۰۰) چھ سو ہے۔ان چھ سو میں وہ باغی یہود بھی ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر کے توڑ دیا تھا اور وہ کفار و مشرکین قریش کے ساتھ مل گئے تھے، اور مسلمانوں کے خلاف (معاہدہ توڑ کر) لڑائی کی تھی۔بعد میں ان غداروں کے خلاف مسلمانوں نے جنگ کی تھی اور ان منافقین یہود کو گرفتار کیا گیا تھا، اور انھیں کے کہنے کے مطابق انھیں کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا گیا تھا کہ "ان میں جو نوجوان ہوں گے قتل کئے جائیں گے" اور ان مقتول نوجوانوں کی تعداد تقریباً دو سو کے قریب تھی۔اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ساری جنگوں میں (۴۱۸) چار سو اٹھارہ مسلمان شہید ہوئے اور (۴۰۰) چار سو کافر و مشرکین مارے گئے اور (۲۰۰) دو سو یہودی غداری میں قتل کئے گئے۔

یہ ہے پورے غزوات اور جنگوں کی تفصیل۔جو صرف حق کے لئے لڑی گئی تھیں اور وہ ساری جنگیں دفاعی تھیں۔یہ بات یاد رہے کہ اسلام کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، اور حق و انصاف کو قائم کرنے اور دنیا میں شر و فساد کے مٹانے کے لئے جنگ شروع کر سکتا ہے۔جسے قرآن پاک کی اصطلاح میں "**الجهاد فی سبیل الله**" کہا گیا ہے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں جو بالترتیب ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء اور ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۸ء ہوتی رہیں، جو صرف قومی تکبر، نخوت و غرور، ملکوں پر ناجائز قبضے اور تجارتی منڈیوں پر قبضے کے لئے لڑی گئیں، اور جن میں۔ (۸۵) پچاسی ملین انسان بے گناہ قتل کئے گئے تھے، اور اس سے زیادہ لوگ اپاہج ہوئے، اور ۱۹۹۰ء میں تیل کے ذخائر پر قبضہ باقی رکھنے کے لئے مشرق وسطیٰ میں جو جنگ کا ناٹک

کھیلا گیا تھا، اس میں (۲) دو ملین بے گناہ نفوس مارے گئے اور (۳) تین ملین سے زیادہ انسان اپاہج (لنگڑے لولے، اندھے) ہوے۔اور اس ظلم و جبر اور بربریت پر (۹۰) نوے بلین ڈالر کا نقصان کیا گیا، اور آج یہ مغربی ممالک جنھوں نے ان مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھایا تھا اور جن کی تائید مشرق وسطیٰ کے مسلمان ملکوں نے کی تھی، انھیں مالدار ممالک سے اب یہ مغربی ممالک (۱۲۰) ایکسو بیس بلین ڈالر کا تاوان وصول کر رہے ہیں۔اس جنگ کے اثرات عراق میں آج بھی پائے جاتے ہیں، اور تمام نہاد (U.N) قومی اسمبلی اس ملک سے بائیکاٹ اور "امبارگو" کئے ہوے ہے اور ان پر کھانے پینے کی اشیاء دوائیں اور بچوں کا دودھ بند کئے ہوے ہے، جس کی وجہہ سے روزانہ سینکڑوں بچے، بڑے اور بیمار داعی اجل کو لبیک کہہ رہے ہیں۔اور ان چھ سالہ عرصہ میں بھوک و افلاس بیماری اور وباؤں سے تقریباً دو ملین انسان ہلاک ہوچکے ہیں۔

یہ ہیں تمام نہاد انصاف پسند ممالک جو ہمیشہ انسانی حقوق کا دم بھرتے ہیں اور ان حقوق کے غم میں ڈنر کھاتے ہوے موٹے و فربہ اندام ہوے جاتے ہیں۔ بقول شاعر:

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

کیا ان واضح واقعات کے بعد بھی مشرق و مغرب کے شرپسند اور مستشرقین یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ "اسلام تلوار سے پھیلا"۔الأمان والحفیظ۔

. . .

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

(ختم نبوت)

از محمد غوث ندوی

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دار العلوم الاسلامیۃ بأمریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

ختم نبوت

خاتم النبیین کے معنی سلسلۂ نبوت کو ختم کر دینے والے کے ہیں۔ اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"ماکان محمد أبا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (نبیوں کے ختم کرنے والے) ہیں۔

آئیے اب ہم اس سلسلہ میں قرآن پاک، حدیث شریف، لغت و کلام اور محاورے سے اس بات کو ثابت کریں گے، تاکہ ختم نبوت پر جن گمراہ لوگوں نے فتنہ کھڑا کیا ہے اس کا جواب بھی آپ کو مل جائے۔ قرآن پاک کی آیت کریمہ ابھی آپ نے پڑھی۔ احادیث شریفہ میں ارشاد ہوا ہے۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی۔ (ترمذی و مسند أحمد) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا، میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی ہے)۔

(۲) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : أنا محمد، وأنا أحمد وأنا الماحی الذی یمحی بی الکفر وأنا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی، وأنا العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ (بخاری و مسلم، ترمذی، موطا امام مالک) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : میں محمد ہوں

میں اُحمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر محو کیا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کئے جائیں گے۔ (یعنی میرے بعد اب بس قیامت ہی آنے والی ہے) اور میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

(۳) **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ان الله لم يبعث نبيا الا حذر أمته الدجال ،وأناآخر الأنبياء وأنتم آخر الأمم وهوخارج فيكم لا محالة** ۔(ابن ماجہ) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا، جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو، مگر ان کے زمانے میں وہ نہ آیا، اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو، لامحالہ اب اس کو تمہارے اندر ہی نکلنا ہے)۔

(۴) **قال النبى صلى الله عليه وسلم : أنا محمد النبى الأمى ولانبى بعدى** ۔(مسند أحمد) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نبی امی ہوں، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۵) **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لانبوة بعدى الاالمبشرات ،قيل : ومامبشرات يارسول اللهٗ قال : الرؤيا الصالحة** ۔(مسند أحمد، نسائی، ابوداؤد) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے، صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں، عرض کیا گیا وہ بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں یارسول اللہ ! فرمایا اچھے خواب یا فرمایا صالح خواب (یعنی وحی کا اب کوئی امکان نہیں، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور وحی نبی اور رسول پر اترتی ہے، ہاں یہ ہوگا کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ملے گا تو بس اچھے خواب کے ذریعہ سے مل جائے گا)۔

(۶) **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لوكان بعدى نبى لكان**

عمر بن الخطاب (ترمذی) (سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے)۔

(۷) **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلیؓ أنت منى بمنزلة هارون من موسى الا أنه لا نبى بعدى** ۔(بخاری و مسلم) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کی تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

(۸) **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ..... وانه سيكون فى أمتى كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبى وأنا خاتم النبيين لا نبى بعدى** (ابوداؤد) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

عربی لغت اور محاورے کی رو سے "ختم" کے معنی مہر لگانے، بند کرنے، آخر تک پہونچنے اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

ختم العمل : کے معنی ہیں **فرغ من العمل**، کام سے فارغ ہو گیا۔

ختم الاناء : کے معنی ہیں برتن کا منہ بند کر دیا اور اس پر مہر لگادی تاکہ نہ کوئی چیز اس میں جائے اور نہ کچھ اس میں سے نکلے۔

ختم الكتاب : کے معنے ہیں، خط بند کر کے اس پر مہر لگادی تاکہ خط محفوظ ہو جائے۔

ختم على القلب : دل پر مہر لگادی کہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے اور نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل سکے۔

خاتم القوم : آخر ہم، خاتم القوم سے مراد قبیلہ کا آخری آدمی (لسان

العرب، قاموس، اور اقرب الموارد)۔

اسی بناء پر تمام اہل لغت اور اہل تفسیر اور محدثین نے بالاتفاق خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے لئے ہیں۔ عربی لغت و محاورے کی رو سے بھی "خاتم" کا معنی وہ مہر ہے، جو لفافے پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے اور نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔

. . .

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام محمدی۔ صلی اللہ علی صاحبہ وسلم

از : محمد غوث ندوی

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دارالعلوم الاسلامیۃ باٹمریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام محمدی۔ صلی اللہ علی صاحبہ وسلم

دوستو اور بزرگو ! چھٹی صدی عیسوی میں پوری نوع انسانی خود کشی پر آمادہ ہی نہیں بلکہ کمربستہ تھی، جیسے کہ اس نے خود کشی کی قسم کھا رکھی ہو۔ قرآن مجید نے اس کی بہترین تصویر اس طرح کھینچی ہے۔

واذکروا نعمة الله علیکم اذکنتم أعداء فألف بین قلوبکم فأصبحتم بنعمته اخوانا۔ وکنتم علی شفا حفرة من النار فأنقذکم منها۔ (3:103)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : میری مثال تم لوگوں میں ایسی ہے کہ کسی ایک شخص نے آگ لگائی اور اس میں پروانے اور کیڑے جو آگ میں گرا کرتے ہیں گرنے لگے۔ اس طرح تم آگ میں کودنا چاہتے تھے اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو بچاتا رہا۔

اس حالت میں اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور ارشاد ہوا "**وما أرسلناک الا رحمة للعالمین**" - 21:107

آپ کے احسانات کی ایک بڑی فہرست ہے۔ تاہم یہاں ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند احسانات اور عالمگیر و دائمی پیغام کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

دوستو ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا احسان اور عالمگیر پیغام عقیدۂ توحید ہے جس کی وجہ سے کائنات اور مخلوقات الہیٰ میں انسانیت کا درجہ

متعین ہوا۔

اسلام سے پہلے انسان اپنے آپ کو دیگر مخلوقات الٰہی سے کمتر سمجھتا تھا۔ وہ مخلوقات الٰہی کے سامنے جھک جاتا تھا۔ اور ان سے ڈرتا اور خوشامد کرتا تھا۔ اس طرح وہ سخت پتھر، اونچے پہاڑ، بہتے دریا، سرسبز و شاداب درخت، برستے پانی، دہکتی آگ، ڈراؤنے جنگل، زہریلے سانپ، ڈکارتے شیر، دودھ دیتی گائے، چمکتے سورج، درخشاں ستارے، کالی راتوں اور بھیانک صورتوں غرض وہ دنیا کی ہزاروں چیزوں سے ڈرتا اور انھیں پوجتا تھا۔ اور ان کے آگے جھک جاتا تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر دنیا کو یہ پیغام دیا کہ لوگو! یہ تمام اشیا۔ تمہاری آقا نہیں بلکہ تم ان کے آقا ہو، وہ سب تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں، تم ان کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہو۔

جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

تم اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب ہو "**انی جاعل فی الأرض خلیفة**" 2:30 اس دعوت و ارشاد سے انسان کے دل میں نیا حوصلہ پیدا ہوا اور وہ نئی امید و حوصلہ کے ساتھ خدا سے وابستہ ہو گیا۔ اور اسی خلافت و نیابت نے آدم کی اولاد کو تمام مخلوقات پر عزت و بزرگی بخشی، اور ارشاد ہوا "**ولقد کرمنا بنی آدم**" اور کائنات کی تسخیر اس کے ہاتھ دیدی "**وسخر لکم مافی الأرض جمیعا**"۔ "**وسخر لکم مافی السمٰوٰت والأرض**"۔

غرض اس پیغام محمدی صلی اللہ علی صاحبہ وسلم سے انسان اتنا بلند ہو گیا کہ اس کی پیشانی سوائے خدائے واحد کے کسی کے سامنے نہیں جھک سکتی تھی۔ بقول علامہ اقبال :

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

پھر اسی نیابت و خلافت کی عظمت و تاج نے اس کو سارے عالم میں ممیز و ممتاز کر دیا اور اتنا بلند بنا دیا کہ بس اس کے اوپر صرف خدا کی ذات ہی رہ جاتی ہے

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

(اقبال)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا عالمگیر پیغام یہ ہے کہ "انسان اپنی فطرت میں پاک اور بے گناہ ہے" یعنی اس کی فطرت سادہ اور بے نقش ہے، اس پر بہتر سے بہتر تحریر لکھی جا سکتی ہے اور اسی طرح بدتر سے بدتر تحریر بھی لکھی جا سکتی ہے، اور اپنے عمل سے فرشتہ یا شیطان بن سکتا ہے جیسے کہ ارشاد ہے "**کل مولود یولد علی الفطرۃ فأبواہ یھودانہ وینصرانہ ویمجسانہ**" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان سے انسان جو اپنے آپ سے بدگمان اور خدا کی رحمت سے مایوس تھا اس کو اپنی فطرت اور صلاحیتوں پر اعتماد ہو گیا۔ وہ نئے عزم و ارادہ کے ساتھ اس بزم عالم میں اپنی قسمت و قوت آزمانے کے لئے سرگرم عمل ہو گیا۔ بقول اقبال :

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اس موقع پر میں یہ وضاحت کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ دنیا میں کوئی چیز اپنی فطرت کے اعتبار سے اچھی ہے نہ بری، دراصل کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے میں اس کے استعمال کو دخل ہے۔ مثلاً آگ اپنی فطرت کے اعتبار سے خیر ہے نہ شر۔ اگر

آپ نے اس سے کھانا پکایا تو یہ خیر ہے اور اگر آپ نے اس آگ سے کسی کا گھر جلادیا تو یہ شر ہے۔ اسی طرح پانی میں نہ خیر ہے نہ شر۔ اگر آپ نے پانی سے اپنی اور دوسروں کی پیاس بجھائی تو یہ خیر ہے اور اگر آپ نے اس پانی میں دوسروں کو ڈبو دیا تو یہ شر ہے۔

اسی طرح مال و دولت اور طاقت و قوت کی مثالیں ہیں۔ ان میں خیر و شر ان کے استعمال سے پیدا ہوتا ہے اور ان چیزوں کو خیر و شر بنانے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے، اب یہ اس کا اپنا کام ہے کہ وہ جس طرح چاہے استعمال کرے، لیکن انجام کا وہ خود ذمہ دار ہے "**فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ**" ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "**الا تزر وازرۃ وزر أخری ○ وأن لیس للانسان الا ماسعی ○ وان سعیہ سوف یری ○ ثم یجزاہ الجزاء الاوفی** ○ آخرت میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ اس کے حصہ میں اس کی کوششیں اور نتائج آنے والے ہیں، اور انسان کی کوششوں کا نتیجہ ضرور ظاہر ہوگا۔ اور اس کو اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔

اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں، لغزشوں اور غلطیوں کو ایک عارضی حالت قرار دیا، جس میں انسان کبھی کبھی نادانی، کوتاہ نظری اور نفس و شیطان کی ترغیب کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے وہ اپنے اعتراف قصور اور ندامت و شرمندگی سے خدا کے حضور رو دھو کر اپنے قصور معاف کروالیتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکستہ دل انسانوں کے لئے توبہ کا دروازہ کھولا۔ اور ایسا کھولا کہ آپ **نبی التوبۃ** کہلائے، قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے "**ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین**" ○ ایک دوسری جگہ ارشاد باری ہے "**قل یٰعبادی الذین أسرفوا علی أنفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھوالغفور الرحیم**" ○ اور ایک مقام پر ارشاد ہوا ہے "**ان رحمتی وسعت کل شیء**" اس طرح ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہوا

ہے "ان رحمتی سبقت غضبی" (میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا عالمگیر پیغام وحدت انسانیت (یعنی انسانی مساوات) ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ایھا الناس ! ان ربکم واحد وان أباکم واحد ، کلکم من آدم و آدم من تراب ، ان اکرمکم عنداللہ أتقاکم ۔ ولیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوی" یہ وہ الفاظ ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عظیم مجمع میں ارشاد فرمائے ہیں۔

اس حدیث شریف میں دو وحدتوں کا اعلان کیا گیا ہے۔ ایک توحید رب، دوسری توحید اَب۔ یعنی انسان کا خالق بھی ایک ہے اور نسل انسانی کا بانی بھی ایک ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل انسان قوموں، برادریوں ذات پات، اعلیٰ و اَدنیٰ طبقہ میں بٹا ہوا تھا۔ اور ان کے درمیان میں انسانوں اور جانوروں، آقاؤں اور غلاموں، عبد و معبود کا سا فرق تھا۔ صدیوں بعد جب نوع انسانی نے اس اعلان کو سنا تو اس نے اپنی عظمت کو پہچانا اور اس کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہوی، اس کو معلوم ہوا کہ وہ خدا کا نائب اور اشرف المخلوقات ہے اور اس بزم عالم کا صدر نشین ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "یٰأیھا الناس انا خلقناکم من ذکر وأنثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ أتقاکم" اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی عزت و عظمت کے الفاظ اس طرح بیان فرمائے ہیں "الخلق عیال اللہ"۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا عالمگیر پیغام "نوع انسانی کو منزل

مقصود پر کھڑا کرنا ہے" ۔ یہ کہ انسان کو کیا کرنا ہے ؟ کہاں جانا ہے ؟ اس کی صلاحیتوں کا اصلی میدان اور کوششوں کا اصل مقصد کیا ہے ؟

شیطان نے اس وقت بھی اور آج بھی انسانوں کو یہ سمجھایا ہے کہ کامیاب اور بڑا انسان بننے کا مطلب صرف دولت مند بن جانا اور طاقت و حکومت کا حاصل ہو جانا ہے ۔ اور جو انسان بھی اس کو کامیابی سمجھا ہے اس کی پرواز تخیل چوپایوں کی تقلید سے بلند نہیں ہے ۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی کے سامنے اس کی حقیقی منزل لاکر کھڑی کر دی ۔ آپ نے یہ بات دل پر نقش کر دی کہ خالق کائنات کی صحیح معرفت ، اس کی ذات و صفات ، اس کی قدرت و حکمت کا صحیح علم ، زمین و آسمان کی وسعت اور لامحدودیت کی دریافت اور اس پر غور و فکر ایمان و یقین کا حصول ، اللہ کی محبت و محبوبیت ، اس کو راضی کرنا اور راضی برضا ہو جانا ، انسانوں کی خدمت اور ایثار و قربانی کے ذریعہ اللہ تعالی کی خوشنودی کا حصول ۔ یہ سب انسان کی کوششوں کا حقیقی میدان ہے ۔

آپ کے اس سبق کے بعد دنیا کی رت بدل گئی ، دلوں میں اللہ کی محبت کا شعلہ بھڑک اٹھا ، رضائے الہی کا سودا دل میں سما گیا ۔ کروڑوں انسان اس منزل پر گامزن ہو گئے ، اور اس کو لے کر عرب و عجم ، مصر و شام ، ترکستان و ایران ، عراق و خراسان ، افریقہ و اسپین ، غرض ہند اور جزائر شرق الہند ۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ مشرق و مغرب میں اللہ کی محبت کے متوالے اور اسی مقصد کے دیوانے نظر آنے لگے ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسانیت صدیوں کی نیند سوتے سوتے بیدار ہوی ہے ۔ غرض شہر شہر ، قصبہ قصبہ ، گاؤں گاؤں یہ اللہ کے بندے عالی ہمت ، عارف و کامل ، داعی حق ، انسان دوست و ایثار پیشہ انسان ، جن پر فرشتے بھی رشک کریں ہر طرف نظر آنے لگے ۔ انھوں نے دلوں کی سرد انگیٹھیاں گرما دیں ، عشق الہی کا شعلہ بھڑکا دیا ، علوم و فنون

کے دریا بہادئے ۔ دکھوں کے مارے سماج کے ستائے ہوئے انسانوں کو گلے سے لگایا ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بارش کے قطروں کی طرح ہر چپہ زمین پر ان کا نزول ہوا ، ان کی کثرت آپ نے دیکھ لی ۔ ان کی کیفیت کو دیکھئے ، ان کی ذہنی پرواز اور ان کے ذوق سلیم کے واقعات پڑھئے کہ اللہ اللہ انسانوں کے لئے ان کا دل کس طرح روتا ہے ۔ ان کے غم میں گھلتا ہے وہ کس طرح اپنے کو خطرے میں ڈالتے اور اپنی اولاد کو آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں ۔ ان کی عبادت ، ان کی قوت دعا ، ان کا زہد و فقر ، جذبہ ، خدمت خلق ، مکارم اخلاق ، ان کا انصاف ، اپنا احتساب ، کمزوروں پر شفقت ، دوست پروری ، دشمن نوازی ، غرض ان خواص کے ساتھ وہ سارے عالم میں پھیل گئے اور ایسے نقوش چھوڑے کہ قیامت تک مٹائے نہیں جاسکتے ۔

عزیزو ! مذہب کے دو جزہیں ۔ ایک کا تعلق انسان کے دل سے ہے ۔ اور دوسرے کا تعلق انسان کے جسم اور مال و دولت سے ہے ۔ پہلے کو ایمان اور دوسرے کو عمل کہتے ہیں ۔

ایمان کی تفصیل ہے "آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالی والبعث بعدالموت" اور عمل کے تین حصے ہیں ، ایک خدا سے متعلق ہے جس کو عبادات کہتے ہیں جیسے نماز ، روزہ ، حج ، دوسرا انسان کے باہمی کاروبار سے متعلق ہے جس کو معاملات کہتے ہیں ۔ جن کا بڑا حصہ قانون ہے ۔ تیسرا انسان کے باہمی تعلقات اور روابط کی بجاآوری سے ہے ، اس کو اخلاق کہتے ہیں ۔ اسلامی تعلیمات کے اس وسیع و عریض دفتر کو اگر ہم دو مختصر لفظوں میں ادا کرنا چاہیں تو ان کو ایمان اور عمل صالح کے دو لفظوں سے تعبیر کرسکتے ہیں ، اور ان دو چیزوں پر ہی نجات کا دار و مدار ہے کہ ہمارا ایمان پاک و صاف اور مستحکم ہو اور عمل نیک و صالح ہو ۔

دوستو ! ایمان اور اس کے مطابق عمل صالح ہی اسلام ہے ۔ اسلام عمل ہے

ترک عمل نہیں ۔ ادائے واجبات ہے ترک واجبات نہیں ۔ ادائے فرض ہے ترک فرض نہیں ۔ ان چیزوں کی تشریح ہمارے پیغمبر خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے یاران باصفا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں اور سیرتوں میں ملے گی ۔

آؤ ہمارے اسلاف پر نگاہ ڈالو کہ ان کی کیسی شان و عظمت تھی کہ " **ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان** " وہ راتوں کے راہب اور دن کے شہسوار تھے اور یہی اسلام کی اصلی زندگی ہے ۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں عالمگیر پیغام دین و دنیا کی وحدت ہے یعنی دین و دنیا اصل میں ایک ہیں ۔ یعنی اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے ، ارشاد ہوا " **انماالأعمال بالنیات** " ۔ " **وانما لکل امرئ مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ، ومن کانت ھجرتہ الی دنیایصیبھا أو الی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ** " ۔

دوستو ! ہر وہ کام جو انسان کرتا ہے اگر نیت خالص ہو تو نیک ہے اور اگر نیت بد ہے تو اس میں اجر نہیں ہے ۔ دنیا کا بڑے سا بڑا کام اگر رضائے الہیٰ کے جذبہ سے کیا گیا ہے تو وہ عین دین ہے ۔ یہاں تک کہ حکومت و سیاست دنیا کی نعمتوں سے تمتع اور حصول معاش کے ذریعہ مال و دولت کمانا یہ سب اعلیٰ درجہ کی عبادت اور اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہے ۔

اس کے برخلاف بڑی سے بڑی عبادت حتی کہ فرض نمازیں ، ہجرت و جہاد و قربانی اور ذکر و تسبیح ، اگر رضائے الہیٰ کے جذبہ سے خالی ہیں تو وہ خالص دنیا ہے ، اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ہے ۔ بلکہ وزر و عتاب ہے جیسے کہ قیامت کے دن تین قسم کے انسانوں کو بلایا جائے گا ۔ ایک عالم دین ، دوسرا شہید اور تیسرا مالدار ، اور تینوں سے ان کے اعمال کے متعلق سوالات ہوں گے اور پھر ان کی نیتوں کے مطابق جزا

مرتب ہوگی۔

غرض دنیا میں جس چیز نے سب سے زیادہ گمراہی پھیلائی ہے وہ ہے دین و دنیا کی تقسیم۔پیغام محمدی صلی اللہ علی صاحبہ وسلم نے اس غلطی کا پردہ چاک کیا اور اس نے بتایا کہ اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ دنیا کے کام خدا کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق انجام دینا ہی دین ہے۔اور یہ خیال کہ صرف ذکر و فکر، گوشہ نشینی اور رھبانیت ہی دین داری ہے۔اور دوست و احباب، آل اولاد، ماں باپ، ملک و قوم، فکر معاش دنیاداری ہے۔دوستو! اسلام نے اس غلطی کو مٹایا۔اور بتایا کہ دیکھو! خدا کے حکم کے مطابق ان حقوق اور فرائض کو انجام دینا ہی دینداری ہے۔

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان سے انسان نے اپنی منزل مقصود کو پہچان لیا، اس کو معلوم ہو گیا کہ اس کو کیا کرنا ہے؟ کہاں جانا ہے؟ اس کی صلاحیتوں کا اصلی میدان اور منزل مقصود کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سبق کے بعد دنیا کی رت بدل گئی۔دلوں میں اللہ تعالی کی محبت کا شعلہ بھڑکا، رضائے الہی کا سودا انسان کے دل سما گیا اور اس کو ایمان اور عمل صالح والی زندگی مل گئی، اور اب وہ اپنے معبود برحق کو راضی کرنے کے لئے ہمیشہ ایمان کو تازہ کرتا رہا، عبادت کا اہتمام اور معاملات کا پاس و لحاظ اور اخلاق کریمہ کا حصول، جو ایمان کی تکمیل کا طریقہ اور عمل ہے۔اس نے اس کو اپنی زندگی میں حرز جان اور وظیفہ بنالیا، اور اس کی زندگی کا مقصد ہی ایمان و عمل صالح بن گیا۔

غرض یہ انقلاب عظیم اور عالمگیر پیغام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ اور ان کے رحمۃ للعالمینی کا کرشمہ ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا　　مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا　　اور ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مولای صل وسلم دائما أبدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

• • •

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلاۃ وسلام
بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

از : محمد غوث ندوی

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دارالعلوم الاسلامیۃ بأمریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلاۃ و سلام
بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یٰاَیھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما"۔ اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وعلی آلہ واُصحابہ أجمعین۔

عزیزو! صلاۃ و سلام اور درود شریف کی فضیلت کو ذہن نشین کیجئے کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ جو شخص ایک بار حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرمائے گا، اس کے دس گناہ معاف کر دے گا اور اس کے دس درجات کو بلند فرمائے گا۔

کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کا نام سیاح ہے کہ وہ سیاحت ہی کرتے رہتے ہیں، کہیں کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہے تو وہ اس درود و سلام کے پھولوں کی چادر کو اٹھائے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ: یارسول اللہ! فلان بن فلان نے آپ کی خدمت میں درود و سلام عرض کیا ہے۔ اس پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جواب مرحمت ہوتا ہے "وعلیہ السلام"۔ سبحان اللہ قربان جائیے اس جواب سلام پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی دعاؤں سے قبل اور بعد مجھ پر درود و سلام بھیج دیا کرو کہ اول و آخر کی برکت سے درمیان کی چیز بھی قبول ہوتی ہے۔

عزیزو ! اللہ سبحانہ وتعالی نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک میں کہیں بھی "یا محمد" کہہ کر نہیں ندا دی ہے جب کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے نام سے مخاطب فرمایا ہے جیسے مختلف مقامات پر مختلف انبیاء علیہم السلام کو یوں ندا دی "یانوح اھبط بسلام" ۔ "یاابراھیم قد صدقت الرؤیا" ۔ "یاموسی انی أنا اللہ" ۔ "یاعیسی انی" لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضمائر سے خطاب کیا گیا جیسے "وان لک لأجرا غیر ممنون" ۔ "وانک لعلیٰ خلق عظیم" ۔ "ورفعنا لک ذکرک" ضمائر میں ک لک فیک ہ لہ فیہ کا استعمال اکثر کیا گیا ہے ۔ یا پھر حد درجہ ادب سے پکارنے کے لئے جو نام نامی اسم گرامی استعمال کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں یاأیھا النبی ۔ یاأیھا الرسول ۔ یاأیھا المزمل ۔ یاأیھا المدثر ۔ وغیرہ

یہ حد درجہ ادب ہے جو اللہ سبحانہ و تعالی نے سارے عالم کی مخلوقات کو سکھلایا ہے اور حد یہ ہے کہ فرشتوں کو بھی یہ آداب سکھلائے گئے اور خالق کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتوں کے ساتھ صلاۃ و سلام اس طرح بھیجا ہے اور حضور کی امت کو بھی یہ آداب سکھلائے ہیں : "ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یٰأیھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" ۔

مولای صل وسلم دائما أبدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کیوں ضروری ہے ؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے صلاۃ و سلام کے محتاج ہیں ؟ نہیں ہرگز نہیں ، جواب سے قبل اس مثال کو سمجھئے ، کیا بادشاہوں کو ہمارے تحفوں کی ضرورت ہوتی ہے ؟ اور کیا وہ ہمارے تحفوں کے محتاج ہوتے ہیں ؟ نہیں ہمارے

تحفوں کو وہ عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور حسن قبولیت بخشتے ہیں اور اس طرح ان تحفوں سے نسبت قائم ہوتی ہے۔

یہ ایک ادنیٰ سی مثال تھی بغیر تشبیہ کے ورنہ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اس لئے ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر احسان عظیم ہے۔ وہ یہ کہ آپؐ کی ذات بابرکات کی وجہ سے ہم مومن و مسلم ہیں۔ اور اس احسان عظیم کا ذکر قرآن کریم میں بھی موجود ہے : **لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا من أنفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔**

دوسرا یہ کہ صلاۃ و سلام سے ہماری نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہوجاتی ہے جیسے یہ لائٹ کا گولہ، POWER HOUSE سے جب اس کی نسبت قائم ہوجاتی ہے تو اس میں روشنی آجاتی ہے۔ اس نسبت کو ایک دوسری مثال سے سمجھئے، پانی کا قطرہ جب تک دریا کی موجوں سے دور رہتا ہے تو وہ مجبور ہوتا ہے لیکن جب وہ سمندر اور دریا سے نسبت قائم کرلیتا ہے تو دندناتا ہوا کہتا ہے کہ اب میں سمندر ہوں، دریا ہوں اور اب جو بھی میرے مقابلہ میں آئے گا وہ ڈوبے گا۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سمندر ہے اور ہماری مثال قطرہ کی طرح ہے جب ہماری نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہوگئی تو پھر ہم سمندر کی موجوں میں رہیں گے اور قوت و عزت حاصل ہوگی۔

آئیے ! اسی نسبت کا ایک اہم واقعہ ہم آپ کو سناتے ہیں اور اسی پر اپنی بات کو ختم کرتے ہیں :

غزوۂ حنین میں مسلمانوں کو بے حد مال غنیمت ہاتھ آیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مولفۂ قلوب کو جو ابھی ابھی اسلام لائے تھے خوب خوب دیا۔ اس پر

انصار کے کچھ نوجوانوں نے کہا : ہماری تلواریں خون میں ڈوبی ہوی ہیں، اور یہ ابھی مکہ سے آنے والے مال و دولت لے کر جاتے ہیں ۔ حضور تک یہ باتیں پہنچ گئیں، تو آپؐ نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا : یہ کیا ہے جو میں سن رہا ہوں ؟ پھر ایک بلیغ خطبہ دیا جس سے ان کے دل کے تار ہل گئے ۔اس خطبہ کی تلخیص ہم یہاں بیان کرتے ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

یامعشرالانصار ! تم گمراہ تھے، اللہ نے میری وجہ سے تم کو ہدایت دی ۔ تم مفلس تھے، اللہ نے میری وجہ سے تمہیں مالدار بنادیا ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ نے میری وجہ سے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم میں آپسی الفت پیدا کر دی ۔اے انصار تم جواب کیوں نہیں دیتے ؟ تو انہوں نے کہا : اللہ و رسول کا ہم پر سب سے بڑا فضل و کرم ہے ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا : تم اس بات کا کیا جواب دیتے ہو ؟ انہوں نے کہا : یارسول اللہ ! اللہ و رسول کا ہم پر سب سے بڑا فضل و احسان ہے ۔یارسول اللہ ! ہم کیا کہیں ؟ ہم میں کے بڑوں نے اور سمجھدار لوگوں نے یہ بات نہیں کہی، بلکہ کچھ ناسمجھ نوجوانوں نے یہ بات کہی ہے، ہمارا تو بس یہی جواب ہے کہ : اللہ و رسول کا ہم پر سب سے بڑا فضل و احسان ہے ۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہاں ! تم مجھ سے اس موقع پر یہ بات کہہ سکتے ہو، اور تمہارا یہ کہنا صحیح و درست بھی ہوگا "جب سب نے آپ کو جھٹلایا ہم نے آپ کی تصدیق کی اور جب سب نے آپ کو چھوڑ دیا ہم نے آپ کو پناہ دی " ۔ پھر اس کے بعد عزت افزائی اور کرم نوازی کے الفاظ اس طرح فرمائے کہ صحابہ۔ انصارؓ کے آنکھوں سے اشک رواں دواں ہوگئے اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے ۔ وہ الفاظ یہ ہیں :

یامعشرالانصار ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ گائے بکریاں،

سونا چاندی اپنے ساتھ لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ انصار نے بیک زبان کہا کہ ہم اس تقسیم پر راضی ہیں۔

اس کے بعد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان الفاظ میں دعا فرمائی، جس میں آپ نے ان سے اپنے خصوصی تعلق کا اظہار فرمایا :

الأنصار شعار والناس دثار ، اللهم ! ارحم الأنصار وأبناء الأنصار وأبناء أبناء الأنصار (انصار میرے جسم کے اندرونی پیراہن ہیں اور دوسرے لوگ جسم کے اوپری حصہ کے پیراہن ہیں (اندرونی پیراہن ہمیشہ جسم سے چمٹا رہتا ہے اور اوپر کا پیراھن وقتاً فوقتاً بدلتا رہتا ہے) اے اللہ ! انصار پر رحم فرما اور انصار کی اولاد پر رحم فرما اور انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما) سبحان اللہ کیا نسبت تھی اور کیا ہی خوش نصیب انصاری صحابہ تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

بھائیو، بہنو ! اسی طرح کی نسبت ہم کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے قائم رکھنا چاہیئے۔ اور یہ نسبت صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اختیار کریں اور درود و سلام کے ذریعہ اس نسبت کو اور مستحکم کریں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا ، لوح و قلم تیرے ہیں

اللهم صل وسلم وبارك على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وأزواجه وبناته وذرياته وأهل بيته أجمعين۔

• • •

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے مسائل حج اور دیگر معلومات حاصل کر لو، اس لئے کہ میں اس کے بعد دوبارہ حج نہ کروں گا۔ حجۃ الوداع کے جامع خطبہ کے بعد قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی : **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔**

حج سے فراغت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس تشریف لائے، دو ماہ بعد علالت کا سلسلہ شروع ہوا، پانچویں روز آپؐ نے شہداء اُحد کی قبور کی زیارت فرمائی اور ان کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ : میرے بعد مجھے تمہارے تعلق سے بت پرستی کا ڈر نہیں ہے، بلکہ تمہارے تعلق سے مجھے دو باتوں کا خوف ہے۔

(۱) ایک یہ کہ تم دنیا پر فریفتہ ہو جاؤ گے، اور خون خرابہ کرو گے۔

(۲) دوسرا یہ کہ تم میں انتشار و افتراق ہوگا۔

پھر چار یوم بعد نماز فجر کے بعد فرمایا : اے لوگو ! اللہ تعالی نے اپنے ایک بندہ کو زندگی اور موت کے تعلق سے فیصلہ کا موقع دیا ہے، لیکن اس نے اللہ کے پاس جانے کو پسند کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ یہ الفاظ سن کر زار و قطار رونے لگے اور فرمایا : یارسول اللہ ! ہم اپنی ذات کو اور اپنی اولاد کو آپؐ پر قربان کر کے آپؐ کو بچانا چاہتے ہیں۔

ایک بار انصار کے تعلق سے ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا، ان کی لغزشوں کو معاف کرنا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

پھر یہود و نصاریٰ کے تعلق سے ہدایت فرمائی کہ ان سے ہوشیار رہنا۔ مرض الموت کی شدت میں ارشاد فرمایا کہ عائشہ ! سونے کے وہ سات ٹکڑے کہاں ہیں، کیا اللہ کا رسول اللہ کے پاس اس حالت میں جائے گا کہ وہ اپنی وراثت میں سونے کے ٹکڑے چھوڑے ؟

انتقال کے دن فجر کی نماز کے وقت کھڑکی سے حضور نے اپنے چاہنے والوں کو آخری بار نماز کی حالت میں مشاہدہ فرمایا اور فرط مسرت سے مسکرا اٹھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ

اے اللہ ! مجھے معاف فرما، یہ آواز آہستہ ہوتی رہی، پھر لبوں پر سب کی نگہ جم گئی، آہستہ سے آواز آرہی تھی کہ نماز کا اہتمام کرو، عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو غلاموں اور باندیوں کا خیال رکھو، اس وقت آپ کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ سے لگا ہوا تھا۔ اور **اللھم الرفیق الاعلی** کے الفاظ کے ساتھ روح مبارک جسم اطہر سے پرواز کر گئی۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون** ۔ یہ دوشنبہ کا دن تھا اور عمر شریف ۶۳ سال تھی۔

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ وأصحابہ وأزواجہ وذریاتہ أجمعین ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"حتمیہ کلام بہ حضور سرور خیر الانام"

از : محمد غوث ندوی

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دار العلوم الاسلامیۃ بامریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

مقدمہ

قرآن مجید کے صدہا معجزات میں سے جو آیات بینات کی شکل میں اس سراپا اعجاز کتاب کے صفحات پر بکھرے ہوے ہیں، ایک "ورفعنالک ذکرک" (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا) کی پیشینگوئی بھی ہے۔

"ذکر" کے لفظ کے انتخاب میں ہزاروں حکمتیں اور صدہا تاریخی حقائق پوشیدہ ہیں۔ دنیا میں ہزاروں انسانوں کے نام زندہ ہیں اور لاکھوں انسانوں کی زبان پر ہیں، لیکن وہ صرف مجرد نام ہیں، جن کے اوصاف و کمالات، سوانح و حالات، صفات و خصوصیات کا کوئی نشان نہیں، انسانی نسلیں صرف ان کی یاد کو سینے سے لگائے ہوے ہیں، ان کو ان کے کارناموں اور پیام میں سے کچھ یاد نہیں رہا۔ لیکن سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف نام کے زندہ اور بلند کرنے کی ضمانت دی گئی ہے بلکہ آپؐ کے تذکرے کے پھیلانے اور اس کو بلند کرنے کی ضمانت بھی دی گئی ہے، اس میں آپؐ کی سیرت و تاریخ، اقوال و افعال و احوال، حلیہ و شمائل، اخلاق و عادات، نعت و منقبت، مدح و توصیف شامل ہو گئی کہ "ذکر" ان سب کو مستلزم ہے، اور ان سب پر حاوی ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے بعد سے، آپؐ کی ساری زندگی میں، پھر اس کے بعد سے تاقیام قیامت، مختلف ملکوں اور زبانوں کے شعراء و ادباء کی زبان و قلم آپؐ کی مدح و توصیف اور نعت میں مشغول رہے اور رہیں گے۔

اس سلسلہ میں عربی زبان کا دامن، جس میں کلام اللہ نازل ہوا، اور جو نبوت کی ترجمان تھی، اور جس کے بولنے والوں کی آنکھیں اس جمال جہاں آرا کے دیدار سے

مشرف ہوئیں، اور جن کی گھٹی میں شاعری پڑی ہوئی تھی، لغت کے موتیوں سے بھرپور ہے، اس کے بعد سید العرب والعجم کے حضور میں شعراء عجم کا خراج عقیدت ہے، اور فارسی زبان کا قدم (عربی) کے بعد اس وادی ایمن کی رہ نوردی میں سب سے آگے ہے، اردو چونکہ اسی کی ساختہ پرداختہ ہے، اس لئے اس کے بعد اسی کا درجہ ہے۔

نعت و توصیف پر پہلے ہم عربی زبان کو مقدم رکھتے ہیں، اس کے بعد فارسی زبان کو (اگرچہ کہ اس میں راقم السطور کو درجۂ کمال ہرگز حاصل نہیں) تاہم اس کے بعض اہم نعتیہ کلام کا ذوق طالب علمی کے زمانہ ہی سے رہا ہے اس لئے وہ ضرور لکھنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ اس کے بعد مادری زبان اردو کے منتخب کلام کو پیش کیا جائے گا۔

اس موضوع پر قدم اٹھانا بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے، لیکن عشق و محبت میں ذمہ داری قبول کی جاتی ہے، پھر توصیف ہے تو کس کی ؟ "سرور کونینؐ" کی، کیوں نہ اس عاصی و گناہ گار کا نام بھی مداحین سرور عالمؐ کی فہرست میں شامل ہوجائے، اور اسی بہانے اس کی مغفرت ہوجائے۔

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے محبت و وابستگی حاصل دین اور پیمانہ ایمان ہے۔ حضورؐ کا ارشاد گرامی ہے :

" لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب الیه من والده وولده والناس أجمعین " (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ، اپنے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ کو محبوب نہ رکھے)۔

اور یہ مقام محبوبیت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور پیروی میں نصیب ہوگا، اور اس اتباع کے بغیر کوئی تعلق معتبر نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :

"**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**" (اے نبیؐ لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو) اور (اگر تم ایسا کروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو پسند فرمائے گا)

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

صحابہ۔ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیا تو اسی بات کا عہد کیا تھا کہ "ہمارا دل چاہے یا نہ چاہے ہم ہر حال میں آپ کی پیروی کریں گے"۔

"**بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اُن نتبعہ منشطا ومکرھا**" (ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی بیعت کی ہے کہ ہم ان کی پیروی ہر حال میں کرتے رہیں گے خواہ طبیعت آمادہ ہو یا دل اچاٹ ہو)۔

صحابہ۔ کرامؓ کو حضورؐ کی ذات سے جو شیفتگی و محبت تھی اس کی ایک جھلک عروہ بن مسعود کے اس بیان میں نظر آتی ہے، جس کی حیثیت ایک رپورٹ (REPORT) کی تھی، ان کو صلح حدیبیہ سے پہلے قریش نے اپنا سفیر بناکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا اور ہدایت کی تھی کہ مسلمانوں کی حالت کو غور سے دیکھیں اور آکر بتائیں، عروہ بن مسعود نے واپس آکر یہ بیان دیا "نبی کریمؐ وضو کرتے ہیں تو وضو کے بچے ہوئے پانی پر صحابہ یوں گرے پڑتے ہیں کہ گویا اب لڑ پڑیں گے، حضور اکرمؐ کے دہن مبارک سے جو شئے نکلتی ہے، اس کو

زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ اس کو کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے، جسے وہ سر پر مل لیتے ہیں، حضور اکرمؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب ڈور پڑتے ہیں، اور جب حضورؐ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں، تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضورؐ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے"۔

عروہ نے مزید اس طرح کہا :

"لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے اور قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے اور نجاشی کا دربار بھی، مگر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تعظیم محمدؐ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو خود اس کے دربار اور ملک میں بھی حاصل نہیں ہے"۔

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مجھے کوئی محبوب اور پیارا نہ تھا، مگر میرے دل میں حضور اکرمؐ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضورؐ کو دیکھ نہیں سکتا تھا"۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری محبت کیسی تھی ؟ فرمایا "بخدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال، اولاد، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب تھے، اور اس سے زیادہ ان کی طلب ہمارے دلوں میں تھی، جتنی ایک پیاسے کو ٹھنڈے پانی کی طلب ہوتی ہے"۔

صحابۂ کرامؓ کے اس تعلق و وابستگی کو بیان کرنے کے لئے ہم اپنے الفاظ کے محدود ذخیرے میں صرف "عشق" کا لفظ پاتے ہیں، صحابہؓ نے اس عشق کا اظہار الفاظ سے کم اور اپنے عمل سے زیادہ کیا تھا، انھوں نے اپنی جانیں قربان کر کے اس دولت بیدار کو حاصل کیا تھا۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین نے آپ کی احادیث شریفہ کو سینوں سے لگایا، اپنی عمریں اس جستجو میں صرف کر دیں کہ آپؐ نے کیا فرمایا اور کن الفاظ میں فرمایا اور آپؐ کے شمائل کی تدوین کی، ایک ایک قول کو جمع کیا، ایک ایک بات کو جانچا، پرکھا،

غرض یہ سب ان کی کاوشیں بغیر شخصی تعلق اور آپؐ کی محبت و عشق کے قطعاً ناممکن تھیں۔

اور جن حضرات کی طبیعتیں موزوں تھیں وہ اشعار اور نظموں کی شکل میں اپنی کیفیات قلبی کا اظہار کرتے رہے، اس نوع کی شاعری کو عربی میں "المدائح النبویۃ" اور اردو و فارسی میں نعت کہا جاتا ہے، نعت کے لفظی معنی "صفت" کے ہیں، اور سچ یہی ہے کہ صفت تو دراصل ان ہی کی صفت ہے، جن کے اندر کائنات کا تمام جمال پورے کمال کے ساتھ موجود ہے، جیسے "حدیث" کا ترجمہ بات یا گفتگو ہے، مگر اصطلاح میں انھیں کی بات کو "حدیث" کہتے ہیں، جن کی بات میں کائنات کی تمام سچائیاں جمع ہیں۔

۱۴۱۷ھ ربیع الاول کی ابتدائی شبہائے مبارک میں راقم نے اپنے لئے یہ سعادت سمجھی کہ نعت و وصف کی صنف میں کچھ منتخب جواہر اور موتیوں کو جمع کرے اور اس کے کچھ نمونے ترجمہ و تشریح کے ساتھ پیش کرے، اور یہ اس لئے کیا کہ اس گناہ گار کا نام بھی رحمت عالم کے "مداحین" میں شامل ہوجائے اور اسی بہانے مغفرت کا فیصلہ ہوجائے۔ أرحم الراحمین کو تو بس مغفرت کے لئے بہانہ چاہئے، اس کم سواد کے پاس عمل کا کوئی سودا نہیں جو کچھ ہے بس اللہ سے امید مغفرت اور سرور کونینؐ سے شفاعت کی خواہش و طلب۔ "ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا أو أخطانا"

غوث کو کون دینے والا تھا
جو دیا اے خدا دیا تو نے

جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے ہی کرم سے ہوگا

غرض :

لاگ گر دل کو نہیں ، لطف نہیں جینے کا
الجھے سلجھے اسی[1] کاکل کے گرفتار رہو

---

(۱) کسو (خواجہ میر درد)

محمد غوث ندوی

بشب

۱۲/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

نعتیہ کلام (عربی زبان میں)

عربی نعت کا تعارف :

نعت کا عنوان اردو میں ان اشعار کے لئے مخصوص ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے جاتے ہیں۔ عربی میں یہ لفظ "صفت" کا مرادف ہے، عربی میں اس مقصد کے لئے "مدح" کا لفظ مستعمل ہے، نظم و نثر دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، اور انبیاء کرامؑ و اولیاء عظامؒ، یا عام انسان ہوں ہر ایک کی تعریف و ستائش اسی ضمن میں آتی ہے۔

کسی انسان کی خوبیاں اگر اس کی زندگی میں بیان کی جائیں تو اس کو "مدح" کہا جائے گا، اور اگر مرنے کی بعد، اس کے اوصاف و مناقب کا ذکر کیا جائے تو اس کو "مرثیہ" کہتے ہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ آپؐ کی وفات کے متصلاً بعد آپؐ کی شان میں جو قصیدے کہے گئے مثلاً حضرت حسانؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ یا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا کے اشعار، ان کے لئے تو علمائے ادب و سیرت نے مرثیہ کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ ان اشعار میں آپؐ کی جدائی سے پیدا ہونے والے تاثرات کا ذکر ہے، لیکن ان چند متفرق اشعار کے علاوہ، جو بھی آپ کی شان میں کہا گیا، یا کہا جاتا رہے گا وہ سب "مدح و نعت" کی تعریف میں آئے گا۔ کیونکہ آپ کا نام اور کام ہمیشہ زندہ اور تابندہ ہے، اور رہے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "ورفعنالک ذکرک" (اے نبی! ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا ہے)۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پیشینگوئی ہے جو تاقیام قیامت قائم رہے گی۔

عربی زبان میں نعت کی ابتداء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح (نعت) میں سب سے پہلے جس نے زبان کھولی وہ آپؐ کے مربی چچا ابو طالب ہیں۔ اعلان نبوت کے بعد قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر کمر کس لی تھی، ابو سفیان نے اس کو بنی امیہ کے خلاف بنو ہاشم کی سازش سمجھ رکھا تھا، ابو طالب نے بھتیجے کی حمایت کے جوش میں، اور افراد بنی ہاشم کو متحد کرنے کی کوشش میں، چند پرجوش اشعار سرور عالمؐ کی مدح اور اپنے خاندان کی خصوصیات میں کہا ہے۔ اس قصیدے کے جملہ سات شعر ہیں، لیکن ہم یہاں صرف ان کے نعتیہ اشعار نقل کرتے ہیں، اور انھیں اشعار کو ہم سب سے پہلی نعت قرار دے رہے ہیں۔

ابو طالب کے نعتیہ شعر یہ ہیں :

اذا اجتمعت یوما قریش لمفخر
فعبد مناف سرها وصمیمها
فان حصلت أشراف عبدمنا فها
ففی هاشم أشرافها وقدیمها
وان فخرت یوما فان محمدا
هوالمصطفیٰ من سرها وکریمها

ان تینوں اشعار کا مفہوم یہ ہے :

(۱) "اگر قبیلۂ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لئے جمع ہوں کہ ان کا سرمایہ فخر کیا ہے ؟ تو ان کو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر جو عبد مناف کی شاخ ہے، وہی اس پورے قبیلہ کی روح رواں اور اصل ہے۔

(۲) اور اگر عبد مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جستجو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے تو وہ بنو ہاشم میں اپنی سربلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے۔

(۳) اور بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ محمدؐ ان سب میں منتخب ترین، پسندیدہ ترین اور باعث عظمت و سربلند ہیں"۔

اس کے علاوہ اس قصیدہ کے بقیہ چار شعروں کا رخ اہل قریش کی طرف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت اور محبت میں ابو طالب کا ایک طویل قصیدہ ہے اور اس قصیدہ کے جملہ پچانوے اشعار ہیں، اور اس کا موضوع "اہل قریش کو جنگ سے باز رکھنا، اور اس جنگ سے پیدا شدہ مصائب کو جتلانا ہے، اور آپس کی خون ریزی کے نقصانات کو گنانا ہے"۔ جناب ابو طالب یہ بیان کرتے ہوئے (اپنے محبوب بھتیجے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ذکر کرتے ہیں تو قدرتاً ان کا جوش بڑھ جاتا ہے اور آپؐ کی مدح میں ایک شعر الیسا زبان سے نکلتا ہے جو ہزاروں قصیدوں پر بھاری ہے۔ اور وہ شعر یہ ہے :

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتمى عصمة للأرامل

وہ پنہ گاہ یتیماں آبروئے بیوگاں
وجہِ بارانِ کرم ہے جس کا روئے تابناک

("وہ گورے مکھڑے والا، جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابر رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں، وہ یتیموں کا سہارا، بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست ہے")۔

نوٹ : ابن نباتہ مصری جو ایک صاحب ذوق ادیب اور بلند پایہ شاعر ہیں، کہتے ہیں کہ "یستسقی الغمام" کو بجائے مجہول صیغے کے معروف پڑھنا چاہیئے۔ یعنی "یَسْتَسْقِی الغمامُ" جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "خود بادل آپ کے چہرۂ انور کے

صدقہ برسنے کی اجازت چاہتا ہے"۔

اس شعر کی ایک اور خصوصیت ہے، جو سب پر بھاری ہے، وہ یہ کہ اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سند قبولیت مل چکی ہے۔ چنانچہ ابن ہشام کے مطابق ایک بار مدینہ میں قحط پڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اس قدر زوردار بارش ہوی کہ اطراف مدینہ کے لوگ بھاگے بھاگے آئے تو آپؐ نے "حوالینا لا علینا" کی دعا فرمائی، اس روز آپؐ نے فرمایا "لو أدرک أبو طالب مذا الیوم لسر ہ" کہ اگر آج ابو طالب ہوتے تو بہت خوش ہوتے۔ صحابہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! آپ کے ذہن میں ابو طالب کا یہ شعر ہے :

وأبیض یستسقی الغمام بوجھه
ثمال الیتامی عصمة للأرامل

تو حضورؐ نے فرمایا : بالکل درست۔

صاحب بغیۃ الاماثل نے لکھا ہے کہ ایک نیک خاتون جس کا تعلق قبیلۂ بنی زہار سے تھا، وہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں تشریف لائیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں اپنے عقیدت کے جذبات کو شعر کی صورت میں عرض کروں، حضور اکرمؐ نے اس کی اجازت دی، اجازت پاکر انھوں نے یہ دو شعر پڑھے۔

وأجمل منک لم ترقط عینی
وأحسن منک لم تلد النساء

حسنت شرفا وشرفت قدرا
کأنک قد خلقت کما تشاء

(۱) "آپ سے زیادہ دلربا شخصیت پر میری نگاہ کبھی نہیں پڑی، آپ سے زیادہ حسن

وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا"۔

(۲) حسین نگاہ، بلند مرتبہ گویا آپ جیسا چاہتے تھے ویسا ہی پیدا کئے گئے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں شعروں کو بے حد پسند فرمایا۔

نوٹ : علامہ نبھانی نے ان اشعار کی حضرت حسانؓ کی طرف نسبت کو مشکوک قرار دیا ہے۔ ویسے بھی تیسرا مصرعہ دیوان حسان میں یوں ہے۔

"خلقت مبرءا من کل عیب"

بے محل نہ ہوگا اگر اس شعر سے قریب تر معنی کا ایک شعر خواجہ حافظ شیرازی کا نقل کر دوں، جو "واحسن منک لم تلد النساء" کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔

جاں بداں روئے گرامی چہ کنم گر نہ دہم
مادر دہر نہ دارد پسرے بہتر ازیں

ام معبد کی نعت

عربی میں "مدح" کا اطلاق نظم و نثر دونوں پر ہوتا ہے، اس لئے یہاں ام معبد کی مدح کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوگا، جس کی نثر بھی کسی نظم سے کم مرصع اور آب دار نہیں ہے۔ ابن ہشام "سیرۃ النبیؐ" میں لکھتے ہیں کہ جب رسول کریمؐ ہجرت فرما رہے تھے، تو غار ثور سے نکلنے کے بعد پہلے ہی دن آپؐ کا گزر قبیلہ خزاعہ کی ایک مہمان نواز خاتون ام معبد کے خیمہ کی طرف ہوا، یہ ایک معمر خاتون تھیں۔ سرور عالمؐ جب اس خیمے پر پہنچے تو اتفاق سے ام معبد کے پاس کچھ نہ تھا کہ پیش کر سکتیں، اور نہ ہی وہ حضور اکرمؐ سے واقف تھیں، انھوں نے آپؐ کو ایک راہ گیر سمجھا، اور جواب دیا کہ اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو بغیر سوال کے حاضر کر دیتی، رسول کریمؐ کی نگاہ ایک کمزور اور نڈھال بکری پر پڑی، آپؐ نے فرمایا یہ کیسی بکری ہے؟ ام معبد نے عرض کیا کہ یہ کمزور و نڈھال بکری ہے جو ریوڑ کی دوسری بکریوں کے

ساتھ چل نہیں سکتی، اس لئے اس کو باندھ رکھا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کو ادھر لاؤ، بکری حاضر کی گئی، آپؐ نے اس کے تھن پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ رکھا، اور ایک برتن مانگا اور وہ برتن دودھ سے لبریز ہو گیا، یہاں تک کہ زمین پر گرنے لگا، آپؐ نے خود نوش فرمایا، حضرت ابو بکر صدیقؓ، آپ کے غلام اور آس پاس کے کچھ لوگوں نے بھی سیر ہو کر پیا، آپؐ نے دوبارہ اس بکری کو دوہا، اور وہ پیالہ ام معبد کو دیا، پھر آپؐ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد ام معبد کا شوہر آیا تو اس نے دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے، ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص ادھر آیا تھا، یہ دودھ اسی کی فیض رسانی کا نتیجہ ہے، شوہر نے دریافت کیا کہ وہ کون تھا، اس کا حلیہ کیسا تھا۔ اس پر ام معبد نے کہا : (ہم یہاں صرف ان ادبی شہ پاروں کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں، اور ام معبد کے یہ عربی شہ پارے ہزاروں قصیدوں پر قربان کئے جاسکتے ہیں، اور وہ یہ ہیں)

"میں نے ایک انسان دیکھا پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، خوبصورت شکم، سر میں بھرے ہوئے بال، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں مردانگی و شیرینی، گردن موزوں، روشن اور چمکتے ہوئے دیدے، سرگیں آنکھیں، باریک اور پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے گیسو، جب خاموش رہتے تو چہرہ پر وقار معلوم ہوتا : ۔ گفتگو فرماتے تو دل ان کی طرف کھچتا، دور سے دیکھو تو نور کا ٹکڑا، قریب سے دیکھو تو حسن و جمال کا آئینہ، بات یوں جیسے موتیوں کی لڑی، قد نہ ایسا پست کہ کمتر نظر آئے، نہ اتنا دراز کہ معیوب معلوم ہو، بلکہ ایک شاخ گل ہے، جو دو شاخوں کے درمیان ہو (۱)۔

---

(۱) ایک فارسی نعت کا یہ شعر شاید اسی مفہوم کا ترجمان ہے۔

نخل قدش کہ از چمن جاں برآمدہ
شاخ گلے بہ صورت انسان برآمدہ

زمیندہ نظر، والاقدر، ان کے ساتھی ایسے جو ہمہ وقت ان کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں (۱)۔

. . . . . مخدوم و مطاع، نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو (۲) "

سبحان اللہ ام معبد کی یہ "مدح" نثر نہیں بلکہ "در منثور" ہے۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

قصیدۂ بردہ ۔ بانت سعاد

"بردۃ" چادر کو کہتے ہیں، اس کا اطلاق ایسے پیراہن پر بھی ہوتا ہے، جو جسم کے ناپ پر نہ تراشا گیا ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ کو اس قصیدہ سے خوش ہو کر اپنا پیراہن مبارک مرحمت فرمادیا تھا، اس لئے اس قصیدہ کا نام ہی "قصیدۂ بردہ" پڑ گیا، اور "بانت سعاد" مطلع کا ابتدائی لفظ ہے، چونکہ حضرت ابو صیریؒ کے قصیدہ پر بھی انھیں خواب میں ایک چادر مرحمت ہوئی تھی، جو ایک حقیقت تھی، اس لئے ان دونوں قصیدوں میں تمیز کے لئے پہلے کو "قصیدۂ بانت سعاد" اور دوسرے کو "قصیدۂ بردہ" کہتے ہیں، اس قصیدہ کے مصنف کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ ایک قادر الکلام، پر گو، اصناف سخن پر حاوی اور خاندانی شاعر تھے، جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ انھوں نے اپنے ہوش و حواس میں پایا تھا۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں اس قصیدہ کے اکاون شعر نقل کئے ہیں، لیکن ابن ہشام نے اپنی تحقیق سے سات شعروں کا اضافہ کیا ہے۔ (بغیۃ الاماثل ج ۱ ص ۴۵۶)۔

---

(۱) جن کا ثانی نہیں اک ایک مصاحب ایسا
ایسے بندے نہ کہیں ہوں گے نہ صاحب ایسا
(انیس)

(۲) (ابن ہشام ج ۲ ص ۵۵ - البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۶۵)

اس قصیدہ کا اصل موضوع تو طلب عفو اور معذرت پیش کرنا ہے کہ انھوں نے دور جاہلیت میں نادانی سے سرور عالمؐ اور اسلام پر ہجو کر بیٹھے تھے، اس قصیدہ میں مدح کا مضمون ضمنی ہے، اسی لئے آپ دیکھیں گے اس اٹھاون اشعار والے قصیدہ میں نعت کا شعر صرف ایک ہے، جس کو شاہ بیت کہہ لیجئے، یا حاصل قصیدہ سمجھئے، لیکن یہ ایک شعر جو نعت کا ہے، اس کے طالع کی ارجمندی اور بخت یاوری پر ہزار دں دیوان اور بیاضیں قربان کہ اس شعر کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمالیا، اور اپنا پیراہن مبارک عطافرماکر شاعر اور شعر دونوں کو عمر جاوید عطافرمادی۔ "مدح" (نعت کا شعر یہ ہے :

ان الرسول لنور یستضاء به
وصارم من سیوف الهند مسلول

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ ایک نور ہیں جن سے اجالا ہے، اور وہ ایک تیز بے نیام ہندی تلوار ہیں)

قصیدہ بانت سعاد کی مقبولیت کا راز، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، صرف اس بات میں ہے کہ یہ وہاں مقبول ہوگیا تھا، جہاں کی سند قبولیت کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ بقول جلیلؔ :

نہ میں اچھا نہ میرے شعر اچھے بات اتنی ہے
جسے اچھا کہیں سرکار اچھا ہو ہی جاتا ہے

قاضی محی الدین بن عبدالظاہر نے اپنے معارضہ (طرحی قصیدہ) کے آخر میں یہ دو شعر لکھے ہیں، جو یقیناً اس قبیل کے ہر شاعر اور نعتیہ کلام کے جامع کے دل کی ترجمانی ہے :

قد قال کعب فی النبی قصیدۃ
وقلنا عسی فی مدحہ لنشارک
فان شملتنا بالجوائز رحمۃ
کرحمۃ کعب فھو کعب مبارک

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کعب نے ایک قصیدہ کہا اور میں نے بھی (ایک قصیدہ) کہا، تاکہ اس مدح میں ہم شریک ہوجائیں، اگر حضور اکرمؐ نے اپنی رأفت و رحمت سے ہمیں بھی اپنے انعامات سے نواز دیا، جیسا کہ کعب پر رحم فرمایا گیا تھا، تو میرا (یہ) قدم بڑا ہی مبارک ہوگا۔ (کعب کے لفظی معنی ٹخنہ کے ہیں، مجازاً قدم کو بھی کہتے ہیں)۔

حضرت حسان بن ثابت الانصاریؓ کی نعتیں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے ساتھ وابستہ ہے، انھوں نے نعت بنویؐ کے ذریعہ اسلام کی بیش بہا خدمت کی ہے، اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ایک اہم مورچہ کو سنبھالا ہے، جس کی اس وقت ضرورت تھی۔ کفار مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت شروع کی تو تیر و تفنگ کے ساتھ ہجو اور بدزبانی کے حربے بھی استعمال کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بدزبان و گستاخ دشمنان دین کے مقابلہ اور ان کی دریدہ دہنی کے رد کی ضرورت محسوس فرمائی، اور ارشاد فرمایا: "من ینجی أعراض المسلمین"؟ (کون ہے، جو مسلمانوں کے ناموس کی حفاظت کے لیے تیار ہے)، یہ سن کر چند اصحاب آگے بڑھے، جن میں حضرت حسان بن ثابتؓ بھی تھے، جنھوں نے اپنی زبان نکال کر دکھایا اور کہا "یہ وہ زبان ہے جو اگر پتھر پر پڑجائے تو اس کے ٹکڑے کر دے، اور کسی بال پر پڑجائے تو اس کو مونڈ دے، یہ سن کر حضور اکرمؐ نے فرمایا "أنت

له ، اذهب الی أبی بکر یخبرک بمثالب القوم ثم امجهم و جبریل معک " (یعنی تم اس کام کے اہل ہو، جاؤ ابو بکر سے ملو، وہ تم کو ان لوگوں کے کمزور پہلو سمجھا دیں گے پھر تم ان کی ہجو کہو اور جبریل تمہارے ساتھ ہیں)

ایک دوسری روایت میں یہ حدیث اس طرح منقول ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا : " ما یمنع الذین نصروا رسول الله بسلاحهم أن ینصروه بألسنتهم " (جن لوگوں نے رسول اللہ کی مدد اپنے ہتھیاروں سے کی ہے، ان کو کیا چیز روکتی ہے کہ رسول اللہ کی مدد اپنی زبانوں سے نہ کریں")

حضرت حسان نے یہ سن کر اپنی زبان نکال کر کہا " یہ زبان وہ ہے جس کا صنعاء اور بصرہ کے درمیان کوئی زبان مقابلہ نہیں کر سکتی، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم اہل قریش کی ہجو کرو گے جب کہ میں بھی ان ہی میں کا ایک فرد ہوں ؟ اس پر حضرت حسانؓ نے کہا " آپؐ کو میں اس طرح بے لاگ نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے "۔

غرض اس دن سے زندگی کے آخری دن تک حضرت حسانؓ نے اپنے آپ کو اس خدمت پر مامور رکھا، دشمنوں کی ہر ہجو کا رد کرتے، ہر بدزبان کی بدزبانی کا جواب اسی کے لہجہ میں دیتے، اسی کے قافیہ ردیف میں، اس کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا سدباب کرتے۔ ان کی نعت کے بعض اہم اشعار ملاحظہ ہوں :

ان کی نعت کا بہت ہی عمدہ شعر یہ ہے :

فان أبی ووالده وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

(یعنی میرے باپ اور باپ کے باپ (دادا) اور میری عزت و آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے)۔

ابو سفیان کو مخاطب کرتے ہوئے اس کی ہجو کا جواب دیتے ہیں :

هجوت محمدا فأجبت عنه

وعندالله فی ذاک الجزاء

(تو نے محمدؐ کی برائی کی ، میں نے ان کی طرف سے جواب دیا ، اور عند اللہ میرے اس کام کا صلہ ہے)۔

أتهجوه ولست له بکفء

فشرکمالخیر کما فداء

(کیا تو ان کی برائی کرتا ہے حالانکہ تو ان کا (کسی طرح بھی) ہمسر نہیں ہے ، تم دونوں میں جو برا شخص ہو (یعنی تو اے ابو سفیان) وہ اس پر قربان ہو جائے جو تم دونوں میں بہتر ہے (یعنی بہتر ذات ، ذات محمدؐ پر)۔

هجوت مبارکا برا حنیفا

أمین الله شیمته الوفاء

(تو نے ایسی (ذات بابرکات) کی برائی کی ہے ، جو یحد برکت والی ہے ، اللہ والی ہے ، خدا کے یہاں معتبر ہے ، جس کی خصلت میں وفاشعاری ہے)۔

فان أبی ووالده وعرضی

لعرض محمد منکم وقاء

(یعنی میرا باپ میرے باپ کے باپ (دادا) اور میری عزت و آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے)۔

ان کے ایک قصیدہ کے چار نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں :

أغر عليه للنبوة خاتم

من الله مشهود يلوح ويشهد

(آپ روشن ہیں، آپ پر مہر نبوت ہے، اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے جو چمکتی ہے، اور گواہی دیتی ہے)۔

وضم الاله اسم النبى الى اسمه

اذا قال فى الخمس المؤذن أشهد

(اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے مربوط کر دیا ہے، جب کہ موذن پانچوں وقت اذان میں "أشهدانْ لااله الاالله" کے بعد "أشهدأن محمدا رسول الله" کہتا ہے)۔

وشق له من اسمه ليجله

فذو العرش محمود وهذا محمد

(اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نام سے (اپنے پیغمبر کا) نام نکالا ہے، عرش والا اللہ محمود ہے اور یہ محمد ہیں)۔

فأمسى سراجا مستنيرا وهاديا

يلوح كما لاح الصقيل المهند

(وہ ایک روشن چراغ ہیں، روشنی دینے والے ہادی بن کر آئے ہیں، جن کی چمک ایسی ہے جیسے ہندی چمکتی تلوار)۔

اور ایک قصیدے کہ تین مدحیہ اشعار سنئیے :

والله ربى لا نفارق ماجدا

عف الخليقة ماجد الأجداد

(بخدا ہم اس ذات گرامی سے روگردانی نہیں کریں گے، جو تمام مخلوقات میں

سب سے زیادہ پاکباز اور مجد میں باعث فخر ہے)۔

مثل الهلال مبارکا ذا رحمة

سمح الخليقة طيب الأعواد

(مہ نو کی طرح بابرکت، سراپا رحمت، نرم خو، عالی نسب ہے)۔

ان تترکوہ فان ربی قادر

أمسی یعود بفضله العواد

(اگر تم لوگ ان کو چھوڑ بھی دو گے تو میرا رب قادر ہے، وہ اپنے اس فضل و احسان سے آپ کی طرف مائل ہے جو بار بار آنے والا ہے)۔

حضرت حسانؓ کے یہ مدحیہ اشعار جس کو "مرثیہ" کہا گیا ہے، ہزاروں مرثیوں پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔

فبورکت یاقبر الرسول وبورکت

بلاد ثوی فیها الرشید المسدد

(اے قبر رسولؐ! تجھ پر برکتیں شب و روز نازل ہوں، اور وہ حصۂ زمین بابرکت رہے، جس میں ستودہ صفات، توفیق بخش و توفیق یافتہ ذات کا جسم اطہر رکھا گیا ہے)۔

اسد الغابہ کے حوالے سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے دو نہایت عمدہ نعتیہ شعر منقول ہوئے ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تھے، تو انھوں نے فرمایا! جیسا کہ حسانؓ نے کہا ہے۔

وہ دو شعر یہ ہیں:

متی یبد فی الداجی البھیم جبینه
یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

فمن کان أومن [قد] یکون کأحمد
نظام لحق أو تکال لملحد

(سیاہ رات میں جب آپ کی جبین مبارک نظر آتی تو ایک چمک ہوتی جیسے تاریک رات میں کوئی روشن شمع ہو۔ کون احمد صلی اللہ علیہ وسلم سا ہوا ہے، یا ہوگا، حق کا پاسبان یا ملحد کے عبرت ناک انجام کا باعث)۔

غرض حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا سارا کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے متعلق ہے، اگر کسی کی ہجو ہے تو وہ بھی آپ ہی کی مدافعت میں ہے، یا شہید صحابہ کرامؓ کا مرثیہ ہے، یا غزوات کا ذکر ہے، غرض سب کا محور صرف ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔

ہر چہ آید در نظر غیرے تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی نعتیں

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری ایک قادر الکلام شاعر تھے، اور اپنی شاعرانہ صلاحیتیں انھوں نے اسلام کے لئے وقف کر دی تھیں، تاریخ و سیر میں حضرت حسانؓ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار تعداد میں زیادہ ہیں، ان کے زیادہ تر اشعار اسلام کی عظمت، کفار و مشرکین اور یہود کی ہجو میں کہے گئے ہیں، ان دونوں بزرگوں کی ہجو میں فرق یہ ہے کہ حضرت حسانؓ مشرکین مکہ کے انساب پر حملہ کرتے تھے اور ان کی تاریخ کے کمزور پہلو کو اجاگر کیا کرتے تھے، جنھیں سن کر وہ تلملا کر رہ جاتے تھے مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ بدزبان کفار کی ہجو دوسرے انداز سے فرماتے تھے،

ان کو وہ کفر و شرک، گمراہی اور بے دینی کا طعنہ دیتے تھے۔

ان کے تین مدحیہ شعر سنتے چلیئے :

روحی الفداء لمن أخلاقه شهدت

بأنه خير مولود من البشر

(میری روح قربان ہو اس ذات عالی پر جن کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں)۔

عمت فضائله كل العباد كما

عم البرية ضوء الشمس والقمر

(ان کے احسانات ساری مخلوق کے لئے عام ہیں، جیسے چاند و سورج کی روشنی ساری دنیا کے لیئے عام ہے)۔

ان کی نعت کا کلیدی شعر یا شاہ بیت یہ ہے :

لو لم تكن فيه آيات مبينة

كانت بديهته تنبيك بالخبر

(اگر ذات گرامیؐ میں دوسری روشن دلیلیں نہ بھی ہوتیں تو خود آپ کا چہرہ انور تم کو حقیقت بتا دیتا (کہ آپؐ میں کیا کیا خوبیاں ہیں)۔

ان کے نعتیہ اشعار میں یہ شعر بہت ہی پسندیدہ ہیں :

أنت النبي ومن يحرم شفاعته

يوم الحساب فقد أزرى به القدر

(آپ وہ نبی ہیں، جن کی شفاعت سے قیامت کے روز اگر کوئی محروم رہا تو وہ بڑا بد نصیب ہے)۔

يبيت يجافى جنبه عن فراشه
اذا استثقلت بالمشركين المضاجع

(وہ [حضور اکرمؐ] اس طرح راتیں گزارتے ہیں کہ جسم پاک بستر سے علحدہ رہتا ہے، جب کہ مشرکین کے بستر بوجھل رہتے ہیں)۔

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی نعت

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اگرچہ قادر الکلام شاعر نہ تھے تاہم وہ ایک بار اپنے بھتیجے کی محبت میں سرشار ہوگئے، اور شعر کی زبان میں کچھ کہنا چاہا اور حضور سے اس کی اجازت طلب کی، سرور عالمؐ نے دعائیہ کلمات کے ساتھ شعر کہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ تفصیلی روایت اس طرح ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کی مدح میں کچھ عرض کروں، حضور عالمؐ نے اجازت مرحمت فرماتے ہوئے ان کے لئے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے: "لا یفضض اللہ فاک" یعنی اللہ آپ کی طاقت گفتار میں کمی نہ کرے۔ اس دعا کی برکت سے ان کی زبان سے تین ایسے نعتیہ شعر نکل گئے جو ایک مستقل دیوان پر بھاری ہیں، انھوں نے یہ اشعار خدمت گرامیؐ میں پیش کئے:

من قبلها طبت فی الظلال وفی
مستودع حیث یخصف الورق

وأنت لما ولدت أشرقت الأرْض
وفاءت بنورک الأفق

فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور
وسبیل الرشاد نخترق

(۱) آپ اپنی پیدائش سے قبل بڑے آب و تاب کے ساتھ (جنت) کے سایہ میں ایک

خزانہ کے اندر تھے، جہاں درخت کے پتے جوڑ کے رکھے جاتے ہیں۔

(۲) اور جب آپ پیدا ہوئے تو روئے زمین جگمگا اٹھا اور آپ کی روشنی سے آفاق عالم میں اجالا ہو گیا۔

(۳) آج ہم اسی روشنی میں، نور میں اور راہ ہدایت پر گامزن ہیں۔

حضرت عباس بن مرداسؓ کی نعت

قبیلۂ مضر، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے، اس کی ایک شاخ میں عرب کی ایک مشہور شاعرہ خنساء گزری ہیں، جنھوں نے اپنے بھائیوں کے قتل ہونے پر ایسے دلدوز اور پرسوز مرثیے کہے جن کا جواب عربی شاعری میں نہیں ملتا۔ انھیں خاتون کے صاحبزادہ عباس بن مرداسؓ تھے، فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے ایمان لائے۔ وہ نہایت قادر الکلام شاعر تھے، ان کی شاعری میں معذرت کے ساتھ، اسلام کی تائید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

حضرت عباس بن مرداسؓ کے مدحیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

رأیتک یاخیر البریة کلها
نشرت کتابا جاء بالحق معلما

ونورت بالبرهان أمرا مدمسا
وأطفأت بالبرهان جمرا مضرما

(۱) اے سب سے بہتر مخلوق! میں نے آپؐ کو پایا کہ آپؐ نے وہ کتاب پھیلائی جو حق کی نشاندہی کرنے والی ہے۔

(۲) اور وہ شیئ جو اب تک تاریکیوں میں دبی ہوئی تھی، اس کو آپ نے برہان حق سے روشن کر دیا اور دہکتی ہوئی چنگاریوں کو اسی برہان سے بجھا دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں اور بھی شاعر گزرے ہیں جیسے حضرت عبد اللہ بن زبعریؓ، کعب بن مالکؓ وغیرہ، لیکن طوالت کے خوف سے ہم ان کے قصیدوں کو ذکر نہیں کر رہے ہیں۔ اب ہم بعض کبار صحابہ رضی اللہ عنھم کے چیدہ و منتخب نعتیہ اشعار پیش کرتے ہیں۔ آخر میں علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے "قصیدہ بردہ" کے منتخب کلام کو پیش کریں گے اس کے بعد بعض عربی شعراء کے منتخب کلام سے چند اشعار پیش کرنے کے بعد "قصیدۂ ذوقافیتین" پیش کرتے ہوئے عربی قصائد کے عنوان کو ختم کریں گے۔

سب سے پہلے ہم اس امت محمدیہؐ کی سب سے بہتر ذات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مدحیہ شعر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں

أجدک ما لعینک لاتنام
کأن جفونها فیها کلام

(ہائے تیری قسمت تیری آنکھ کو (حضور اکرمؐ کی یاد میں) نیند کیوں نہیں آتی گویا اس کی پلکوں میں زخم بھرے ہیں)۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

مازلت مذوضعوا فراش محمد
لکیما یمرض خائفا أتوجع

(جب سے لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر علالت پر لٹایا کہ آپ کی تیمار داری کی جائے، میں اسی وقت سے خوف زدہ اور دلگیر تھا)۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شعر ہے :

فیاعینی ابکی ولاتسأمی
وحق البکاء علی السید

(اے میری آنکھ رو، اور رونے سے نہ اکتا، آقا پر رونا روا ہے)۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا شعر ملاحظہ ہو :

أ لاطرق الناعی بلیل فراعنی
وآرقنی لما استقر منادیا

(موت کی خبر دینے والے نے رات مجھے چونکا دیا تو میں گھبرا گیا، اور صبح کی اذان تک میری نیند اچاٹ رہی)۔

حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو غم میں ڈوبے ہوئے شعر ملاحظہ ہوں :

ماذا علی من شم تربۃ أحمد
أن لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبّت علیّ مصائب لو أنھا
صبّت علی الأیام صرن لیالیا

(۱) جس نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قبر کی مٹی سونگھی ہے اگر وہ عمر بھر کوئی عطر نہ سونگھے تو اس کا کیا نقصان ہوگا؟ (یعنی عمر بھر اس کو کسی عطر کے سونگھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی)۔

(۲) مجھ پر وہ مصائب ٹوٹے ہیں کہ اگر دن پر یہ مصائب ڈالے جاتے تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے)۔

حضور اکرمؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلبؓ کے اشعار یہ ہیں :

ألا یارسول اللہ کنت رجاءنا
وکنت بنا برا ولم تک جافیا

وكنت بنا رؤفا رحيما نبينا
لبيک عليک اليوم من كان باكيا

فدى لرسول الله أمى وخالتى
وعمى ونفسى قصرة ثم خاليا

عليک من الله السلام تحية
وأدخلت جنات من العدن راضيا

اب ان کا ترجمہ پیش ہے :

(۱) یارسول اللہ ! آپ ہی سے ہماری امیدیں وابستہ تھیں، ہم پر آپ مہربان تھے، آپ سخت گیر نہ تھے۔

(۲) آپ ہم پر شفقت فرمانے والے تھے، رحم فرمانے والے تھے، آپ ہمارے نبی تھے جس کو رونا ہو وہ آپ پر روئے۔

(۳) رسول اللہ پر میرے ماں باپ، ماموں خالہ اور خود میری جان فدا ہو۔

(۴) آپ پر اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہو اور آپ خوشی و خرمی کے ساتھ باغ عدن میں داخل ہوں۔

یاد رہے خلفاء راشدینؓ، خاتون جنتؓ اور حضرت صفیہؓ کے اشعار میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں رنج و غم کا اظہار ہے، جو مدحیہ کلام نہیں بلکہ مرثیہ ہے، ان منتخب مراثی کے علاوہ جو کچھ حضورؐ پر تعریفی کلمات کہے گئے ہیں ان کو ادباء عرب اور اصحاب سیرت نے نعتیہ کلام میں شمار کیا ہے۔

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی مدح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا تھا جس کے چند اشعار یہ ہیں :

أصبنا بالنبی وقد رزانا

مصیبتنا فمحملها ثقیل

(نبی کریمؐ کی جدائی کا غم آن پڑا ہے، اس مصیبت نے ہمیں گھیرا ہے جو ناقابل برداشت ہے)

فلم نر مثله فی الناس حیا

ولیس له من الموتیٰ عدیل

(ہم نے کسی زندہ ذات کو ان جیسا نہیں پایا، اور نہ ہی وفات پانے والوں میں ان کا کوئی ہمسر ہے)۔

صلاة الله من رب رحیم

علیه لا تحول ولاتزول

(اللہ جو رب و رحیم ہے، اس کی لاکھوں رحمتیں رسول اللہؐ پر نازل ہوں اور مسلسل لگاتار تاقیامت [یہ رحمتیں آپؐ پر] نازل ہوتی رہیں)۔

"اسدالغابة" کی روایت کے مطابق حضرت ابوسفیان بن الحارث نے اسلام لانے کے بعد چند شعر کہے تھے، ان میں سے دو مدحیہ شعر ملاحظہ ہوں

هدانی هاد غیر نفسی ودلنی

علی الله من طردته کل مطرد

أصد وأنأی جاهدا عن محمد

وأدعی وان لم أنتسب من محمد

(۱) ہدایت دینے والے صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت دے دی، وہ ہادی جو میرے نفس کے علاوہ ہیں، انھوں نے مجھے اللہ کا راستہ دکھادیا، وہ راستہ جس سے میں ہر طرح گریز کر رہا تھا۔

(۲) اب میں پوری کاوش سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتا ہوں، اگرچہ اپنی نسبت محمدؐ سے نہیں کرتا ہوں، مگر انھیں کے گروہ میں مجھے پکارا جاتا ہے۔

ایک معمر خاتون کی نعت

المواہب اللدنیہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ حضرت عمرؓ حسب معمول ایک رات مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت لگا رہے تھے تو ان کو ایک جھونپڑے میں روشنی نظر آئی، قریب گئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت روئی دھنک رہی ہے اور یہ گاتی جاتی ہے :

على محمد صلاة الأبرار
صلى عليه الطيبون الأخيار
قدكنت قواما أبكى بالأسحار
ياليت شعرى والمنايا أطوار
هل تجمعنى وحبيبى الدار

(۱) محمدؐ پر پاکیزہ نفوس کا درود ہو، پسندیدہ منتخب حضرات کا ان پر سلام ہو۔
(۲) میں راتوں کو جاگتی، سحر تک آنسو بہاتی رہوں، اے کاش، مجھے پتہ ہوتا! موت کی بھی شکلیں ہیں۔
(۳) کہ کیا میں اور میرے حبیب دار آخرت میں یکجا ہوں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھ کر رونے لگے، پھر اٹھے اور اس ضعیفہ کو سلام کیا اور کہا : پھر اپنا کلام سنائیے، اس ضعیفہ نے درد بھری آواز میں پھر انھیں دہرایا۔ حضرت فاروق اعظمؓ پر پھر گریہ طاری ہوا، جب ذرا طبیعت سنبھلی تو فرمایا کہ عمر کو بھی ذرا اپنی دعا میں یاد رکھئے گا، تو اس خاتون نے برجستہ ایک مصرع کا اضافہ کیا۔

وعمر فاغفر له یا غفار

"اور عمر کو اے غفار بخش دے"۔

عربی نعت "طلع البدر علینا"

ہجرت مدینہ کے موقع پر مدینہ منورہ کی لڑکیاں جو مشہور اشعار گا رہی تھیں وہ یہ تین شعر ہیں، اس حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیہقی نے روایت کیا ہے، صاحب البدایۃ والنہایۃ نے ان اشعار کا ذکر غزوۂ تبوک سے حضور انورؐ کی واپسی پر کیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں وقت یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ وہ مدحیہ اشعار یہ ہیں :

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا
ما دعا للہ داع

أیھا المبعوث فینا
جئت بالأمر المطاع

(۱) پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کئے جاتے ہیں، آج چودھویں کا چاند نکل آیا ہے۔

(۲) جب تک دنیا میں اللہ کا نام لیوا رہے گا، ہم پر شکر ادا کرنا واجب رہے گا۔

(۳) اے وہ ذات پاک جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے، آپؐ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔

اور جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو بنی نجار کی بچیاں دف بجا کر یہ شعر گا رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار

یاحبذا محمد من جار

"ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، اے خوشا بخت کہ محمدؐ آج ہمارے پڑوسی ہیں"۔

نثر میں "مدح" و نعت پر ایک ضروری تبصرہ

نعت کا عنوان اردو میں تو صرف ان اشعار کے لئے مخصوص ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے جاتے ہیں۔ عربی میں اس مقصد کے لیے "مدح" کا لفظ مستعمل ہے، اور نظم و نثر دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ نعت و مدح وہ تاثر ہے جو ممدوح کو ایک نظر دیکھتے ہی کسی صاحب نظر کے قلب پر منعکس ہوا کرتا ہے۔ مثلاً عبداللہ بن سلام (جو پہلے یہودی تھے) اسلام کی جستجو میں پھرتے پھراتے، بارگاہ اقدسؐ میں جب پہنچے تو چہرۂ انور کو دیکھتے ہی کہا کہ

"**ھذا لیس وجہ کاذب**" (یہ چہرہ [انورؐ] کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا) اور فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔

صحابہ کرامؓ کو حضورؐ سے جو والہانہ محبت تھی جسے ہم صرف "عشق" ہی کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں، اس کی ایک جھلک عروہ بن مسعود الثقفی کے اس بیان سے ظاہر ہے جس کی حیثیت ایک محققانہ رپورٹ کی تھی، عروہ نے جب صحابہ کرام کا یہ واقعۂ محبت و عشق دیکھا تو اس وقت ان کی حیثیت قریش کے سفیر کی تھی، وہ ایک نہایت ہی دانشمند آدمی تھے، اور ان کو ایک اہم صلح، صلح حدیبیہ کے اہم امور کو (قریش کی طرف سے) طے کرنا تھا، وہ سرور عالمؐ کی بارگاہ میں پہنچے، اور اس صلح کے جملہ امور قریش کی طرف سے طے کئے، اور طے کرتے وقت مسلمانوں کی حالت کو غور سے دیکھا، اور مکہ واپس آکر یہ بیان دیا۔ اس بیان کے ہر جملہ پر غور کیجئے کہ "یہ صحابہ کرام کی طرف سے نعت و مدح" کا بہترین نمونہ ہے۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو وضو کے بچے ہوئے پانی پر صحابہؓ یوں گرے پڑتے ہیں کہ گویا اب لڑ پڑیں گے۔ حضور اکرمؐ کے دہن پاک سے جو شئے نکلتی ہے اس کو زمین پر گرنے نہیں دیتے، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے، جسے وہ سر پر مل لیتے ہیں، حضور اکرمؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں، تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور اکرمؐ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

عروہ نے مزید کہا جس کے ایک ایک لفظ میں "نعت و مدح" کی شیرینی ہے۔

"لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے، اور قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے اور نجاشی کا دربار بھی دیکھا ہے، مگر اصحاب محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تعظیم محمدؐ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو خود اس کے دربار اور ملک میں بھی حاصل نہیں ہے"۔

اب آیئے خود صحابہ رضی اللہ عنھم کا بیان ان کی زبان مبارک سے سنیں۔

"حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مجھے کوئی پیارا نہ تھا، مگر میرے دل میں حضور اکرمؐ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضورؐ کو دیکھ نہیں سکتا تھا"۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری محبت کیسی تھی؟ فرمایا: بخدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال، اولاد، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب تھے، اور اس سے زیادہ ان کی طلب ہمارے دلوں میں تھی، جتنی ایک پیاسے کو ٹھنڈے پانی کی طلب ہوتی ہے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے صحابہؓ نے جب حضورؐ کے اخلاق حمیدہ دریافت فرمائے تو، فرمایا! "کیا تم قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتے؟" **"کان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآنؐ"** (یعنی قرآن مجید سارا کا سارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ ہیں) **سبحان اللہ!** یہ جملہ حضور

اکرمؐ کی "نعت و مدح" میں ہزاروں دیوانوں پر بھاری ہے۔ غرض ان چند واقعات سے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مدح (نعت) والی نثری تحریر بھی شعر و شاعری سے کچھ کم نہیں بلکہ بعض نثری جملے ہزاروں دیوانوں پر بھاری ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم دل کو لگتی بات بتاتے ہیں کہ "صحابہ کرامؓ نے اپنی دل سوزی اور فنائیت کا اظہار جو عمل سے کیا تھا، بعد کے لوگوں نے اپنے قول سے کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو دجانہؓ کا واقعہ یاد کیجئے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احد کے موقع پر اپنے جسم کے گھیرے میں لئے ہوئے تھے، اور سارے تیر جو دشمنوں کی طرف سے آرہے تھے وہ اپنی پشت پر برداشت کرتے رہے، تاکہ حضور اکرمؐ کو ایک تیر بھی نہ لگنے پائے، کیا اس حقیقت کے سامنے کسی شاعر کے نازک سے نازک خیال اور فدائیت و فنائیت کے باریک سے باریک تر مضمون کی کوئی حیثیت رہ جاتی ہے؟

اسی طرح غزوۂ احد ہی کے موقع کا ایک اہم ترین واقعہ بیان کرتے ہوئے اس (نثری مدح) کے باب کو ہم ختم کرتے ہیں: "غزوۂ احد کے موقع پر قبیلۂ بنی دینار کی ایک خاتون رضی اللہ عنہا (جس کا نام سیرت میں مذکور نہیں ہے) کا حضور اکرمؐ کو تلاش کرتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچ جانا، اور لوگوں سے یکے بعد دیگرے سننا کہ یہ (اس نیک بی بی) کے بیٹے کی لاش ہے، یہ شوہر کی لاش ہے، یہ باپ کی لاش ہے اور یہ بھائی کی لاش ہے" مگر (غور کیجئے) ان کا بار بار یہی پوچھنا کہ بتاؤ حضورؐ کیسے ہیں؟ اور جب ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لاکر کھڑا کیا گیا تو انھوں نے بلا تامل کہا کہ "**کل مصیبة بعدک جلل یارسول اللہ!**" (ہر مصیبت یارسول اللہ! آپؐ کے سلامت رہنے کے بعد معمولی ہے) یہ ایک محبت بھرا جملہ ہے، مگر ہزاروں قصیدے اس پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔

آپ نثری مدحیہ "شہ پاروں" کو شمائل ترمذی میں تلاش کریں کہ صحابہؓ کا

ایک ایک محبت بھرا جملہ، ایک ایک قصیدہ معلوم ہوگا۔ خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ کا سراپا، حضرت علیؓ اور حضرت ہندؓ کے شمائل کے واقعات، اور ام معبد کا سراپا ہجرت کے سفر کے موقع پر خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

. . .

"قصیدۂ بردہ"

علامہ محمد بن سعید "بوصیری" ساتویں صدی ہجری کے ایک مصری شاعر اور طریقۂ شاذلیہ کے صاحب نسبت و اجازت صوفی بزرگ تھے، مصر کے علاقہ بنی سویف میں "ابوصیر" ان کا ددھیال اور دلاص ننھیال تھا، ابوصیری اسی گاؤں کی طرف نسبت ہے جو مخفف ہوکر ابوصیری سے "بوصیری" رہ گیا۔ کچھ لوگوں نے ان کی نسبت "دلاصیری" بھی ذکر کی ہے جو دلاص اور بوصیر کا مرکب ہے۔

نعت نبوی ان کی شاعری کا موضوع تھی "قصیدۂ بردہ" کے علاوہ بھی ان کی متعدد نعتیں ہیں، خاص طور سے ان کا "قصیدہ ہمزیہ" بہت مقبول عام قصیدہ ہے اس کے علاہ قصیدۂ "بانت سعاد" کی زمین میں ایک طویل قصیدہ علامہ نبہانیؒ نے نقل کیا ہے۔ لیکن ان کی شہرت و مقبولیت کا سبب "قصیدۂ بردہ" ہے، جس کے متعلق یہ روایت ہے کہ ان کے جسم کے نصف حصہ پر فالج گر گیا تھا، اس حال میں انھوں نے یہ قصیدہ لکھا تھا، خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور آپؐ نے ان پر اپنی چادر مبارک ڈال دی، اور دست مبارک ان کے رخسار اور سر پر پھیرا، جب بیدار ہوئے تو اپنے فالج شدہ حصۂ جسم میں نشاط محسوس کیا اور فالج کا اثر ختم ہوگیا، نماز فجر کو یہ مرحمت شدہ چادر اوڑھے ہوئے مسجد پہنچے، سارے محلہ و مسجد میں خوشبو پھیل گئی، اور نماز فجر سے فارغ ہوکر جب آنے لگے تو کسی فقیر (مجذوب) سے ملاقات ہوی، اس فقیر بزرگ نے کہا کہ "بوصیری" وہ قصیدہ لاؤ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں کہا ہے، بوصیریؒ نے اس قصیدہ کا حال کسی کو نہیں بتایا تھا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ پر یقین تھا، اس لئے انھوں نے اس بزرگ فقیر سے یہ بات سن کر تعجب کا اظہار نہیں کیا کہ تم کو کیسے

معلوم ہوا، مگر خود اس فقیر نے کہا کہ میں نے رات دیکھا کہ آنحضرتؐ کی "مجلس شریف" میں تم اپنا قصیدہ سنا رہے ہو اور حضورؐ پر وجد کی کیفیت طاری ہے۔ چنانچہ اس قصیدہ کی شہرت اس فقیر بزرگ کے ذریعہ ہوئی۔ اس قصیدہ کا عنوان علامہ بوصیریؒ نے "الکواکب الدریة فی مدح خیر البریة" رکھا تھا، لیکن اپنی مقبولیت کی وجہ سے "قصیدۂ بردہ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بعض لوگوں نے کعب بن زہیر کے "قصیدۂ بردہ" اور اس قصیدہ کے درمیان تمیز کرنے کے لئے بوصیری کے قصیدہ کو "قصیدة منامیة" بھی کہا ہے، کیونکہ "بوصیریؒ" کو عالم رؤیا میں بردہ مرحمت فرمایا گیا تھا، اور شیخ بوصیریؒ جب خواب سے بیدار ہوئے تو انھوں نے سرور عالمؐ کا عطا کیا ہوا "بردۂ مبارکہ" موجود پایا۔ غرض بوصیریؒ کا قصیدہ جس درجہ مقبول ہوا، اس درجہ قصیدۂ "بانت سعاد" کو مقبولیت حاصل نہیں ہوئی، یہ قصیدہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے، اور اس وقت سے اس وقت تک محفلوں اور مجلسوں میں پڑھا اور سنا جاتا ہے۔

اس قصیدہ کے ایک سو بیاسی شعر ہیں، علامہ بوصیری نے اپنی نعت کے لئے مشہور صوفی شاعر ابن الفارض کی زمین پسند کی ہے، جن کے قصیدہ الہیات کا مطلع یہ ہے۔

هل نار ليلى بدت ليلا بذى سلم
أم بارق لاح فى الزوراء والغلم
أرواح نعمان هلا نسمة سحرا
وماء وجرة هلا نهلة بفم

(۱) کیا لیلیٰ کے گھر جلائی جانے والی آگ رات کو ذوسلم میں ظاہر ہوئی یا کوئی بجلی ہے، جو "زوراء" اور "غلم" میں چمکی۔

(۲) "کیا نعمان نامی پھول کی پتیاں نسیم سحر بن کر پھیل گئیں، یا وجرہ کا پانی آب حیات بن کر لبوں تک آگیا"۔

قصیدۂ بردہ کے آغاز میں حسب ذیل اشعار پڑھے جاتے ہیں۔

الحمد لله منشىء الخلق من عدم
ثم الصلاة على المختار فى القدم

مولاى صل وسلم دائما أبدا
على حبيبك خيرالخلق كلهم

اور حضرت بوصیریؒ کی نعت کا مطلع ہے :

أمن تذكر جيران بذى سلم
مزجت دمعا جرى من مقلة بدم

أم هبت الريح من تلقاء كاظمة
وأومض البرق فى الظلماء من أضم

(۱) تیری آنکھوں سے یہ خون آلود آنسو کیوں رواں دواں ہیں، کیا ذی سلم کے پڑوس یاد آرہے ہیں؟

(۲) "یاکاظمه" سے کوئی ہوا چلی ہے، یا تاریکی میں "اضم" کی پہاڑی سے کوئی بجلی چمکتی دیکھ لی ہے؟

امام بوصیریؒ نے اس قصیدہ کی ابتدا قدیم عربی شاعری کے روایتی انداز (تشبیب) سے کی ہے، مگر نعت کے مضمون کی نزاکت اور مقام رسالت کا جمال و جلال ان کے پیش نظر تھا، اس لئے اس مضمون کو طول نہیں دیا، صرف مطلع کے ان دو شعروں میں اس قدیم اسلوب کی پیروی کی ہے، اور وہ بھی اس طرح کہ کسی خیالی محبوب اور اس کے کاکل و عارض کا ذکر نہیں کیا، جیسا کہ زمانہ

جاہلیت کے شعراء کا دستور تھا، یا جیسا کہ آپ "قصیدۂ بانت سعاد" میں دیکھتے ہیں۔ بلکہ سرزمین حجاز کے سمت میں واقع چند مقامات کو یاد کیا، جہاں سے کسی زمانہ میں حج و زیارت کے لئے جانے والے کاروان گزرا کرتے تھے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تشبیب کا لفظی معنی ہے "آنچ تیز کرنا" نہ کہ ایام شباب کا یاد کرنا، قدیم شعراء کا اس باب میں مقصد "آتش شوق" کو تیز کرنا ہوتا تھا، اردو میں کلیم کا یہ شعر اسی کیفیت کا ترجمان ہے :

لگتی ہے اب تو قلقل مینا سے دل پہ ٹھیس
وہ دن گئے کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا

ایک دوسرے شاعر نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے :

محبت میں اک ایسا وقت بھی آتا ہے انساں پر
کہ تاروں کی چمک سے چوٹ لگتی ہے رگ جاں پر

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں :

درد دل سینے میں رہ رہ کے ٹہر جاتا ہے
جو نہ ٹھیرے مجھے وہ درد خدایا دے دے

قصیدہ کے چند اشعار کے بعد حضرت بوصیریؒ تشبیب کے مضمون کو بڑی خوبصورتی سے مادیت سے روحانیت کی طرف منتقل کرتے ہیں، جس کو اصطلاح میں "گریز" یا التفات کہتے ہیں، جہاں تمہیدی مضمون ختم کرنے کے بعد شاعر اپنے اصل مدعا کو بیان کرتا ہے، جیسے اردو میں محسن کاکوروی کے قصیدہ میں ہے :

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

دیکھئے اب جہاں تشبیب ختم ہوتی ہے وہاں گریز کا شعر اس طرح آتا ہے۔

روئے معنی ہے بہانے میں بھی اعلیٰ کی طرف
تاکتا ہے وہ ثریا کی سنہری بوتل

غرض ان تشبیب و گریز کے اشعار کا مقصود بقول علامہ ابوالحسن علی الندوی مدظلہ (دراصل) آنکھوں کو آب جگر سے غسل صحت دینا ہے۔

اور جیسے کہ فارسی کے مشہور شعر "نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم" کہنے سے پہلے مشک و گلاب سے "دہن" کو غسل دینا ہے :

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بےادبی است

اس طرح علامہ بوصیریؒ پہلے شعر سے ۲۸ ویں شعر تک تشبیب کے بعد نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گریز کرتے ہیں، اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح شروع کرتے ہیں :

ظلمت سنة من أحيا الظلام الى
أن اشتكت قدماه الضر من ورم

(میں نے اس ذات گرامیؐ کی راہ ہدایت پر ظلم کیا، جو راتوں میں بیدار رہا کرتے تھے، اس حد تک کہ آپؐ کے پائے مبارک پر ورم آجایا کرتا تھا)۔

علامہ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ جس ذات گرامی کی عبادتوں کا یہ حال ہو، اس کی سنت مبارکہ پر ہم نے ظلم کیا، یعنی اس کی اتباع نہیں کی، تو ہم کسی طرح اپنے آپ کو جان نثار اور عاشق شمار کریں ؟

وشد من سغب أحشاءه وطوى
تحت الحجارة كشحا مترف الادُم

(اور میں نے اس ذات گرامیؐ کی سنت پر ظلم کیا ہے جنھوں نے) بھوک کی

شدت کو دبانے کے لئے اپنے پیٹ کو باندھا اور اپنی کمر کے اوپری حصہ پر جس کی جلد انتہائی نازک تھی، پتھر رکھا۔

وراودته الجبال الشم من ذهب
عن نفسه فأراها أيّماشمم

(سونے کے سربلند پہاڑوں نے حضور کا دل لبھانا چاہا، مگر حضورؐ نے اپنی بے مثال بلندی کا مظاہرہ فرمایا، یعنی علامہ بوصیری کہتے ہیں کہ ہم نے اس ذات گرامی کی سنت پر ظلم کیا جن کی عبادت بے مثال تھی، اور جو اپنے اختیار کردہ فقر و فاقہ اور افلاس میں زندگی گزارتے تھے، پیٹ پر پتھر باندھ کر رہتے تھے، اگر وہ چاہتے تو دنیا کی ساری دولت ان کے قدموں پر ڈھیر ہو سکتی تھی)۔

وكيف تدعو الى الدنيا ضرورة من
لولاه لم تخرج الدنيا من العدم

"اور کس طرح دنیا کی طرف بلاتی اس ذات گرامیؐ کو ضرورت، جو ذات اگر نہ ہوتی تو دنیا عدم سے وجود کی طرف نہ لائی جاتی" یعنی آپؐ اس دنیا کی خلقت کا باعث ہیں، آپ نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی، یہ شعر اس حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے، "**لولاک لما خلقت الأفلاک**" (اگر تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا)۔ یعنی او پیارے اگر آپ نہ ہوتے تو ہم کائنات کو پیدا نہ کرتے۔

غرض اپنے وجود کے لئے دنیا آپؐ کی طالب تھی، آپؐ سبب و علت ہیں اس کائنات کی تخلیق کا، لہذا دنیا آپؐ کی طالب ہو، یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے، لیکن آپؐ دنیا کے طالب ہوں، یا آپؐ کی ضرورت دنیا کی طرف آپؐ کو مائل کرے یہ کیوں کر ممکن ہے؟

محمد سید الکونین و الثقلین

والفریقین من عرب ومن عجم

"یہ جن کا تذکرہ ہو رہا ہے، وہ ذات گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، جو دونوں جہاں کے سرور، جن وانس کے آقا اور عرب وعجم کے سردار ہیں"۔

نبینا الآمر الناهی فلا أحد

أبر فی قول "لا" منه ولا "نعم"

"وہ ہمارے نبی ہیں، حکم دینے والے، روکنے والے، ہاں یا نہیں کہنے میں آپ سے زیادہ سچا، حق بات کہنے والا کوئی انسان نہیں ہے"۔

هوالحبیب الذی ترجی شفاعته

لکل هول من الأهوال مقتحم

آپ وہ محبوب شخصیت کے مالک ہیں، جس کی شفاعت کی امید ہر حملہ آور مصیبت میں کی جاتی ہے۔

ہمزیۃ البوصیری :

امام بوصیریؒ کے قصیدۂ بردہ نے اتنی شہرت حاصل کی کہ خود ان کے دوسرے نعتیہ قصائد اس کے آگے ماند پڑ گئے، کیونکہ اس قصیدہ کی قبولیت اس بارگاہ میں ہوی تھی، جس کی قبولیت کے بعد کسی اور کی قبولیت کی ضرورت نہیں، یعنی بارگاہ رسالت میں اس قصیدہ کا قبول ہونا، اور چادر مبارک کا عطا ہونا، اور خوش نصیب بوصیریؒ کے رخسار اور سینہ پر سرور عالمؐ کا مس کرنا، یہ وہ جود وعطاو بخشش ہے جو صاحب "بانت سعاد" کے علاوہ کسی قصیدہ گو شاعر کو نصیب نہیں ہوی۔

غرض "قصیدۂ بردہ" کے علاوہ ان کا مکمل نعتیہ دیوان ہے، اور اکثر قصائد اپنی معنوی خوبیوں کے لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان کا ہمزیہ قصیدہ ۴۵۶

شعروں پر مشتمل ہے، جس کا مطلع ہے :

كيف ترجى رقيک الأنبياء
يا سماء ما طا و لتها سماء

(آپؐ کی بلندی کو انبیاء کہاں پہونچ سکتے ہیں، اے وہ آسمان جس کا بلندی میں کوئی آسمان مقابلہ نہیں کر سکتا)۔

اس قصیدے میں سیرت کے تمام اہم واقعات کی طرف اشارے ملتے ہیں، ظہور قدسی، رضاعت، نبوت، معراج، ہجرت، غزوات، فتح مکہ، حج اور اس کے بعد آل و اصحاب، عشرۂ مبشرہ، ہر ایک کا تذکرہ ہے اور آخر میں صلاۃ و سلام پر مشتمل مضامین ہیں۔

اس قصیدہ کے چند منتخب شعر یہ ہیں :

رحمة كله و حزم و عزم
ووقار وعصمة وحياء

لاتحل البأساء منه عرى
الصبر ولا تستخفه السراء

كرمت نفسه فما يخطر السوء
على قلبه ولا الفحشاء

وسع العالمين علما وحلما
فهو بحر لم تعيه الأعباء

(۱) (آپؐ سراپا رحمت ہیں، قوت فیصلہ، قوت ارادہ کے بادشاہ ہیں، وقار، پاک دامنی اور شرم و حیاء کے کامل و مکمل نمونہ ہیں)۔

(۲) (مصیبتیں آپؐ کے صبر کی کسی کڑی کو توڑ نہیں سکتی تھیں، مسرتیں آپ کو آپے سے باہر نہیں کر سکتیں)۔

(۳) "آپ کا نفس وہ نفس بلند تھا کہ جس پر برائی اور بے حیائی کا کھٹکا بھی نہیں ہوتا تھا"۔

(۴) "سارے عالم کو آپؐ نے اپنے علم و بردباری سے سیراب کر دیا، آپ ایک سمندر تھے، جس کو کوئی وزنی سے وزنی شئے زیر نہیں کر سکتی تھی"۔

صوفی ابن الفارضؒ کی نعت

حضرت عمر بن الفارض متوفی ۶۳۶ھ مشہور صوفی شاعر ہیں، ان کے اشعار خالص تصوف کے دقیق معانی پر مشتمل ہیں، ان کا شمار ان صوفیائے کرام میں ہوتا ہے، جو عشق الٰہی میں زندگی بھر مست رہے، اور ایک ہی دھن میں گاتے رہے، یوں تو انھوں نے مدحیہ شعر بہت کہے ہیں تاہم ان کے دو شعر "مدحیہ" کلام میں سب سے عمدہ ہیں، جو نہایت سادہ مفہوم اور سادہ زبان میں ادا کئے گئے ہیں، بالفاظ دیگر ان کے سامنے "باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار" کا اصول پیش نظر تھا۔ وہ دو شعر یہ ہیں :

أرى كل مدح فى النبى مقصرا
وان بالغ المثنى عليه واكثرا

اذا الله أثنى بالذى هو أهله
عليه فما مقدار ما تمدح الورىٰ

(۱) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی بھی مدح کی جائے وہ تشنہ رہے گی، خواہ نعت گو جس قدر بھی مبالغہ سے کام لے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ ہی نے آپؐ کی وہ مدح کی ہے جس کے آپؐ اہل تھے، تو پھر دنیا کے مدحوں کی کیا قیمت رہ جاتی ہے۔

ابن الفارضؒ کا اشارہ قرآن پاک کی ان آیات بینات کی طرف ہے جن میں حق تعالیٰ جل وعلا نے رحمت عالمؐ کی تعریف میں ارشاد فرمایا ہے :

(۱) وما ارسلنٰک الا رحمة للعٰلمین (۲) لقد کان لکم فی رسول الله أسوة حسنة (۳) انک لعلی خلق عظیم (۴) ورفعنالک ذکرک وغیرہ۔

لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف کی محراب پر مکتوبہ اشعار

مواجہہ شریف کی جالیوں کے اوپر جو محراب ہے، اس پر یہ دو شعر کندہ ہیں :

یا خیر من دفنت بالقاع أعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر أنت ساکنه
فیه العفاف و فیه الجود و الکرم

ان دو شعروں کے علاوہ ایک شعر جو وہاں موجود نہیں ہے، وہ یہ ہے :

أنت النبی الذی ترجیٰ شفاعته
عند الصراط اذا ما زلّت القدم

اس مذکورہ شعر کو قاضی عیاض نے "شفا" میں اور "نبہانی" نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

یہ مذکورہ بالا نعتیہ اشعار کس کے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، علامہ نبہانی

نے اپنی مشہور کتاب "سعادۃ الدارین فی الصلاۃ علی سید الکونین" میں حسب ذیل واقعہ نقل کیا ہے :

"ابن بشکوال، محمد بن حرب سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ گیا، روضۂ اقدس پر جس وقت حاضر ہوا وہاں ایک اعرابی (بدو) کو آتا ہوا دیکھا، اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی، اور حجرۂ شریفہ کے سامنے جاکر کھڑا ہوا، اور بہت دلنشین اور پر درد انداز میں "صلاۃ و سلام" پڑھا اور کہا" میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ، اللہ نے آپؐ کو وحی سے نوازا، آپؐ پر اپنی کتاب نازل کی، اور اس کتاب میں یہ ارشاد فرمایا۔

ولوأنهم اذظلموا أنفسهم جاءوک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ○ (اور اگر ان لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا وہ تمہارے پاس آتے، اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے معافی کی درخواست کرتا، تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے)۔

اس آیت کریمہ کی تلاوت کے بعد، اس اعرابی نے کہا" یارسول اللہ! میں اپنے گناہوں کا معترف ہو کر آیا ہوں اور آپ کے توسل سے استغفار کرتا ہوں، آپ بھی از راہ کرم اللہ تعالیٰ سے میری مغفرت کی دعا فرما دیجئے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے، اس کے بعد اس نے قبر شریف کی طرف مڑ کر مذکورہ بالا تین نعتیہ اشعار پڑھے۔ ان شعروں کا مطلب یہ ہے۔

(۱) اے وہ بہترین ذات، جن کا جسم مبارک اس میدان میں دفن کیا گیا ہے، جس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے عطر بیز ہو گئے ہیں۔

(۲) میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپؐ مقیم ہیں، اس جا" پاک دامنی" سخاوت اور "جود و سخا" مقیم ہے۔

(۳) آپؐ ہی وہ ہیں، جن کی شفاعت کی اس وقت آس رہے گی جب کہ پل صراط پر قدم ڈگمگانے لگیں گے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

حق بحقدار رسید

قاضی عیاضؒ نے "شرح شفا" میں لکھا ہے کہ ایک صاحب دل بزرگ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو بے ساختہ یہ اشعار پڑھنے لگے :

رفع الحجاب لنا فلاح لناظری
قمر تقطع دونه الأوهام

واذا المطی بنا بلغن محمدا
فظهورهن علی الرجال حرام

قربننا من خیر من وطئی الثریٰ
فلها علینا حرمة وذمام

(۱) حجابات دور ہوگئے، نگاہوں کے سامنے وہ ماہتاب آگیا جس سے اوہام کے بادل چھٹ گئے۔

(۲) جب سواری ہمیں لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر تک پہنچادے تو ان سواریوں کی پشتیں مردوں کے لئے حرام ہیں، "یعنی ان کو سواری پر احتراماً نہ بیٹھنا چاہئے"۔

(۳) ان سواریوں نے ہمیں اس ذات سے قریب کر دیا جس سے بہتر ذات نے اس دنیا کی سرزمین پر قدم نہیں رکھا، لہذا اس سرزمین کا ہم پر حق ہے اور احترام ہے

یہ اشعار دراصل "اَبو نواس" کے ہیں، اس نے یہ اشعار عباسی خلیفہ محمد الامین الرشید کی شان میں کہے تھے۔ لیکن ان اشعار کو جس ذات کی مدح میں ہونا چاہیئے تھا، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے، لہذا اس وقت سے یہ نعت کا شعر بن گیا ہے۔

اردو میں غالب نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں یہ شعر کہا تھا :

کس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوح خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائش فردوس بریں

یہ شعر بھی "حق بحقدار رسید" کے بمصداق نعت نبوی میں شمار کیا جانے لگا۔

اسی طرح غالب کا مشہور شعر نواب تجمل حسین خاں کے لئے ہے، جن کو آج کوئی نہیں جانتا لیکن اس کی اصل مستحق ذات صرف ذات نبویؐ ہے، وہ شعر یہ ہے :

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لئے

اسی طرح فارسی کا بہت ہی مشہور شعر کسی معاصر ممدوح کے لئے کہا گیا تھا لیکن اس کا اصل مصداق ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

قصیدۂ ذوقافیتین

آخر میں ہم "قصیدۂ ذوقافیتین" کو نقل کرتے ہوئے عربی مدح و نعت کے باب کو ختم کرتے ہیں۔

ایک بہت ہی مقبول، مشہور و معروف قصیدہ "ذوقافیتین" ہے، جو اپنی مترنم بحر اور سلاست و روانی میں بے مثال ہے، مصر کے مفتی اعظم شیخ حسنین مخلوف

نے اس قصیدہ کی شرح میں ایک کتاب "الخصائص النبویة" کے نام سے لکھی ہے، لیکن اس قصیدہ کے مصنف کا نام انھوں نے بھی نہیں لکھا ہے، صرف "لبعض أهل العلم والمعرفة" (کسی صاحب علم و معروفت بزرگ کا) کہہ کر اشارہ کیا ہے جب میں نے مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ کی کتاب "عربی میں نعتیہ کلام" کا مطالعہ کیا تو اس میں موصوف نے لکھا ہے کہ "میں نے کتب خانہ حرم میں اس قصیدہ کو پایا، مؤلف محمد جاراللہ السمہودی ہے اور کتاب کا نام "المجمعة الكبرىٰ فی القصائد الفخرىٰ" ہے، جو استنبول میں ۱۲۴۰ھ میں طبع ہوی ہے۔ اور اس قصیدہ کا سرنامہ یہ ہے "ذوقافيتين للقاضی محمد الحنفی المعصومی" ہے۔ لیکن ان بزرگ سے متعلق کوئی معلومات نہیں مل سکیں۔ وہ قصیدہ یہ ہے

الصبح بدا من طلعته
والليل دجا من وفرته

فاق الرسلا فضلا وعلا
وهدى السبلا بدلالته

كنزالكرم ، مولى النعم
هادى الأمم بشريعته

أزكى النسب أعلى الحسب
كل العرب فى خدمته

سعت الشجر نطق الحجر
شق القمر باشارته

جبریل أتی لیل الاسرا
والرب دعاہ لحضرتہ

نال الشرفا واللہ عفا
عما سلفا من أمتہ

فوسیلتنا ھو سیدنا
والعز لنا باجابتہ

(۱) ان کے چہرۂ مبارک سے صبح ہویدا ہوئی، گیسوئے پاک سے رات سیہ پوش ہوی

(۲) "آپ تمام انبیاء کرام پر فضل و بلندی کے لحاظ سے سبقت لے گئے، اور لوگوں کو اپنی رہنمائی کے ذریعہ حق کی راہوں پر لگایا"۔

(۳) ذات گرامی ہے، خزانہ شرافت و سیر چشمی کا، مالک و وارث ہے تمام نعمتوں کی، اور آپؐ ساری امتوں کو اپنی شریعت کے ذریعہ ہدایت دینے والے ہیں۔

(۴) پاکیزہ ترنسب والے، اعلیٰ ترین شرف خاندانی رکھنے والے، سارے عرب آپؐ کے دریوزہ گر اور خدمت گزار ہیں۔

(۵) آپؐ کے ایک اشارہ پر درخت دوڑے، پتھر بولے اور چاند دو ٹکڑے ہوا۔

(۶) شب معراج جبریل امینؑ در دولت پر حاضر ہوے، اور رب کریم نے آپؐ کو اپنی حضوری میں طلب کیا۔

(۷) بلندیاں حاصل کیں اور اللہ نے آپؐ کی امت کے سابق گناہ بخش دیئے۔

(۸) ہمارا وسیلہ ہمارے آقا ہیں، ہماری سربلندی آپؐ کی دعوت کو قبول فرمالینے میں ہے۔

"سید العرب والعجم کے حضور میں فارسی شعراء کی نعت"

تمہید : فارسی شاعری کا دامن عربی زبان کے بعد نعت گوئی کے آبدار اور

بیش قیمت موتیوں سے پوری طرح بھرا ہوا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم فارسی شعراء کے کلام کا پوری طرح تفصیل سے جائزہ نہیں لے سکتے، اس کی اہم وجہ امریکہ جیسے مقام پر فارسی کے کلام کے دیوان اور ان کی شرح کا میسر نہ ہونا ہے، تاہم اس موقع پر میں وہ کلام، طالب علمی کے زمانے (خصوصاً دار العلوم ندوۃ العلماء کے طالب علمی کے زمانے) میں جو ذوق پایا تھا، پھر کریما و گلستاں و بوستاں کے مطالعہ کے بعد علامہ اقبال کے فا ں و اردو کلام کو پڑھا تھا اور ان میں بھی جو شعر یاد رہ گئے تھے وہ، اور پھر حضرت العلامہ سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی نایاب کتاب "کاروان مدینہ" (اب یہ کتاب مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے) کا نسخہ میرے پاس (ندوہ) سے حاصل کیا ہوا موجود ہے، اس کی مدد سے شعر عجم کی بزم کو سجا رہا ہوں۔ اور خدا سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو "سید العرب والعجم" کے صدقے پورا فرمادے:

(۱) بلبل شیراز سعدی

سب سے پہلے ہم حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے نعتیہ کلام کو پیش کرتے ہیں، اور ان کا ایک بہت ہی جامع شعر لکھتے ہیں۔ جو بہت ہی سہل ممتنع، سامعہ کے لئے بے حد خوشگوار ہے، دریا میں گویا کوزہ کو بند کر دیا گیا ہو، اور یہ شعر پورے کتب خانوں کا عطر ہے اور وہ یہ ہے:

یتیمے کے ناکردہ قرآں درست
کتب خانہ ہفت ملت بشست

(وہ کہتے ہیں کہ ایک یتیم بچہ (سرور عالمؐ) نے جو لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتا تھا، ہفت اقلیم کے سارے کتب خانوں پر پانی پھیر دیا اور خط نسخ کھینچ دیا)۔

(۲) فریدالدین عطار

اس کے بعد آپ شیخ فریدالدین عطارؒ کے پر درد اور حلاوت آمیز نعتیہ کلام سنیئے :

گرچہ ضائع کردہ ام عمراز گناہ
توبہ کردم عذر من از حق بخواہ

اے شفاعت خواہ بینی تیرہ روز
لطف کن شمع شفاعت برفروز

از گنہ رویم مگر دانی سیاہ
حق ہمنامی من داری نگاہ

فریدالدین عطارؒ کے ان اشعار میں انابت، تواضع وانکساری، خوف و خشیت اور احساس عجز کا پہلو نمایاں ہے، وہ آخر کے شعر میں بڑے درد و اثر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان کے اس مکرم نام کا بھی ایک حق ہے، جس سے ان کو موسوم کیا گیا ہے، اس لئے کہ شرفاء واہل کرم کا دستور ہے کہ ان کے متعلقین میں سے اگر کسی کا نام ان کے نام کے ساتھ موسوم کیا جائے تو وہ آخر دم تک اس کی لاج رکھتے ہیں، اور اس کے ساتھ اچھا سلوک پسند کرتے ہیں۔

ان کا نام ان کے والد نے محمد رکھا تھا، لیکن فریدالدین عطار کے نام سے مشہور ہوے، ۶۲۷ھ میں وفات پائی۔

(۳) امیر خسرو

اب امیر خسرو کی شیریں نوائی ملاحظہ ہو :

دم خلقش کہ جاں دادہ عرب را
فروگشتہ چراغ بولہب را

دوگامے زیں جہاں تا آں جہانش
دو جولاں از مکاں تا لامکانش

(امیر خسرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کردہ محیر العقول انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپؐ نے ابو لہب کے اس چراغ کو ایک پھونک میں بجھا دیا، جو سارے نشیمن کو جلا دینے کے لئے بے چین تھا، اور دو گام میں آپ نے اس جہاں سے اس جہاں اور مکاں سے لامکاں کا سارا فاصلہ طے کر لیا)۔

(۴) مولانا جامیؒ

اب فارسی نعت گویان عالم کے باتوقیر سردار مولانا جامی کی مشہور نعت پیش کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے :

اے کہ عربی نسبت و امی لقب
بندۂ تو ہم عجم و ہم عرب

تیغ عرب زن کہ فصاحت تراست
صید عجم کن کہ ملاحت تراست

چوں زتو خوانند ونویسند ہم
گر تو نخوانی نہ نویسی چہ غم

از سیاہِ راست سفیدیٔ امید
بہ کہ سیاہی نہ بر سپید

مولانا جامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر آپؐ نے کسی سادہ ورق کو سیاہ نہیں کیا، کسی سیاہی میں مزید سیاہی کا اضافہ نہیں فرمایا تو اس میں کیا نقص کی بات ہے، آپ نے تو پوری کائنات کو روشنی عطا کی ہے،

آپؐ کے طفیل میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دئے گئے، اور کتنے سیاہ اعمال نامے دھل گئے اور روشن ہوگئے، آپ کی امت کے اہل قلم اور مصنفین نے دنیا کے کتب خانے بھر دئے، آپؐ کے جمال و کمال اور صورت و سیرت نے عرب و عجم سب ہی کو اپنا اسیر بنایا، آپؐ کی فصاحت و بلاغت نے سب کے دلوں کو تسخیر کیا ہے۔

(۵) قدسی

لیجئے اب قدسی رونق افروز ہو رہے ہیں، قدسی کے کلام کی صدائے بازگشت تصوف کے حلقوں میں آج تک گونج رہی ہے، وہ ترنم، آہنگ اور ان کے اشعار، اوزان و قافیہ کے اعتبار سے بھی ممتاز ہیں، اور عربی الفاظ کی جابجا شمولیت نے ان کی دلآویزی میں اور اضافہ کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ غزل خواں زیادہ تر انھیں کے کلام کے دلدادہ ہیں اور شعراء و صوفیاء نے کثرت سے ان کی نعت کی تضمین کی ہے۔ ان کے جس کلام کو ہم پیش کر رہے ہیں، اس کی توضیح و تشریح کی بھی یہاں ضرورت محسوس نہیں کی گئی، کیونکہ وہ اشعار ایسے ہیں کہ اہل علم کے لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔ لیجئے ان کی مشہور نعت کو سماعت فرمائیں :

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
رحم فرماکہ زحد می گزرد تشنہ لبی

عاصیانیم زما نیکی اعمال مپرس
سوئے ماروئے شفاعت بکن از بے سببی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

(۶) منشی ولایت علی خاں عزیز صفی پوری

عزیز صفی پوری نہایت کہنہ مشق فارسی شاعر ہیں، ان کے نعتیہ کلام میں، خیالات کی نزاکت و بلندی کے ساتھ ترنم و موسیقیت بھی ہے، اور ان کا کلام بحر کی لطافت اور الفاظ کے حسن و موزونیت سے معمور ہے۔ ان کا مشہور نعتیہ قصیدہ ملاحظہ فرمائیں :

کشت بے تیغم بعشوہ ترک نازک پیکرے
خوش بیانے مہربانے، جان جانے، دل برے

یاسمن، رشک سمن، جان چمن یا جان من
آشنائے، دل ربائے، خود نمائے، خود سرے

کفر سوزے، دل فروزے، خوبرو، آہستہ خو
پاک دینے، پاک بینے خوشتر ازہر خوشترے

نازنینے، مہ جبینے، دل کشے، بے دل کشے
جاں گدازے، دل نوازے، گوہرے یا اخترے

سادۂ ، آزادۂ ، مستانۂ جانانۂ
مست چشمے ، دیر خشمے ، طرفہ زیبا منظرے

بے قرارم ، اشک بارم ، سخت زارم اے عزیز
دل بُرد ، جان آورد ، ہر دم بطرز دیگرے

ترک فارسی شعراء کے یہاں حسین یا محبوب کے معنے میں آتا ہے۔

نوٹ : عزیز صفی پوری کے اس کلام میں بھی ہم کسی تشریح و توضیح کی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔

(۷) شیخ غلام قادر گرامی

شیخ غلام قادر گرامی فارسی کے مشہور قادر الکلام شاعر تھے، وہ نظام دکن میر عثمان علی خاں (آخری بادشاہ دکن) کے استاذ تھے۔ ان کے کلام میں بھی قدسی کی طرح عربی الفاظ جابجا ملتے ہیں۔ ان کے نعتیہ شعر ملاحظہ فرمائیں :

ایں چہ شوخیست وایں چہ بےادبی
من و نعت محمد عربی

در یکتائے درج مطلبی
سید ما محمد عربی

نازش کارگاہ ارض وسپہر
حلقہ درگوش اوچہ ذرہ چہ مہر

شعلۂ نور و موسیٰ و سرطور
احمدؐ از فرق تا قدم ہمہ نور

خواجۂ ما حبیب خاص خدائے
گمرہاں را بشرع راہ نمائے

رہ توحید را بسر پویاں
امی حرف امتی گویاں

علم افراز عرصۂ افلاک
جلوہ افراز کرسیِ لولاک

(۸) علامہ اقبال

علامہ اقبال عاشق رسول تھے، ان کے کلام نے نہ صرف ایران و افغانستان اور برعظیم ہندوستان بلکہ سارے عالم اسلام کو حرارت عشق و کیف مستی سے بھر دیا ہے، اقبال نے نعت و مدح میں بھی اپنی نئی روش نکالی، اور ان کے اندر احیاء و انقلاب کا سامان پیدا کیا، فارسی کلام "اسرار خودی" میں انھوں نے سیرت نبوی کا عطر کھینچ لیا ہے اور دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ ان کے نعتیہ کلام کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما زنام مصطفیٰ است

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

در شبستان حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید

ماند شبہا چشم او محروم نوم
تا بہ تخت خسروی خوابید قوم

از کلید دیں در دنیا کشاد
ہمچو او بطن ام گیتی نزاد

مذکورہ بالا اشعار "اسرار خودی" کے چند منتخب اشعار ہیں، جن میں اقبال نے سیرت نبویؐ کا عطر کھینچ لیا ہے، اور سیرت پاک جو کہ دریا ہے، اس کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ اور انھوں نے حرارت عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیف و مستی سے بھر دیا ہے، جس کے ہر شعر سے لمان کی حلاوت محسوس کی جا سکتی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

علامہ اقبال کی مشہور مثنوی "پس چہ باید کرد" ہے، اس کے چند منتخب اشعار ملاحظہ ہوں :

اے تو ما بیچارگاں را ساز و برگ
دارہا ایں قوم را از ترس مرگ

سوختی لات و منات کہنہ را
تازہ کردی کائنات کہنہ را

در جہان ذکر و فکر انس و جاں
تو صلاۃ صبح ، تو بانگ اذاں

لذت سوز و سرور از "لاالہ"
در شب اندیشہ نور از "لاالہ"

نے خداہا ساختیم از گاؤ خر
نے حضور کاہناں افگندہ سر

نے سجود پیش معبودان پیر
نے طواف کوشک سلطان و میر

در عجم گردیدم وہم در عرب
مصطفیٰ نایاب و ارزاں بولہب

ان اشعار میں اقبال نے اپنا نذرانہ عقیدت حضور رسالت مآب میں پیش کرتے ہوئے آپؐ کے وہ ناقابل فراموش احسانات یاد دلائے، جو ان سارے انسانوں کی گردن پر ہیں، جنھوں نے آپؐ کے ذریعہ ایمان و توحید کی دولت اور ہدایت و نجات کا راستہ پایا ہے، اور اپنے سے حقیر سے حقیر و کمزور ہستیوں کے سامنے سربسجود ہونے، اور جوہر انسانیت کی تذلیل کرنے سے باز آئے، غلامی و بندگی کی ہر نوع و شکل سے نجات پائی ہے، وہ چونکہ اصلاً ہندو ہیں، اور ان کے اسلاف کچھ عرصہ پہلے مشرف بہ اسلام ہوے تھے، اس لئے ان کا اس پر شکر کرنا بڑا معنی خیز اور اثر انگیز ہے کہ انھوں نے محمد رسولؐ اللہ ہی کے طفیل گاؤ خر کی پرستش، پروہتوں، دینی پیشواؤں، اور خود ساختہ خداؤں کی بندگی سے نجات پائی۔

اقبال ایک فلسفہ زدہ سید زادہ کو خطاب کرتے ہوے کہتے ہیں :

میں اصل کا خاص سومناتی
آبا میرے لاتی منا تی

تو سید ہاشمی کی اولاد
میری کف خاک برہمن زاد

• • •

نعت

در حضور رسالت مآب

(صلی اللہ علیہ وسلم)

از علامہ اقبال

گرد تو گردد حریم کائنات
از تو خواہم یک نگاہ التفات

اے پناہ من حریم کوئے تو
من بامیدے رمیدم سوئے تو

چوں بصیریؒ از تو میخواہم کشود
تا بہ من باز آید آں روزے کہ بود

مہر تو بر عاصیاں افزوں تراست
در خطا بخشی چو مہر مادر است

با پرستاران شب دارم ستیز
بار روغن در چراغ من بریز

اے وجود تو جہاں را نوبہار
پرتو خود را دریغ از من مدار

تا زغیر اللہ ندارم ہیچ امید
یا مرا شمشیر گرداں یا کلید

حضرت اقبال جب مندرجہ ذیل اشعار پر پہنچتے ہیں تو یہ بتاتے ہوئے کہ میری زندگی کا سرمایہ اور میری دنیا آپؐ ہی کی محبت اور آپؐ ہی کا علم و عرفان ہے، وہ کہتے ہیں کہ آپؐ کے سوا مجھ آوارہ و ناکارہ کا کوئی خریدار اور مجھ آہوئے زار و نزار کا کوئی صیاد نہیں، میں سب سے ناامید ہو کر بڑی امید سے آپؐ کے قدموں میں آیا ہوں، جب ہم ان اشعار پر پہنچتے ہیں تو تڑپ اٹھتے ہیں، اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ لیجئے ان اشعار کو آپ بھی سن لیجئے :

گرو تو گردد حریم کائنات
از تو خواہم یک نگاہ التفات

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی

آہوئے زار و زبون و ناتواں
کس بہ فتراکم نہ بست اندر جہاں

اے پناہ من حریم کوئے تو
من بامیدے رمیدم سوئے تو

غرض علامہ اقبال کا نعتیہ کلام اردو سے زیادہ ساز و سوز والا فارسی میں ہے۔ کیونکہ فارسی زبان اب ہند و پاک میں غریب دا جی سی ہو گئی ہے، اس لئے ان کے کلام سے اکثر مسلم فائدہ اٹھانے سے قاصر ہیں، اور جن ملکوں میں فارسی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے، وہ اس "علم و عرفان" والے کلام سے بہت دور ہیں، کچھ تو اپنے عقائد کی خرابی کی وجہ سے اور کچھ تو دور جدید کی "جاہلیت" میں مبتلا ہونے کی وجہ سے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ عربی کے بعد فارسی میں مدحیہ (نعتیہ) کلام پر سب سے زیادہ کام ہوا ہے۔

اردو شعراء کا سرور کونینؐ کے حضور نذرانہ عقیدت

تمہید : فارسی شاعری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے موثر نعتیں "اردو" ہی میں ملتی ہیں، عشق رسول اور سرزمین حجاز سے گہری وابستگی اور شیفتگی، ہندوستانی اسلامی ملت کے مزاج و عناصر ترکیبی میں شامل ہو گئی، اسی کی بدولت اس نے ایک ہزار برس تک اپنے جوہر کی حفاظت کی، اور اسی کی وجہ سے قوم پرستی یا وطن پرستی کی غالی تحریکیں یا لادینیت کا سیلاب کبھی اس کو خس و خاشاک کی طرح بہا نہیں سکا، نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور حجاز مقدس سے اس نے اپنے تعلق و ارادت کا اس طرح اظہار کیا ہے کہ قوم پرستی کے پرجوش علمبرداروں نے بعض اوقات اس کو اس کا طعنہ دیا کہ اس ملت (اسلامیہ) کا جسم سرزمین ہند میں رہتا ہے، اور اس کا دل و روح سرزمین حجاز میں، اور یہ یہاں پیدا ہونے اور یہیں مرنے کے باوجود ہمیشہ مدینہ کی گلیوں ہی کا خواب دیکھتی رہتی ہے، اور زبان قال یا زبان حال سے ہمیشہ یہی صدا بلند کرتی ہے کہ

خاک یثرب از دو عالم خوشتراست
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبراست

غرض ہندوستانی مسلمانوں کا سرزمین حجاز سے عموماً اور خاک طیبہ سے خصوصاً ایسا گہرا تعلق اور روحانی عشق ہے کہ ان کو وہاں مرنے کی آرزو، اور وہاں کی زمین میں دفن ہونے کی تمنا رہتی ہے، انیسویں صدی عیسوی کے ایک مشہور اردو شاعر کرامت علی شہیدیؒ (متوفی ۱۲۵۶ھ) نے یہاں تک تمنا کی تھی کہ اگر ان کی لاش وہاں کی پاک زمین میں دفن ہونے کے قابل نہیں تو اس کے صحرا کے جانوروں ہی کا لقمہ بن جائے۔ ان کے اس قصیدے کے دو مشہور شعر ہیں۔

مدینہ کی زمیں کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا میں واں کے طعمہ ہوں میں دام اور دد کا

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

("دام" اور "دد" یعنی جانور اور درندہ۔)

کرامت علی شہیدیؒ کی یہ تمنا پوری ہوی، مصنف "گل رعنا" لکھتے ہیں۔ ۱۲۵۵ھ میں شہیدیؒ حج و زیارت کے ارادہ سے گھر سے نکلے، اس سال فریضۂ حج ادا کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے کہ راستہ میں بیمار پڑے، ۴/ صفر ۱۲۵۶ھ کو جس وقت وہ تمام منزلیں طے کرتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچے، جہاں سے روضۂ مطہرہ نظر آتا تھا، ایک حسرت ناک نظر اس پر ڈالی اور طائر روح، قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ **اللھم اغفر لہ۔**

(۱) حضرت امیر مینائی

سب سے پہلے ہم حضرت امیر مینائی کے نعت کے وہ اشعار پیش کرتے ہیں، جن میں واقعہ نگاری، اہل زبان کی فصاحت و بلاغت، محاورات کی لطافت اور ترنم اور بحر کی موزونیت ہے۔ ان کے ہر شعر میں حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھرا ہوا ہے، جس کے پڑھنے سے محفل میں سماں بندھ جاتا ہے۔ نعت ملاحظہ ہو

خلق کے سرور، شافع محشر، صلی اللہ علیہ وسلم
مرسل داور، خاص پیمبر، صلی اللہ علیہ وسلم
نور مجسم، نیر اعظم، سرور عالم، مونس آدم
نوح کے ہمدم، خضر کے رہبر، صلی اللہ علیہ وسلم

دولت دنیا خاک برابر ، ہاتھ کے خالی دل کے تونگر
مالک کشور ، تخت نہ افسر ، صلی اللہ علیہ وسلم

چشمۂ جاری ، خاصۂ باری ، گردسواری ، بادبہاری
آئینہ داری ، فخر سکندر ، صلی اللہ علیہ وسلم

مہر سے مملو ریشہ ریشہ ، نعت امیر اپنا ہے پیشہ
ورد ہمیشہ دن بھر شب بھر ، صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) حضرت محسن کاکوروی

محسن کاکوروی نے اپنی ساری زندگی ذہانت و علمیت اور ادبی صلاحیتیں نعت گوئی کے لئے وقف کر دی تھیں ،یہاں تک مشہور ہے کہ داہنے ہاتھ سے جس وقت وہ نعت لکھتے تھے ، دنیا کی کوئی اور چیز لکھنا پسند نہیں کرتے تھے ۔ہم ان کے وہ اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ، جن میں جبریل امین کے آنے ، اور سرور عالمؐ کو بیدار کرنے ، اور براق پر سوار کر کے معراج میں لے جانے کا نقشہ کھینچا ہے ،آپ بھی اس کلام سے ضرور محظوظ ہوں گے :

آداب سے آپ کو بٹھایا
یا اپنے نصیب کو جگایا

بیدار ہوی جو چشم حق بیں
آہو ہوی شکلِ خوابِ شیریں

دیکھا کہ عجیب ماجرا ہے
گھر برج قمر بنا ہوا ہے

انشائے رموز غیب مخبر
ہونے کا نہیں یہ دن کبھی پھر

سونا کبھی ہو نہ ہو جگانا
لیتا رہے کروٹیں زمانہ

طالع میں نہیں یہ شب کسی کے
اختر سو بار سو کے جاگے

ہوگی نہ یہ پھر زمیں کی توقیر
مٹی ہو ہزار بار اکسیر

انوار کا ہے ورود پیہم
تاروں کی برس رہی ہے شبنم

جبریل ہیں اور براق بھی ہے
قاصد بھی ہے اشتیاق بھی ہے

(۳) مولانا خواجہ الطاف حسین حالی

الطاف حسین حالی، بڑے پر گو شاعر تھے، ان کی شہرت مسدس کے نعتیہ اشعار سے ہے، یہ پیارے اشعار آج بچے بچے کی زبان پر ہیں، ان کی سادگی میں غضب کی تاثیر اور ان کی شاعری میں واقعات اور حقائق کی سچی تصویر ہے، لیجئے ان اشعار کو سنئیے اور جھوم اٹھئیے :

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی ، غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا

مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیرو شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

پڑی کان میں دھات تھی اک نکمی
نہ کچھ قدر تھی اور نہ قیمت تھی جس کی

طبیعت میں جو اس کے جوہر تھے اصلی
ہوے سب تھے مٹی میں مل کر وہ مٹی

یہ تھا ثبت علم قضا و قدر میں
کہ بن جائے گی وہ طلا اک نظر میں

(۴) مولانا ظفر علی خاں

مولانا ظفر علی خاں اردو کے بڑے نعت گو شاعر تھے، ان کے کلام میں الفاظ کا شکوہ اور بندش کی چستی ہے۔ ان کے ابتدائی زمانہ کا کلام مدتوں اسلامی مدارس و محافل میں افتتاح کے موقع پر پڑھا جاتا تھا۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیں :

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ جنس نہیں لمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈھے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سی پاروں میں

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یاران نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

ان کی دوسری نعت کے منتخب اشعار سنیئے اور سر دھنیئے :

اے کہ ترا جمال ہے زینت محفل حیات
دونوں جہاں کی رونقیں ہیں ترے حسن کی زکاۃ

تیری جبیں سے آشکار پرتو ذات کا فروغ
اور ترے کوچہ کا غبار سرمۂ چشم کائنات

بارگہ الست سے بخش دئے گئے تجھے
سب ملکی تصرفات ، سب فلکی تجلیات

تیرے سلام کے لئے گلشن قدس کے طیور
گھوم رہے ہیں ڈال ڈال جھوم رہے ہیں پات پات

کیا ہی وہ انقلاب تھا ڈھل گئے جس میں ایک ساتھ
لزبن و پیرس و دمشق پیکن و دہلی و ہرات

ازسرِنو کیا گیا دودۂ آدم ارجمند
اٹھ گئی قید خون و رنگ مٹ گیا فرق نسل و ذات

پست و بلند کے لئے عام ہیں تیری رحمتیں
عرش سے اور فرش سے تجھ پہ سلام اور صلاۃ

شان خدائے پاک تھی یثربیوں کی سادگی
جس پہ نثار ہوگئے سب عجمی تکلفات

اے کہ رواں رواں مرا تیرے درد میں ہے بسا ہوا
کس کو ترے سوا سنائیں جاکے ہم اپنی مشکلات

سر پہ اندھیری رات ہے گھر گئی ہے بھنور میں ناؤ
موج بلا ہے تاک میں دور ہے ساحل نجات

تھام کے پایہ عرش کا کر بہ ادب یہ التجا
اے کہ ہے مبدء فیوض ایک فقط تری ہی ذات

بندے بھلے ہوں یا برے تو تو ہے اے خدا کریم
قطع ہو کیوں کریم کا سلسلۂ نوازشات

مورد لطف خاص پر کس لئے آج یہ عتاب
ہم سے پھرا ہوا ہے کیوں گوشۂ چشم التفات

(۵) اقبال احمد خاں سہیل

اقبال احمد خاں سہیل کے کلام میں، ظفر علی خاں کے کلام کی برجستگی، فارسی بندش کی چستی اور شکوہ موجود ہے۔ان دونوں کو ایک ہی درسگاہ (علی گڈھ کالج) سے نسبت اور ایک ہی استاد (حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ) سے تلمذ تھا، اور ان دونوں نے حضرت شبلیؒ سے فارسی کے مذاق سلیم کی وراثت پائی تھی۔اقبال سہیل کی مشہور نظم "موج کوثر" کے، چند اشعار سنئیے، اور درود صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا سے لطف اٹھائیے :

احمد مرسل ، فخر دوعالم ، صلی اللہ علیہ وسلم
مظہر اول ، مرسل خاتم ، صلی اللہ علیہ وسلم

جسم مزکی ، روح مصور قلب محلی ، نور مقطر
حسن سراپا ، خیر مجسم ، صلی اللہ علیہ وسلم

کفر کی ظلمت جس نے مٹائی ، دین کی دولت جس نے لٹائی
لہرایا توحید کا پرچم ، صلی اللہ علیہ وسلم

باغ جہاں کا حارس نامی ، جس نے مٹائی رسم غلامی
پھر سے سنوارا گلشن آدم ، صلی اللہ علیہ وسلم

بزم ملل تھی نظم سے خالی ، بکھرے ہوے تھے حق کے لآلی
اس نے کئے سب آکے منظم ، صلی اللہ علیہ وسلم

وہم کی ہر زنجیر کو توڑا ، رشتہ ایک خدا سے جوڑا
شرک کی محفل کردی برہم ، صلی اللہ علیہ وسلم

فرد و جماعت ، امر و اطاعت ، کسب و قناعت ، عفو و شجاعت
حل کئے جو اسرار تھے مبہم ، صلی اللہ علیہ وسلم

ربط و تصادم ، طوع و تحکم ، فقر و تنعم ، عدل و ترحم
سب کے حدود بتائے باہم ، صلی اللہ علیہ وسلم

حفظ مراتب ، پاس اخوت ، سعی و توکل ، رفق و فتوت
" تلک حدوداللہ " میں منضم ، صلی اللہ علیہ وسلم

ارض و سما میں آئینۂ رحمت ، روز جزا میں سایۂ رحمت
اس کے لوائے حمد کا پرچم ، صلی اللہ علیہ وسلم

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے ، گالی دی ، پتھر برسائے
اس پر چھڑکی پیار کی شبنم ، صلی اللہ علیہ وسلم

فقر و غنا دونوں کا سلطاں ، روح و جسد دونوں کا درماں
دین کا اور دنیا کا سنگم ، صلی اللہ علیہ وسلم

(۶) حضرت امجد حیدرآبادی (رباعیوں کے بادشاہ)

لیجئے اب دل تھام کر بیٹھیں کہ حضرت امجد حیدرآبادی کی یاد بہاری آرہی ہے ، حضرت امجد صوفی منش ، صاحب دل بزرگ تھے ، جب میری عمر ۱۵ سال کی تھی تو مجھے حضرت ممدوح سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ انھوں نے مجھے بزرگانہ شفقت سے نوازا ، رمضان کا مہینہ تھا ، حضرت کا اکثر " نمبولی اڈہ " حیدرآباد دکن چیف انجنیر عبدالمجید صاحب کے ہاں آنا ہوتا تھا ، رمضان میں گویا ہر دن افطاری انھیں کے ہاں فرماتے ، نماز عشاء اکثر ان کے گھر ہی پر پڑھتے ، میں اس وقت مسجد مستان شاہ میں محراب سنا رہا تھا ، حضرت کو جب معلوم ہوا کہ ایک " نو عمر " بڑی سریلی آواز سے قرآن

سناتا ہے تو وہ اکثر میرے پیچھے تراویح پڑھتے، اور واپسی پر پیشانی کو بوسہ دیتے اور دعا فرماتے ۔ میں گاہ گاہ ان کی خصوصی محفلوں میں جانے لگا، نعتیہ کلام (امجد ی کا) قوال گاتا، اور خوب گاتا، کئی بار میں نے حضرت امجد کو حالت وجد میں دیکھا، ان کا اکثر کلام قوالی ہی میں سننے کا موقع ملا، علم و معرفت، حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سینکڑوں شعر یاد ہوگئے ۔ ان کی ایک رباعی معرفت الٰہی کی اکثر میں اپنی اردو و انگریزی تقریروں میں سنایا کرتا ہوں، اور ان کی اس رباعی پر ہر وقت ایک نئی کیفیت محسوس کرتا ہوں، آپ بھی اس رباعی کو سن لیجئے ۔

تو مجھ سے قریب تر میں تجھ سے نزدیک
کیا بات ہے ہم دونوں میں کیوں بات نہیں
کچھ اس کا سبب بھی سمجھا امجد
میں تیرے ساتھ ہوں تو میرے ساتھ نہیں

(نوٹ : دراصل بندہ اور آقا میں یہ گفتگو ہو رہی ہے ۔ اللہ تو ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے لیکن ہم نے اس احساس کو بھلا دیا ہے ۔ " **وھو معکم اینما کنتم** " {قرآن})

ایک بار حاضرین مجلس نے حضرت امجد سے اس کلام کی فرمائش کی، جس میں حضرت نے سفر ہجرت کا نقشہ کھینچا ہے کہ سرور عالمؐ اب مکہ ہجرت فرما رہے ہیں ۔ مکہ کا چپہ چپہ آپ کی جدائی سے بیتاب ہوا جاتا ہے، "زمزم" اپنے خون کے آنسو اپنی آنکھوں سے بہاتا ہے، سواد حرم میں ایک سوگواری ہے، صفا و مروہ کا دل پارہ پارہ ہوا جاتا ہے کعبۃ اللہ آپؐ کی جدائی سے سیہ پوش ہو رہا ہے، اور غار حرا پکار اٹھتا ہے کہ "میرے نازوں کے پالے" تو کہاں جا رہا ہے ۔ اس واقعۂ ہجرت کا نقشہ حضرت امجد نے حالت وجد میں سنایا، اب آپ بھی سن لیں :

چلی صحن کعبہ سے باد بہاری
مدینہ کو جاتی ہے گل کی سواری

ہوی رخصت اب رحمت رب باری
ہر اک غم سے کرتا ہے فریاد و زاری

کوئی کہہ رہا ہے ، جگر کو سنبھالے
ادھر دیکھ لینا ادھر جانے والے

ہے دریائے خوں چشم زمزم سے جاری
سواد حرم میں ہے ، اک سوگواری

ہر اک دل میں ہے ، برق سی بےقراری
ہر اک کی صدا ہے کہ سن لے ہماری

نہ جا ہم سے منھ موڑکر جانے والے
یہاں کون ہم بیکسوں کو سنبھالے

صفا مروہ کا دل ہوا پارہ پارہ
وہ بجلی گری پھٹ گیا سنگ خارا

ہوا غم سے کعبہ سیہ پوش سارا
تڑپ کر یہ غار حرا نے پکارا

" کہاں تو چلا میرے نازوں کے پالے "
پھر آ میری آغوش میں جانے والے

(۷) حفیظ جالندھری

آپ نے کبھی شاہنامۂ اسلام پڑھا یا سنا ہے ؟ نہیں تو آج ضرور پڑھئے ، یہ شاہنامۂ اسلام حفیظ جالندھری کا لکھا ہوا ہے ، جو بے حد مقبول خاص و عام ہے ، یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام ہے ، لیجئے آپ بھی پڑھئے :

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی

سلام اے ظل رحمانی سلام اے نور یزدانی
ترا نقش قدم ہے ، زندگی کی لوح پیشانی

سلام اے سر وحدت اے سراج بزم لمانی
زہے یہ عزت افزائی ، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہوگیا پھر فضل ربانی

سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلائے
یہی اعمال پاکیزہ ، یہی اشغال روحانی

تری صورت ، تری سیرت ، ترا نقشہ ترا جلوہ
تبسم ، گفتگو ، بندہ نوازی خندہ پیشانی

اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرّ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہوچکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہوجائے
ترے پرتو سے مل جائے ، ہر اک ذرہ کو تابانی

حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے دامن دولت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی

ترا در ہو ، مرا سر ہو ، مرا دل ہو ، ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے ، مگر تمہید طولانی

سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوے دل جوڑنے والے

(۸) ماہرالقادری

ماہرالقادری بڑے عمدہ صاحب دیوان شاعر تھے ، انھوں نے اپنے نعتیہ کلام میں بڑی خوبی کے ساتھ محسن عالمؐ کے عالمگیر احسانات اور بعثت محمدیؐ کی انقلاب انگیزی کی تصویر کھینچی ہے ، جس میں زور شاعری اور حسن بیان کے ساتھ ساتھ کہیں بھی واقعیت و صداقت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا ۔ آپ بھی ان کا نعتیہ کلام سنیں اور محظوظ ہوں :

کچھ کفر نے فتنے پھیلائے کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی انسان سے انساں ٹکرائے

پامال کیا برباد کیا کمزور کو طاقت والوں نے
جب ظلم و ستم حد سے گزرے تشریف محمدؐ لے آئے

رحمت کی گھٹائیں لہرائیں ، دنیا کی امیدیں بر آئیں
اکرام و عطا کی بارش کی ، اخلاق کے موتی برسائے

تلوار بھی دی ، قرآں بھی دیا ، دنیا بھی عطا کی عقبیٰ بھی
مرنے کو شہادت فرمایا جینے کے طریقے سکھلائے

مکہ کی زمیں اور عرش کہاں ، دم بھر میں کہاں پل بھر میں کہاں
پتھر کو عطا کی گویائی ، اور چاند کے ٹکڑے فرمائے

عورت کو حیا کی چادر دی ، غیرت کا غازہ بھی بخشا
شیشوں میں نزاکت پیدا کی کردار کے جوہر چمکائے

توحید کا دھارا رک نہ سکا ، اسلام کا پرچم جھک نہ سکا
کفار بہت کچھ جھنجھلائے ، شیطاں نے ہزاروں بل کھائے

اے نام محمدؐ صل علی ماہرؔ کے لئے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے

(۹) مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ

مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرت حیدرآباد دکن کے مشائخ کبار میں سے تھے ، وہ ایک عرصہ تک جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں استاذ ادب و اسلامیات رہے ، ان کی نظر اسلامیات پر بڑی ہی گہری تھی ، ایک خلق کثیر نے ان سے استفادہ کیا ۔ غالباً میں سات سال کا تھا ، اسی زمانے میں وہ حیدرآباد میں "شیخ کبیر" کے نام سے موسوم تھے ، یہ عاصی ان کے دیدار سے محروم رہا ۔ ان کی شاعری سرور عالم کی محبت اور عشق میں بھرپور ہے ۔ ان کی ایک مشہور نعت ملاحظہ فرمائیں :

محمدؐ دلوں کی دوا بن کے آئے
محمدؐ سراپا شفا بن کے آئے

محمدؐ رسل کی دعا بن کے آئے
ہمارے لئے مدعا بن کے آئے

جہاں تھا جہالت سے تاریک جس دم
محمدؐ چراغ ھدیٰ بن کے آئے

حقیقت کی صورت نہ تھی دل میں کچھ بھی
پئے خلق ، مشکل کشا بن کے آئے

نکل آئی اپنی شفاعت کی صورت
محمدؐ شفیع الوریٰ بن کے آئے

پڑی خلق کی جان میں جان حسرتؔ
کہ جان جہاں مصطفیٰ بن کے آئے

دیگر منتخب نعتیں

(۱) نعت شریف

(عربی اشعار از شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ۔ تضمین از حافظ ندوی)

یہ کمال خاص ملا کسے
بلغ العلیٰ بکمالہ

یہ جمال حق نے دیا کسے
کشف الدجیٰ بجمالہ

یہ ہوی بھلائی عطا کسے
حسنت جمیع خصالہ

کہ یہ کہہ رہا ہو خدا جسے
صلوا علیہ وآلہ

(۲) نعت شریف

(از امجد حیدرآبادی)

یوں تو کیا کیا نظر نہیں آتا
کوئی تم سا نظر نہیں اتا

دیکھتا ہوں ہر ایک کی صورت
اپنا چہرہ نظر نہیں آتا

اپنی آنکھوں سے تم کو دیکھوں گا
مجھ کو ایسا نظر نہیں آتا

جھولیاں سب کی بھرتی جاتی ہیں
دینے والا نظر نہیں آتا

زیر سایہ ہو اس کے اے امجد
جس کا سایہ نظر نہیں آتا

(۳) نعت شریف

(از امیرؔ مینائی)

یاخدا جسم میں جب تک کہ مری جان رہے
تجھ پہ صدقہ تیرے محبوب پہ قربان رہے

دین و دنیا میں جو پایا وہ وہیں سے پایا
ہم تو جس گھر میں رہے آپ کے مہمان رہے

ماعرفناک سے مقصود یہ تھا حضرتؐ کا
بےخبر اپنی حقیقت سے نہ انسان رہے

ناامیدی سے بچانا میرے دل کو یارب
وصل ممکن نہیں تو وصل کا ارمان رہے

کچھ رہے یا نہ رہے یہ دعا ہے کہ امیرؔ
آخری وقت سلامت مرا ایمان رہے

(۴) نعت شریف

(از زائر حرم حمید لکھنوی)

اک ذرۂ حقیر سے ہرگز سوا نہیں
جس دل میں آرزوئے حبیب خدا نہیں

یوں تو نظر کے سامنے اللہ کیا نہیں
دل جس کو ڈھونڈتا ہے وہ جلوہ نما نہیں

ان پر درود ان پہ سلام ان پہ رحمتیں
لطف و کرم کی جن کے کوئی انتہا نہیں

ذوق نیاز عشق سے محروم ہی رہا
جو سر کہ آستانِ نبی پر جھکا نہیں

میری نظر تو نعتِ لاتقنطوا پہ ہے
محرومیوں کا مجھ کو کسی سے گلہ نہیں

پیش نظر حریم رسالت رہے حمید
کچھ اور حسرتِ دلِ درد آشنا نہیں

(۵) نعت شریف

(حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسراء و معراج کے سفر پر)

از ایاز

لکھا نام عرش بریں پر سجے جس کا، وہ دنیا میں عالی مقام آرہا ہے
صداقت کا پرچم ہے ہاتھوں میں جس کے، مٹانے کو باطل کا نام آرہا ہے
نبی مکرم جو اقصیٰ میں پہنچے، تو قدسی پکارے نصیب اپنے جاگے
پڑھیں گے نماز آج ہم جس کے پیچھے، وہی آج اپنا امام آرہا ہے
انھیں کے ہیں عرش معلیٰ پہ چرچے، وہی تو ہیں محبوب دونوں جہاں کے
نمازوں میں ہے ان کا ذکر مبارک، انھیں کا اذانوں میں نام آرہا ہے
کہا ہنس کے رضواں نے حوروں سے آؤ، یہ منظر عجب ہے ذرا آکے دیکھو
درِ خلد پر ایک میلہ لگا ہے، محمد کا لشکر تمام آرہا ہے
خدا کو پسند آئی ہے جس کی صورت، رہا بن کے وہ عرش اعظم کی زینت
ایاز آج وہ آفتاب رسالت چمکنے کو بالائے بام آرہا ہے

• • •

نعت کا کیا ہی پیارا شعر ہے:

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں، کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

آخر میں عاصی و گہنگار "غوث" بھی اس محفل نعت میں اپنا "سلام" پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، اس محفل میں اس کی شرکت برائے سعادت ہے، جن

بزرگوں کا کلام پیش کیا گیا ہے ان کے کلام سے اس عاصی کے کلام کو کوئی نسبت نہیں تاہم وہ مداحین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت اور اسی بہانے شفاعت نبی کریمؐ کا طلبگار ہے کہ روز محشر، شافع محشر رحمۃ للعٰلمین کی اس پر، اس کے اہل و عیال اور آباء واجداد پر نظر عنایت ہو جائے، اور جنت کا پروانہ مل جائے۔ اب ہم اپنے سلام سے اس مبارک محفل کا اور اپنے مضمون "نعتیہ کلام بحضور سرور خیر الانام" کا اختتام کرتے ہیں۔ لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہوئے ان اوراق کو بند کیجئے، پھر ہمیشہ درود و سلام پڑھتے ہوئے اللہ و رسول کا قرب حاصل کیجئے۔

سرِّ وحدت کے رازدار سلام
رازِ کثرت کے افتخار سلام

"السلام" اے جمالِ ہر دو جہاں
تاجداروں کے تاجدار سلام

جس نے تاریک دل کئے روشن
ایسی رحمت پہ صد ہزار سلام

ایسے آقا پہ ایسے مولیٰ پہ
مثلِ ذرات[1] بے شمار سلام

لطف تو جب سلام کا ہے غوثؔ
جان کے ساتھ ہو نثار سلام

صبا یہ جاکے تو کہیو مرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واُصحابہ واُزواجہ واٰھل بیتہ أجمعین۔ آمین"

---

(۱) سلام میں کثرت بتانے کے لیئے "عدد ذرات الوجود" بھی کہا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب

جامع : محمد غوث ندوی

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دار العلوم الاسلامیہ بامریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔أمابعد

اب مختصراً کچھ منتخب مدح و نعتیہ اشعار عرض ہیں، ان میں سے اکثر اشعار تفصیلی طور پر پہلے ذکر کئے جاچکے ہیں۔

پہلے ان آیات پر غور کریں :

(۱) **الحمدللہ رب العٰلمین ۔**

(۲) **وماارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین ۔**

(۳) **ان موالاذکر للعٰلمین ۔**

(۴) **وانک لعلیٰ خلق عظیم ۔**

(۵) **ورفعنالک ذکرک ۔**

(یہ مدح و نعت سب کے سب رفع ذکر مبارک ہے)۔

(حدیث قدسی ہے) "**لولاک لما خلقت الأفلاک**" (اے پیارے اگر تم نہ ہوتے تو ہم اس کائنات کو پیدا نہ کرتے)۔

اس سلسلہ کا ایک شعر ہے :

گر ارض و سما کی محفل میں **لولاک لما** کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

(مولانا ظفر علی خاں)

(۱) سب سے پہلے نعتیہ شعر آپ کے چچا ابو طالب نے کہا ہے اور وہ یہ ہے :

وأبیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامیٰ عصمۃ للأرامل

(وہ گورے مکھڑے والا، جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابر رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں، وہ یتیموں کا سہارا، بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست ہے)۔

یَسْتَسقی الغمام (معروف بھی پڑھا جاسکتا ہے) تو اس وقت اس کے معنے یہ ہوں گے : "خود بادل آپ کے چہرۂ انور کے صدقے برسنے کی اجازت چاہتا ہے"۔
(از غوث)

(۲) بنی زھار کی ایک نیک خاتون کے دو شعر ملاحظہ ہوں :

وأجمل منک لم تر قط عینی
و أحسن منک لم تلد النساء

حسنت ظرفا و شرفت قدرا
کأنک قد خلقت کما تشاء

(آپ سے زیادہ دلربا شخصیت پر میری نگاہ کبھی نہیں پڑی، آپ سے زیادہ حسین وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا۔(۲) حسین نگاہ، بلند مرتبہ، گویا آپ جیسے چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کئے گئے)۔

(نوٹ : ایک خاتون نے کہا کہ یارسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں عقیدت کے جذبات کو شعر کی صورت میں عرض کروں۔ حضورؐ نے اجازت مرحمت فرمائی اجازت پاکر مذکورہ بالا نعتیہ شعر پڑھے۔ دیوان حسانؓ بن ثابت میں بھی یہ اشعار ہیں جس میں تیسرا مصرع یوں ہے "خلقت مبرأ من کل عیب")

(۳) قصیدۂ بردہ بانت سعاد از کعب بن أبی زھیر کا مقبول و معروف نعتیہ شعر یہ ہے :

ان الرسول لنور یستضاء به
وصارم من سیوف الهند مسلول

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ ایک نور ہیں جن سے اجالا ہے، اور وہ ایک تیز بے نیام (چمکدار) ہندی تلوار ہیں)۔

نوٹ : اس شعر کو حضور عالمؐ نے پسند فرمایا اور اپنا پیراہن مبارک شاعر کو عطا کیا، اس طرح آپ نے شاعر اور شعر دونوں کو عمر جاوید عطا فرمائی)۔

(۴) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کیا ہی عمدہ شعر ہے : (وہ حضورؐ کے درباری شاعر تھے)۔

فان أبی و والدہ و عرضی

لعرض محمد منکم وقاء

(یعنی میرا باپ میرے باپ کا باپ (دادا) اور میری عزت و آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے (اے قریش مکہ) تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے)۔

(نوٹ : یہ ابو سفیان کی اس ہجو کا جواب ہے جو انھوں نے کفر کی حالت میں کہی تھی)۔

حضرت حسان کا دوسرا پیارا شعر سنئے : جو "ورفعناک لک ذکرک" کا خلاصہ ہے۔

وضم الاٰلٰہ اسم النبی الی اسمہ

اذا قال فی الخمس المؤذن أشھد

(اللہ نے اپنے نبی کا نام اپنے گرامی نام سے مربوط کر دیا ہے، جب کہ مؤذن پانچوں وقت اذان میں اشھدأن لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ أشھدأن محمدا رسول اللہ کہتا ہے)۔

(نوٹ : حضرت جبریل سے جب سرور عالمؐ نے "ورفعنا لک ذکرک" کا راز پوچھا تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا "اذاذکرتُ ذکرتَ معی" یعنی اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ جب میرا ذکر ہوگا تو میرے محبوب کا بھی میرے ساتھ ذکر ہوگا)۔(یعنی اذان میں، نماز میں، خطبہ میں، تلاوت قرآن میں، قبر میں، حشر میں، جنت میں)۔

حضرت حسانؓ کی مدح کا ایک اور شعر سنتے چلیں، جو کہ حضور اکرمؐ کے غمِ فراق میں کہا گیا ہے :

فبورکت یاقبرالرسول وبورکت

بلاد ثوی فیها الرشید المسدد

(اے پاک قبر رسول تجھ پر برکتیں شب و روز نازل ہوں، اور وہ حصۂ زمین بابرکت رہے، جس میں ستودہ صفات، توفیق بخش اور توفیق یافتہ کا جسم اطہر رکھا گیا ہے۔یعنی روضۂ مبارک)۔

(۵) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی نعت کا کیا ہی پیارا شعر ہے (یہ بھی حضور کے درباری شاعر تھے)۔

لولم تکن فیه آیات مبینة

کانت بدیهته تنبیک بالخبر

(اگر ذات گرامی میں دوسری روشن دلیلیں نہ بھی ہوتیں، تو خود آپ کا چہرۂ انور تم کو حقیقت بتادیتا کہ آپؐ میں کیا کیا خوبیاں ہیں)۔

کیونکہ :

صورت تری جامع کمالات بناکر

دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

(۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا محبت بھرا نعتیہ شعر سنئے :

لی شمس وللناس شمس

ولکن شمسی تطلع بعد العشاء

(میرا ایک آفتاب ہے، اور لوگوں کا بھی ایک آفتاب ہے۔ لیکن میرا آفتاب عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے)

(نوٹ : لوگوں کا آفتاب تو وہی آفتاب ہے جو ہم دن میں دیکھتے ہیں، لیکن عشاء کے بعد والا آفتاب، آفتاب رسالت ہے جو حضرت بی بی عائشہ کے گھر عشاء کے بعد رونق افروز ہوتا تھا) ۔سبحان اللہ کیا ہی پیاری تلمیح ہے۔

ایک بار صحابہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ ام المؤمنینؓ ! حضور اکرمؐ کے اخلاق بیان فرمائیں تو اس پر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا، کیا تم قرآن نہیں پڑھتے کہ "سارا کا سارا قرآن آپ کے اخلاق ہیں۔ "کان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن"۔

(نوٹ : نثر میں اس سے عمدہ تعبیر ممکن نہیں)۔

ایک صحابیہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کے خدوخال کیسے تھے، تو صحابیہؓ نے برجستہ کہا کہ کیا تو نے کبھی چودھویں کا چاند نہیں دیکھا ہے ؟

(۷) حضرت سیدۃ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا کے دو غم میں ڈوبے ہوئے اشعار ملاحظہ ہوں :

ماذا علی من شم تربة أحمد
أن لایشم مدی الزمان غوالیا

صبّت علیّ مصائب لو أنّها
صبّت علی الأیام صرن لیالیا

(۱) (جس نے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کی مٹی سونگھی ہے، اگر وہ عمر بھر کوئی عطر نہ سونگھے تو اس کا کیا نقصان ہوگا ؟ یعنی عمر بھر اس کو کسی عطر کے سونگھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے)۔

(۲) (مجھ پر وہ مصائب پڑے ہیں کہ اگر دن پر یہ مصائب ڈالے جاتے تو وہ "رات" میں تبدیل ہو جاتے)۔

(نوٹ : حضرت خاتون جنت حضورؐ کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں، لیکن کسی نے آپ کو اس پوری مدت میں مسکراتے نہ دیکھا)۔

(۸) علامہ بوصیریؒ کا ایک شعر آپ بھی سنیں :

محمد سیدالکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم

(یہ جن کا تذکرۂ مبارک ہو رہا ہے، وہ ذات اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، جو دونوں جہاں کے سرور، جن وانس کے آقا اور عرب وعجم کے سردار ہیں)

اب شعراء عجم کا نعتیہ کلام سنتے چلیں :

(۹) حضرت جامیؒ کا یہ نعتیہ شعر سارے فارسی کلام کا خلاصہ ہے :

لایمکن الثناء کماکان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر !

(۱۰) حضرت سعدیؒ علیہ الرحمہ کا شعر ملاحظہ ہو :

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(نوٹ : اس شعر میں سرور عالمؐ کی سیرت کو سارے انبیاءؑ کی سیرت کا نچوڑ بتایا گیا ہے)۔

یہ فارسی شعر نہایت ہی پاکیزہ ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

(یعنی ہزار بار مشک و گلاب سے اپنے دہن کو ہم کیوں نہ دھولیں، اس کے بعد بھی اگر ہم نام نامی اسم گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کو زبان سے بولیں تو وہ بھی بے ادبی ہے)۔

عزیز صفی پوری کا کیا ہی پیارا شعر ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے کہتے ہیں :

نازنینے ، مہ جبینے ، دل کشے ، بے دل کشے
جاں گدازے ، دل نوازے ، گوہرے یا اخترے

(۱۲) مولانا الطاف حسین حالی کی مسدس کے کچھ نعتیہ اشعار بھی سن لیجئے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی ، غلاموں کا مولیٰ

(۱۳) مولانا ظفر علی خاں کے ایک مشہور قصیدہ کا پہلا شعر ہے، جو پورے دیوان پر

بھاری ہے، آپ بھی سن لیں :

اے کہ ترا جمال ہے زینت محفل حیات
دونوں جہاں کی رونقیں ہیں ترے حسن کی زکات

(۱۴) اقبال احمد سہیل کی مشہور نظم "موج کوثر" کا ایک عمدہ شعر پیش خدمت ہے :

ارض و سما میں آئینہ رحمت ، روز جزا میں سایۂ رحمت
اس کے لوائے حمد کا پرچم ، صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۵) حفیظ جالندھری کے مشہور سلام کے دو پیارے شعر سنیئے :

تری صورت ، تری سیرت ، ترا نقشہ ، ترا جلوہ
تبسم ، گفتگو ، بندہ نوازی ، خندہ پیشانی

ترا در ہو ، مرا سر ہو ، مرا دل ہو ، ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے ، مگر تمہید طولانی

(کیا ہی بلند آرزو ہے سبحان اللہ)

(۱۶) ماہر القادری کے نعتیہ کلام کے چند عمدہ شعر ملاحظہ ہوں :

مکہ کی زمیں اور عرش کہاں ، دم بھر میں کہاں پل بھر میں کہاں
پتھر کو عطا کی گویائی اور چاند کے ٹکڑے فرمائے

عورت کو حیا کی چادر دی ، غیرت کا غازہ بھی بخشا
شیشوں میں نزاکت پیدا کی ، کردار کے جوہر چمکائے

(نوٹ : ان اشعار میں حضرتؐ کے معراج کے سفر کی رفتار، پتھر اور درخت کی شہادت دینے، اور چاند کے ٹکڑے فرمانے اور طبقۂ نسواں کو غیرت، حیا اور کردار

والی نعمتوں سے سرفراز فرمانے کا ذکر ہے)۔

(۱۷) اور خاکسار محمد غوث ندوی کا شعر بھی سنتے چلئے :

نکل آئی اپنی شفاعت کی صورت
محمد شفیع الوریٰ بن کے آئے

ایک اور شعر سن لیں :

لطف تو جب سلام کا ہے غوث
جان کے ساتھ ہو نثار سلام

(۱۸) رخ مصطفیٰ پر عمدہ شعر ملاحظہ ہو :

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں ، نہ دوکان آئینہ ساز میں

(یعنی اللہ کے پاس اس سے بہتر حسن و جمال والی صورت نہیں ہے)۔

(۱۹) ایک دوسرے شعر میں اس جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عکس کو دیکھئے :

صورت تری جامع کمالات بنا کر
دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

(۲۰) ایک تیسرے شعر میں جمال احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے :

دونوں جہان آئینہ دکھلا کے رہ گئے
لانا پڑا تمہیں کو تمہاری مثال میں

(یعنی کائنات میں آپ جیسا کوئی نظر نہیں آیا تو آپؐ کو ہی مثال میں پیش کرنا پڑا)۔

(۲۱) چہرۂ انورؐ اور بدر کامل پر کیا ہی عمدہ شعر ہے :

فروغ مہر بھی دیکھا نمود گلشن بھی
تمہارے سامنے کس کا چراغ جلتا ہے

(حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت جابرؓ کی وہ روایت یاد کیجئے کہ وہ آپ کے چہرۂ انورؐ اور بدر کامل کو دیکھ رہے تھے، آخر فیصلہ کرنا پڑا کہ جمال جہاں آرا، بدر کامل سے زیادہ روشن ہے)۔

(۲۲) غالبؔ کا شعر عرض ہے :

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

(غالب نے نہ معلوم یہ مذکورہ شعر کس کے لیئے کہا تھا، لیکن حق بحقدار رسید کے مطابق یہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے لیئے صادق آتا ہے کہ جب رحمت عالمؐ مکہ سے مدینہ پہنچے تو آپ کے گھر مہمان ہوئے، تو وہ بزبان حال کہتے تھے "کائنات کا عطر" سرور عالمؐ کو دیکھو اور اس غریب و بے نوا کے گھر کو دیکھو)۔

وحی الٰہی :

جب اپنی پوری جوانی پہ آچکی دنیا
جہاں کے واسطے اک آخری نظام آیا

(آخری نظام قرآن پاک ہے۔ ارشاد خداوندی ہے ان ھوالا ذکر للعالمین)۔

(۲۴) اُمی : پر مولانا ظفرؔ علی خاں کا کیا ہی پیارا شعر ہے :

اُمی ودقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائبان عالم

محبوب خدا بننے کا راز :

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" (القرآن)۔

کہدیجئے اے نبیؐ ! اگر تم کو اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا)۔

(۲۵) اسی کو شعر اقبال میں ملاحظہ فرمائیں :

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

• • •

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعتیہ کلام

از : محمد غوث ندوی

(اس خاکسار کا تخلص غوث، ندوی، حافظ اور قاری چاروں ہیں)

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دار العلوم الاسلامیۃ بامریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

(۱) نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

از : محمد غوث ندوی

منہ سے کسی کے نام نبی جب نکل گیا
سینے میں عاشقوں کے کلیجہ اچھل گیا

مدت ہوئی تلاش نبی میں نکل گیا
پہلو میں دل ہمارا نہیں ، آج کل گیا

جب نعت سے مذاق طبیعت بدل گیا
اس کے مزے کے سامنے لطف غزل گیا

آئے ہیں جا کے اتنی ہی میں جتنی دیر میں
صلّ علی زبان فلک سے نکل گیا

آئی ہیں یاد کس کی بزرگانہ شفقتیں
پہلو میں طفل دل جو ہمارا مچل گیا

محشر میں دستگیری شاہ انامؐ سے
گرتا ہوا صراط کے پل سے سنبھل گیا

حافظؔ بلا میں یار بھی اغیار بن گئے
قسمت بدل گئی تو زمانہ بدل گیا

(۲) نعت شریف

رسول ہم کو رسولوں میں لاجواب ملا
کہ آسمان رسالت کا آفتاب ملا

کیا تھا طور پہ جس نے کلام پردے میں
حبیب خاص سے اپنے وہ بے نقاب ملا

ترے گدا کو کسی چیز کی نہیں حاجت
کہ بیشمار دیا تو نے، بے حساب ملا

ثنائے شاہ دوعالم نے دو شرف بخشے
جہاں میں نام ہوا، حشر میں ثواب ملا

سنائی مدحت روئے نبی جو حافظؔ نے
خدا سے بلبل فردوس کا خطاب ملا

(۳) نعت شریف

مجھ کو مرے خدا نے بڑا مرتبہ دیا
اپنے حبیب خاص کا عاشق بنادیا

بے مثل ذات پاک نبی کو بنادیا
اک سایہ تھا خدا نے اسے بھی ہٹادیا

وصف لب نبی کا جناں میں ملادیا
حوروں نے مجھ کو ساغر کوثر پلادیا

جلوہ دکھا کے یوسف طیبہ نے خواب میں
قسمت کو میری بخت زلیخا بنادیا

دن رات بیخودی میں گزرتی ہے آج کل
ہم نے تمہاری یاد میں سب کچھ بھلادیا

شوخی زباں کی حسن بیاں سے بدل گئی
قاریؔ غزل کو ہم نے قصیدہ بنادیا

(۴) نعت شریف

جہاں میں آج شفیع الوریٰ ہوا پیدا
خوشی مناؤ کہ فضل خدا ہوا پیدا

مچی تھی دھوم رسولوں میں جس کی آمد کی
وہی رسولِ شہِ انبیاء ہوا پیدا

ملی تھی جس سے مدد بیکسی میں آدم کو
وہی وسیلہ وہی آسرا ہوا پیدا

چمک اٹھے شہ انور سے آسمان و زمیں
چراغ خانہء ارض و سما ہوا پیدا

نہیں ہے غم مجھے حافظؔ کسی مصیبت کا
کہ آج دافع رنج و بلا ہوا پیدا

(۵) نعت شریف

وہ پھول جو تھا برسوں اُگا صحرائے عرب کے خاروں میں
ارباب نظر نے گوندھ لیا آنکھوں کے منور تاروں میں

آدم سے جناب عیسیٰ تک پائی نہ کسی نے ایسی جھلک
چمکایا خدا نے حضرت کو اک چاند بناکر تاروں میں

بول اٹھے حجر بھی مثل بشر، خدمت میں چلے آتے تھے شجر
کیا بات تھی کیا تھا جذب اثر، امی کے خطابی اشاروں میں

مشرق کو سجایا مثل شفق، مغرب کو دئے حکمت کے سبق
لالہ تھا وہی صحراؤں میں، بلبل تھا وہی گلزاروں میں

موجودہ گزشتہ آئندہ، ان تینوں زمانوں کی زندہ
تعلیم حیات روحانی، قرآن کے ہے سی پاروں میں

امت کی نظر ہے حضرتؐ پر، حضرتؐ کی نظر ہے امت پر
اترائے نہ کیوں وہ قسمت پر، ندوی بھی انھیں کے ہے پیاروں میں

(۶) نعت شریف (شب معراج)

بن ٹھن کے چلا شاہد رعنا شب معراج
دلہا کی طرح عرش پہ پہنچا شب معراج

خود جلوے کو دیکھا کیا جلوا شب معراج
تھا اپنا تماشائی تماشہ شب معراج

پہنچے جو سر عرش اٹھا پردۂ عظمت
جو دیکھنا تھا آپ نے دیکھا شب معراج

رف رف کی عناں تھامے تھے جبریل جلو میں
شاہانہ تجمل سے وہ نکلا شب معراج

کیا حکمت خالق ہے کہ قامت سے اڑا کر
کی سایہ، محبوبؐ سے پیدا شب معراج

قاری تن انور کو ہے ڈھانپے ہوئے کملی
یا ہے شہِ اسراء کا سراپا شب معراج

(۷) نعت شریف

دل کی آنکھیں کھل گئیں ماہ ہدیٰ کو دیکھ کر
پائی دنیا نے ہدایت رہنما کو دیکھ کر

نور لماں بڑھ گیا نور خدا کو دیکھ کر
ہوگئی دل کی صفائی مصطفیٰ کو دیکھ کر

کون ہے دونوں جہاں میں آپ سے بڑھ کر حسیں
کھل گئیں آنکھیں جمال مصطفیٰ کو دیکھ کر

ماہ کنعاں کی قسم کہنا خدا لگتی ذرا
اے زلیخا تو مرے شمس اللقاء کو دیکھ کر

اے مرے محبوب تجھ میں ہے کچھ ایسا بانکپن
دل خدا کا آگیا تیری ادا کو دیکھ کر

دامنِ رحمت تمہارا یاد آتا ہے مجھے
اے شہِ دیں وسعت ارض و سما کو دیکھ کر

عاصیوں کے دل میں پیدا ہوگیا جوش نشاط
غل مچایا شافع روز جزا کو دیکھ کر

دی بشارت جنت فردوس کی جبریل نے
روز محشر حافظ مدحت سرا کو دیکھ کر

(۸) نعت شریف

(دربار رسالتؐ میں حاضری کے موقع پر)

ذرہ ذرہ نگار تم سے ہے
زندگی کی بہار تم سے ہے

یوں تو دنیا میں ہیں ہزاروں حسیں
کیا کروں مجھ کو پیار تم سے ہے

جان تم پر فدا رسول اللہ
ہر نفس غمگسار تم سے ہے

بے کلی نام ہے یہ دنیا کا
میرے پیارے قرار تم سے ہے

ہیچ میری نظر میں ہے دنیا
والیِ دین ! پیار تم سے ہے

مجھ کو ٹھکرا نہ دو مرے آقا
کیونکہ میرا وقار تم سے ہے

فانی دنیا میں بھی رسول اللہ
میرا باقی مدار تم سے ہے

گردش نجم کیا ، نصیبا کیا
صرف لیل و نہار تم سے ہے

راز مخفی کو تم نے فاش کیا
خود خدا آشکار تم سے ہے

یا محمد امینِ جود و کرم
فضل پروردگار تم سے ہے

فقر کا پیرہن پہن کر کے
غوثؔ اب باوقار تم سے ہے

(۹) نعت شریف

نگاہ تمنا جھکی جارہی ہے ، نہ جانے یہ کیسا مقام آرہا ہے
دھڑکنے لگا کیوں دل مضطرب اب ، محمد کا ہونٹوں پہ نام آرہا ہے

یہ میدان محشر تماشا تو دیکھو' یہ کون آج مست خرام آرہا ہے
فرشتے نگاہیں بچھانے لگے ہیں، تمام انبیاء کا امام آرہا ہے

شہادت ہوی جب بلالؓ حزیں کی ، چلی روح تن سے یہ جنت کو کہنے
تمہارے مبارک قدم چومنے کو' محمد تمہارا غلام آرہا ہے

دم نزع حافظؔ کوئی کہہ رہا ہے ، بلاتے ہیں چل تجھ کو طیبہ میں آقا
مقدر تو دیکھو نبی کی طرف سے' جواب و سلام و پیام آرہا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب و جوہر

سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از : محمد غوث ندوی

(خاکپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

(دار العلوم الاسلامیۃ بأمریکا)

کیلیفورنیا - امریکہ

منتخبات سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

دوستو ! سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے چند جواہر و موتی کو چن کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

(۱) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کے بارے میں

ارشاد خداوندی ہے :

"وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین"۔

(اے نبی ! ہم نے آپ کو سارے جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

(نوٹ : رب العالمین نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر ذکر للعالمین عطا فرمایا ہے)۔

"حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کا رحمت عالمؐ کے تعلق سے ارشاد ہے :

"کان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن"۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ (سارے کے سارے) قرآن پاک ہیں)۔

(سبحان اللہ ! حمد و نعت کی اس سے بہتر تعبیر کسی انسان سے ممکن نہیں)۔

وہ ہر عالم کے رحمت ہیں ، کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
(نسخہ کیمیا۔ یعنی قرآن کریم)

(۲) پیکر حسن وجمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو شعر سرور کونینؐ کے حسن وجمال اور کمال کے متعلق ملاحظہ ہوں :

یاصاحب الجمال ویا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نوّر القمر

(اے پیکر حسن وجمال، اے بنی نوع انسان کے سردار ! آپؐ کے چہرۂ انور سے چاند منور ہو گیا ہے)۔

لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(آپ کی تعریف جیسا کہ حق ہے بیان نہیں ہو سکتی، خدائے تعالیٰ کے بعد سب سے بزرگ ذات بس آپؐ ہی کی ذات گرامی ہے۔ یہی مختصر داستان ہے)۔

فارسی کلام میں اس آخری مصرع سے عمدہ نعت والا مصرع نہیں ملتا، یہ مصرع گویا مستقل ایک دیوان ہے۔

غرض :

صورت تری جامع کمالات بنا کر
دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

(۳) حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے :

(۱) لقد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین ○

(بلاشبہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے "نور" اور واضح کتاب آچکی ہے)۔

(۲) وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس۔

(اور ہم نے اس کو سرتاپا نور بنایا ہے تو وہ اس نور کو لے کر لوگوں کے پاس جاتا ہے)۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

(۳) "اول ما خلق اللہ نوری وخلق کل شیی ءمن نوری"

(اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، پھر میرے نور سے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی)۔

ایک دوسری حدیث میں سرور عالمؐ کا ارشاد ہے :

(۴) کنت نبیا وآدم بین الماء والطین۔

(میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدمؑ مٹی اور پانی کے درمیان تھے) یعنی ابھی آدمؑ کی تخلیق نہیں ہوئی تھی۔

(نوٹ : سرور کونینؐ بلحاظ تخلیق اول اور بلحاظ ظہور آخر ہیں۔ ایک جگہ حدیث قدسی میں ارشاد ہوا ہے)۔

(۵) لولاک لما خلقت الأفلاک۔

(اے پیارے پیغمبر! اگر آپ نہ ہوتے، تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا)۔

(یعنی آپ وجہ کائنات ہیں)۔

محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

ایک اہم نکتہ : حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں بھی یا محمدؐ سے خطاب نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان کی پیاری صفتوں سے پکارا گیا ہے۔ لیکن دیگر انبیاء کو "یا" کے خطاب سے پکارا گیا ہے۔ یاابراھیم ..... یانوح اھبط ..... الخ اور قرآن پاک میں چار جگہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آیا ہے لیکن "یا" کے ساتھ نہیں بلکہ "خبر" کے ساتھ کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

سرور عالمؐ کا مقام بلند

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

(۱) ورفعنالک ذکرک۔

(اے پیارے پیغمبرؐ! ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا ہے)۔

(۲) وان لک لأجرا غیر ممنون ○ وانک لعلیٰ خلق عظیم ○

(اور یقیناً تمہارے لئے ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اور بے شک آپ اخلاق کے بڑے مرتبے پر فائز ہیں)۔

حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے :

(۳) لی مع اللہ وقت لایسعنی ملک مقرب ولانبی مرسل۔

(مجھے قرب حق تعالیٰ میں وہ مقام حاصل ہے کہ جہاں نہ کسی مقرب فرشتہ کی رسائی ہو سکتی ہے اور نہ کسی نبی و رسول کی)۔

ٹہر کے معراج کے سفر میں کہا یہ جبریلؑ نے نبیؐ سے
میری رسائی کی حد یہی ہے ، اب اس کے آگے حضورؐ جائیں

حضورؐ کا خصوصی مقام

صوم وصال کے موقع پر سرور عالمؐ کا ارشاد گرامی ہے :

(۱) "انی لست کأحدکم أُبیت عند ربی یطعمنی ویسقینی"۔

(میں تم میں کسی کی طرح نہیں ہوں، میں اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)۔

رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کے چچا ابو طالب نے آپؐ کے رخ زیبا اور اخلاق حمیدہ کا عکس اس شعر میں پیش کیا ہے :

وأبیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامیٰ عصمة للأرامل

(وہ گورے مکھڑے والا، جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابر رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں، وہ یتیموں کا سہارا ہے اور مسکینوں کا سرپرست ہے)۔

وہ پناہ گاہ یتیماں ، آبروئے بیوگاں
وجہِ بارانِ کرم ہے جس کا روئے تابناک

صورت تری جامع کمالات بنا کر
دانستہ مصور نے قلم توڑ دیا ہے

اعجاز و کمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے اعجاز و کمال سرور عالمؐ پر جو عمدہ شعر کہے ہیں، ملاحظہ ہوں :

بلغ العلیٰ بکماله
کشف الدجیٰ بجماله

آپؐ کمال کی بلندیوں پر پہنچے۔ آپؐ کے جمال مبارک سے اندھیرا چھٹ گیا۔

حسنت جمیع خصاله

صلوا علیه وآله

آپؐ کے تمام عادات و اطوار میں حسن و کمال ہے۔اس لئے آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر درود و سلام بھیجو۔

(نوٹ : آخری مصرع خواب میں حضورؐ نے تلقین فرمایا تھا)۔

پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"وانک لتھدی الیٰ صراط مستقیم"۔

(بے شک اے نبی ! آپ سیدھی راہ کی جانب ہدایت کرتے ہیں)۔

اس صراط مستقیم والے راستہ کی طرف حضورؐ نے اشارہ فرمایا کہ "بس وہ ایک کلمہ ہے، اسے اگر تم قبول کر کے میرے ساتھ آؤ تو تم اس کلمہ کے بل پر سارے عرب کو اپنے ہاتھ میں لو گے اور اس کے اثر سے عجم تمہارے زیر نگیں ہو گا۔

وہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کلمۂ طیبہ کے پھیلانے پر جو مصائب آئے، خود حضور پاکؐ کی زبان مبارک سے سنیئے :

"اللہ کی راہ میں مجھے ڈرانے دھمکانے کے لئے وہ کچھ کیا گیا کہ کسی اور کے ساتھ نہیں کیا گیا، اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا دکھ دیا گیا کہ کسی اور کو نہیں دیا گیا، اور مجھ پر ۳۰ دن اور رات مسلسل ایسے گذرے ہیں کہ میرے اور بلال کے لئے کوئی ایسا کھانا مہیا نہیں ہو سکا جسے جاندار کھاتے"۔

(۱) مکہ کے حالات پڑھیئے۔

(۲) طائف کی مصیبت پر نظر دوڑائیے۔

(۳) شعب ابی طالب کا واقعہ پڑھیئے۔

یاد رہے کہ سرکارؐ کا یہ فقر اختیاری تھا اختباری نہ تھا، فرمایا "الفقر فخری"۔

ماہر القادریؒ کے صلاۃ و سلام کے کچھ شعر سنتے چلیئے :

سلام اس پر کہ جس نے بیکسی میں دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھاکر پھول برسائے

درود اس پر کہ جس کا نام تسکین دل و جاں ہے
درود اس پر کہ جس کے خلق کی تفسیر قرآں ہے

محبوب الٰہی بننے کا راز

اگر آپ خدا کے محبوب بننا چاہیں تو صرف حضورؐ کی پیروی سے ہی یہ دولت لازوال آپ کو حاصل ہو سکتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :

" قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ○

(اے نبی ! لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا معاف فرمانے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے")۔

اس راز کو علامہ اقبال کے شعر میں پڑھیئے :

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

آخر میں اس عاصی و گنہگار محمد غوث ندوی کے سلام کے کچھ شعر بھی سن لیجئے :

سر وحدت کے رازدار سلام
راز کثرت کے افتخار سلام

"السلام" اے جمال ہر دو جہاں
تاجداروں کے تاجدار سلام

جس نے تاریک دل کئے روشن
ایسی رحمت پہ صد ہزار سلام

ایسے آقا پہ ایسے مولیٰ پہ
مثل ذرات بے شمار سلام

لطف تو جب سلام کا ہے غوث
جان کے ساتھ ہو، نثار سلام

آخر میں عرض ہے :

صبا یہ جاکے تو کہیو مرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

وہ "رٹ" کیا ہے :

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"۔

اور اللھم صل علی محمد وعلی آلہ وأصحابہ وأزواجہ وذریاتہ وأھل بیتہ وبارک وسلم (آمین)

ہماری دیگر مطبوعات

(زبان عربی)

کتاب التبصرۃ (مکی بن ابی طالب)

علمی تحقیق (مقدمہ) و تعلیق و تصحیح

مسند عائشہ (رضی اللہ عنہا)

مسانید امہات المؤمنین (رضی اللہ عنہن)

مسانید الصحابیات (رضی اللہ عنہن)

(زبان اردو)

تشریحات و شخصیات

حیات غوث (خود نوشت سوانح حیات)

حافظ قاری مولانا ڈاکٹر محمد غوث ندوی

بانی و ناظم دار العلوم الاسلامیۃ بأمریکا

کیلیفورنیا۔ امریکہ